آصف فیض

مجلد شده ۲۸ ستمبر ۱۹۲۶ء بمبئی

وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ

نمبر ۲۱

سیر انصار رضؓ

حصہ اول

یعنی سیر الصحابہ کا وہ حصہ جس مین انصارِ کرام رضی اللہ عنہم کے
سوانح وحالات اور انکے فضائل وکمالات
مستند ذرائع سے بہ ترتیب حروف
تہجی لکھے گئے ہین
از

مولوی سعید صاحب انصاری سابق رفیق دار المصنفین

باہتمام مسعود علی ندوی
در مطبع معارف اعظم گڈھ طبع شد

کتبخانہ دار المصنفین اعظم گڈھ

علامہ شبلی نعمانیؒ

سیرۃ النبی صلعم، حصہ اوّل طبع دوم قیمت باختلاف کاغذ ... ... ے ر، للعہ

ایضاً حصہ دوم، طبع اوّل قیمت باختلاف کاغذ ... ر، سہ

ایضاً حصہ سوم، طبع دوم قیمت باختلاف کاغذ ... ... ر، عہ

الفاروق، حضرت فاروق اعظم کی لائف اور طرز حکومت ... ... ہے، عہ

الغزالی، امام غزالی کی سوانحمری، اور ان کا فلسفہ، ... ... عہ

المامون، خلیفہ مامون الرشید کے عہد سلطنت کے حالات عمر

سیرۃ النعمان، امام ابو حنیفہ کی سوانحمری اور ان کے اجتہادات ومسائل قیمت ... ... عہ

سوانح مولانا رومؒ، مولینا جلال الدین رومی کی مفصل سوانحمری مثنوی اور دیگر تصنیفات پر تقریظ عہ

مقالات شبلی، مولانا کے ۱۳ مختلف علمی مضامین کا مجموعہ عہ

رسائل شبلی، مولانا کے ۱۱ مختلف علمی مضامین کا مجموعہ عہ

بیان خسرو، خسرو کے حالات زندگی اور ان کی شاعری پر ریویو قیمت ۸ر

شعر العجم حصہ اول، شاعری کی حقیقت، فارسی شاعری کا آغاز قدما کا دور ... ... ے ر

ایضاً حصہ دوم، شعراے متوسطین کا دور، ... ... للعہ

ایضاً حصہ سوم، شعراے متاخرین کا دور، ... ... للعہ

ایضاً حصہ چہارم، فارسی شاعری پر ریویو، ... ... ے ر

ایضاً حصہ پنجم، فلسفیانہ صوفیانہ اور اخلاقی شاعری پر تبصرہ قیمت ... ... عا

موازنۂ انیس و دبیر، میر انیس کی شاعری پر ریویو، ... ہے

سفرنامۂ روم ومصر وشام، مطبوعہ معارف پریس قیمت عا

الانتقاد علی التمدن الاسلامی، جرجی زیدان کے تمدن اسلامی پر عربی مین ریویو، قیمت ... ... مہ

مضامین عالمگیر، شہنشاہ اورنگزیب عالمگیر پر اعتراضات اوران کے جوابات قیمت باختلاف کاغذ وطبع عہ، عہ، ۱۲ر

علم الکلام، مسلمانون کے علم کلام کی تاریخ اسکی عہد بعہد کی ترقیان علماے متکلمین کے نظریات اور مسائل طبع چہارم مطبوعہ معارف پریس قیمت ... ... عا

الکلام، مولانا کی مشہور تصنیف جدید علم کلام جسمین عقل ودلائل سے مذہب کو فلسفہ کے مقابلہ مین ثابت کیا ہے اور ملاحدہ اور منکرین کے دلائل کا رد کیا ہے طبع سوم مطبوعہ معارف پریس قیمت ... ... عہ

قصیدۂ امرتسر، امرتسر کے اجلاس ندوۃ العلما مین مولانا نے جو فارسی قصیدہ پڑھا تھا طبع رنگین وعلی مطبع نامی کانپور ۲ر

کلیات، مولانا کے تمام فارسی قصائد، غزلیات، مثنویات، قطعات کا مجموعہ جواب تک متفرق طور سے دیوان شبلی، دستۂ گل، بوئے گل، برگ گل کے نامون سے چھپے تھے اسمین سب یکجا کر دئے گئے ہین ۳۰ پونڈ کے ولایتی کاغذ پر نہایت عمدہ چھپا ہے، قیمت ... ... عا

مولینا حمید الدین صاحب فراہی، ایم اے،

تفسیر سورۂ والتین، جدید طرز پر عربی مین قرآن مجید کی تفسیر ۴ر

تفسیر سورۂ والکوثر، " " " " ۴ر

تفسیر سورۂ عبس، " " " " ۴ر

الرای الصحیح فی من ہو الذبیح، عربی مین حضرت اسمٰعیل کے ذبیح ہونے پر ایک مدلل اور پر زور رسالہ ۱۰ر

اسباق النحو حصہ اول، دوم، سہل طرز پر عربی گرامر اردو ۱۱ر

دیوان حمید، مولانا کا فارسی دیوان مع تصویر ۱۲ر

خرد نامۂ منظوم، خاص فارسی زبان مین امثال سلیمان کا ترجمہ ۸ر

مولینا سید سلیمان ندوی،

ارض القرآن حصہ اوّل، عرب کا قدیم جغرافیہ، عاد، ثمود، سبا، اصحاب الایکہ، اصحاب الحجر، اصحاب الفیل، کی تاریخ اسطرح لکھی گئی ہے جسکے

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیمِ

اَلحَمدُ لِلّٰہِ رَبِّ العَالَمِینَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُولِہٖ وَآلِہٖ وَاَصحَابِہٖ اَجمَعِینَ

دیباچہ

سیر الصحابہ کے نام سے دار المصنفین کے زیر اہتمام جو سلسلہ تیار ہو رہا ہے، پیش نظر کتاب اسکی ایک جلد ہے، اس مین انصار کرام کے حالات وسوانح اور اُنکے علمی، مذہبی، اخلاقی اور سیاسی کارنامون کی پوری تفصیل کی گئی ہے، صحابہؓ رضی اللہ عنہم کی مقدس صف مین انصار کو ایک خاص امتیاز حاصل ہے، اور سیر الصحابہ کا یہ حصہ اس حیثیت سے ایک خاص اہمیت رکھتا ہے کہ اس مین انہی مقدس بزرگون کے اکابر اور مشاہیر کے سوانح وحالات مذکور ہین، یہ واقعات کتب احادیث اور سیر و رجال کی مستند کتابون کے سینکڑون، ہزارون صفحات کی ورق گردانی کرکے فراہم کیے گئے ہین،

ان حالات وخدمات کی تفصیل سے پہلے ایک بسیط مقدمہ مین انصار کی قبل اسلام کی مفصّل تاریخ، ان کے نسب نامے، آداب وتمدّن اور معاشرت واخلاق کو نمایان کیا گیا ہے

اس طرح یہ حصّہ انصار کی تاریخ قبل از اسلام اور بعد الاسلام کا ایک بہترین مجموعہ بن گیا ہی

اس سے پہلے سیر الصحابیات کی جو جلد شائع ہوئی تھی ملک کے بعض مشہور اہل قلم نے اس "لف ونشر مرتّب" کو "غیر مرتّب" کر کے اپنی طرف منسوب کر لیا ہے، اب اسی سلسلہ کی ایک اور نئی جلد اُن کے سامنے پیش کی جاتی ہے۔

لگا رہا ہون مضامینِ نو کے پھر انبار
خبر کرو مرے خرمن کے خوشہ چینون کو

"دار المصنفین"

فہرست مضامین سیر الانصار حصۂ اول

مقدمہ

انصار قبل از اسلام

۱ — ۶۸

انصار کا نسب نامہ	۱
انصار کی تاریخ	۱۵
مورخین عرب کا بیان	۱۵
ہمارا خیال	۱۸
انصار کی شاخیں	۲۶
انصار کی آبادی	۲۹
ایّام الانصار	۳۳
جنگ سمیر	۳۴
جنگ کعب بن عمرو	۳۴
جنگ سرارہ	۳۵
جنگ حصین ابن اسلت	۳۵
جنگ ربیع	۳۶
جنگ فارع و جنگ حبن	۳۷
جنگ ربیع	۳۷
جنگ بقیع	۳۷
جنگ فجار اوّل	۳۸
جنگ معبس اور مضرس	۳۸
جنگ فجار ثانی	۳۹
جنگ بعاث	۴۰
جنگ دریک	۴۱
انصار کا مذہب	۴۴
انصار کا تمدن	۵۱
انصار کے قلعے	۵۵
نظام مذہبی	۵۹
رفاہِ عام کے کام	۶۰
متفرقاتِ تمدن	۶۱
زراعت	۶۳
تجارت	۶۵
صنعت و حرفت	۶۸
تعلیم	۶۸

زمانۂ اسلام

۶۹ — ۹۷

انصار میں اسلام کی ابتدا	۶۹
بیعت عقبۂ اولیٰ	۷۲
بیعت عقبۂ ثانیہ	۷۵
سعد بن معاذ و اسید بن حضیر کا اسلام	۷۶
بیعت عقبۂ کبیرہ	۷۹
ہجرت مہاجرین	۸۸
ہجرت نبوی صلعم	۹۰
مواخاۃ	۹۵
اذان	۹۷

سیر الانصار

الف

حضرت ابو ایوب انصاری رضہ	۹۸
انس رضہ بن نضر	۱۰۸
انس رضہ بن مالک	۱۰۹

اُبیؓ ابن کعب	۱۳۵	ابو اسیدؓ اسدی	۲۳۵	(خ)	
ابو طلحہؓ انصاری	۱۵۶	(ب)		خبیبؓ بن عدی	۳۰۳
ابو درداءؓ	۱۶۷	براءؓ بن مالک	۲۳۷	خارجہؓ بن زید	۳۰۶
ابو سعیدؓ خدری	۱۸۳	براءؓ بن عازب	۲۴۰	خزیمہؓ بن ثابت	۳۰۷
ابو مسعودؓ بدری	۱۹۲	براءؓ بن معرور	۲۴۵	خواتؓ بن جبیر	۳۱۰
ابو قتادہؓ	۱۹۵	(ث)		خلادؓ بن سوید	۳۱۲
اسیدؓ ابن حضیر	۲۰۲	ثابتؓ بن قیس	۲۴۷	(ر)	
ابو دجانہؓ	۲۰۷	ثابتؓ بن ضحاک	۲۵۱	رافعؓ بن مالک	۳۱۳
ابو الیسر کعبؓ بن عمرو	۲۱۰	(ج)		رفاعہؓ بن رافع	۳۱۵
ابو لبابہؓ	۲۱۲	جابرؓ بن عبداللہ	۲۵۳	رافعؓ بن خدیج	۳۱۷
ابو الہیثمؓ بن التیہان	۲۱۶	جبارؓ بن صخر	۲۶۷	رویفعؓ بن ثابت	۳۲۱
اسعدؓ بن زرارہ	۲۱۹	جلیبیب	۲۶۹	(ز)	
ابو حمیدؓ ساعدی	۲۲۵	(ح)		زیدؓ بن ارقم	۳۲۴
احیرمؓ	۲۲۷	حبابؓ بن منذر	۲۷۰	زیدؓ بن ثابت	۳۲۹
ابو زیدؓ عمرو بن اخطب	۲۲۹	حرامؓ بن ملحان	۲۷۳	زیادؓ بن لبید	۳۵۷
ابو عمرہؓ	۲۳۱	حسانؓ بن ثابت	۲۷۵	زیدؓ بن وثنہ	۳۵۹
اوسؓ بن خولی	۲۳۲	حارثہؓ بن سراقہ	۲۹۷		
ابو عبسؓ بن جبر	۲۳۳	حارثؓ بن صمہ	۲۹۸		
ابو زیدؓ	۲۳۴	حنظلہؓ بن ابی عمر	۳۰۰		

انصار کا نسب نامہ

اہل عرب تین بڑے قبیلوں میں منقسم ہیں، بائدہ، عاربہ، مستعربہ، بائدہ میں وہ قبائل شامل ہیں جنھوں نے طوفان نوحؑ کے بعد عرب میں حکومت کی اور ناپید ہوگیے، عاد، ثمود، عمالقہ، طسم، جدیس وغیرہ انھیں میں داخل ہیں، عاربہ سے وہ قبائل مراد ہیں جو بائدہ کے ہمعصر تھے، اور ان کے بعد عرب کے مالک ہوئے، قحطان، سبا، حمیر، معین وغیرہ ان کی شاخیں ہیں، مستعربہ سے وہ خاندان مراد ہیں جو حضرت اسمٰعیلؑ کی اولاد تھے اور عرب کے شمالی حصہ میں بود و باش رکھتے تھے،

انصار کے متعلق عام خیال یہ ہے کہ وہ عرب عاربہ کی اولاد ہیں، اس بنا پر عرب کے تمام نساب ان کے نسب نامے قحطان بن عابر تک پہونچاتے ہیں جو عرب عاربہ کا مورث تھا، لیکن قحطان پر پہنچکر اختلاف شروع ہوتا ہے، اور نسابۂ عرب دو گروہ میں منقسم ہوجاتے ہیں،

(۱) ایک گروہ کہتا ہے کہ قحطان خود ایک مستقل خاندان کا بانی تھا، اور اس کا سلسلۂ نسب یہ ہے، قحطان بن عابر بن شالخ بن ارفخشد بن سام بن نوح علیہ السلام، اس کے نزدیک قحطان اور یقطن جس کا ذکر بائبل میں آیا ہے ایک ہیں،

(۲) دوسرا گروہ قحطان کو کوئی علیحدہ شاخ نہیں مانتا بلکہ نابت بن اسمٰعیلؑ کی اولاد بتاتا ہے چنانچہ کلبی نے اپنے باپ سے یہی روایت کی ہے، کہ

انہ ادرك اهل العلم والنسب	کہ اُنھوں نے اہل علم اور نسابین کو
ینسبون القحطان کذالك[1]	قحطان کی نسبت یہی فیصلہ کرتے پایا ہے

کلبی کے علاوہ بعض اہل یمن بھی اس کے مدعی ہیں[2]

---

[1] ذیل طبری ص ۲۴۰۰ ج ۱۳، [2] سیرۃ ابن ہشام ص ۷ ج ۱،

لیکن ہمارے نزدیک یہ رائے حد درجہ کمزور ہے، اور اس کی تردید میں صرف یہ کہنا کافی ہے کہ تمام اہل یمن اس کے مخالف ہیں، چنانچہ مورخ مسعودی نے لکھا ہے کہ

وسائر الیمانیۃ تابی ذالک	یعنی تمام اہل یمن اس کے منکر ہیں اور
وتنسب الی انہ قحطان بن عابر	قحطان کو عابر کا بیٹا سمجھتے ہیں،

دوسری جگہ ہے، (ص ۸۲)

والقوم اعرف بانسابھم ینقلہ	اہل یمن اپنے نسب کو زیادہ جانتے ہیں
الباقی عن الماضی قولا وعملا موزونا	اور سلسلہ بہ سلسلہ نقل کرتے آئے ہیں کہ وہ
انھم من ولد قحطان بن عابر	قحطان بن عابر کی نسل سے ہیں، اس کے
لا یعرفون غیر ذالک	سوا انکا کوئی خیال نہیں،

البتہ پہلے خیال سے ہمکو اتفاق ہے قحطان ایک مستقل قوم اور ایک مستقل سلطنت کا بانی تھا یمن میں اس کی اولاد موجود تھی اور سیکڑوں برس تک برسر حکومت رہی، لیکن یہ کہنا کہ انصار بھی قحطان کی اولاد ہیں ہمارے نزدیک صحیح نہیں، اور یہ وہ خیال ہے جس کی تردید نہایت مشکل ہے،

نسابۂ عرب میں جو لوگ انصار کو قحطان کی اولاد مانتے ہیں اُن کے دلائل اگرچہ کسی تاریخ میں مذکور نہیں، تاہم ایسے مواقع پر وہ اشعار عرب سے استناد کرتے ہیں اس بناء پر ہم اس دعویٰ کی تقویت کے لئے چند اشعار بھی درج کرتے ہیں، حضرت حسان کا شعر ہے[۲]

تعلمتموا من منطق الشیخ یعرب ابینا فصرتم معربین ذوی نفر

اس میں اگرچہ قحطان کا نام مذکور نہیں تاہم چونکہ یہ عدنانیون (اسماعیلون) کے مقابلہ میں کہا گیا ہے

[۱] کتاب التنبیہ والاشراف ص ۸۱، [۲] العرب والمواہم ص ۳۱،

اس لئے ضروری ہے کہ یعرب قحطان کی اولاد سے ہو اور تھا،

عبد الرحمان بن حسان یا نعمان بن بشیر کا شعر ہے[۲]

لنا من بنی قحطان سبعون تبعا اقرت لها بالخرج منها الاعاجم

لیکن یہ دونوں شعر صحت کے لحاظ سے بالکل مشکوک ہیں، پہلا شعر جو حضرت حسان کی طرف منسوب ہے، اُن کے دیوان میں موجود نہیں، اور حسان کے اشعار کی نسبت عام فیصلہ ہے کہ تنسب الیہ اشیاء لا تصح عنہ[۳]: ان کی طرف بہت سے ایسے اشعار منسوب ہیں جو ان سے ثابت نہیں،

دوسرے شعر کی یہ کیفیت ہے کہ خود کہنے والے کا پتہ نہیں، پھر مضمون ایسا ہے کہ اس کو دیکھکر ہنسی آجاتی ہے، عبد الرحمان ہوں یا نعمان کوئی بھی اتنا صریح جھوٹ گوارا نہیں کر سکتا تھا،

ہمارا خیال یہ ہے کہ انصار قحطانی نہیں، بلکہ نابط بن اسمٰعیل کی اولاد ہیں، یعنی وہ عرب عاربہ نہیں بلکہ مستعربہ ہیں، یہ خیال مورخین اور نسابین کے خیال سے بالکل جدا ہے، اور ہم اس کو کسی قدر پھیلا کر لکھنا چاہتے ہیں، لیکن قبل اس کے کہ ہم اصل مقصد کی طرف متوجہ ہوں یتلانا ضروری ہے، کہ اس باب میں ہمارا طریقۂ استدلال کیا ہوگا؟

مورخین عرب کسی قبیلہ کے نسب ثابت کرتے ہیں عموماً دو چیزوں سے مدد لیتے ہیں (۱) نسابین کی روایت (۲) شعرائے قبیلہ کے اشعار، اور یہ دونوں چیزیں تنہا قابل اعتماد نہیں، نسابین کی روایتیں اس درجہ لغو اور مہمل ہوتی ہیں کہ ان پر مشکل سے یقین آسکتا ہے، پرانے نسب نامے اٹھا کر دیکھو تو معلوم ہوگا کہ تمام سالم آبا تورات کے اندر سہٹ آیا ہے، مثلاً منوچہر حضرت اسحاق کا پر پوتا ہے[۴]، صنہاجہ، کتامہ،

---

[۱] التنبیہ والاشراف ۱۸۵، [۲] استیعاب ص ۱۳۰ ج ۱، [۳] ابن اثیر ۱۱۵ و ۱۱۶ ج ۱

سبا کی اولاد ہیں، ہند، یونان، ترک جو خود نہایت قدیم قومیں ہیں، سام، حام اور یافث کی اولاد ہیں قحطان بن عابر یہودیوں کے نزدیک حام کی اولاد ہے وغیر ذلک، یمن کے تبع، الحارث الرائش کے نسب نامہ میں اس درجہ اختلاف ہے کہ دو مورخ بھی ایک رائے سے متفق نہیں، یہان تک کہ طبری نے ایک جگہ اس کو سبا اصغر کی اولاد بتایا ہے، لیکن دوسری جگہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ خود اس پر قائم نہیں ہین، وقس علی ھذا،

اشعار عرب پر بے شک اعتماد ہو سکتا تھا لیکن مشکل یہ ہے کہ ان کے بھی صحیح ہونیکی کوئی صورت نہین ہے، یہ ظاہر ہے کہ عرب بالکل اُمّی تھے اور اُن مین لکھنے پڑھنے کا بہت کم رواج تھا، اس بناء پر ان کے پاس قدماء کا ذخیرہ کیونکر محفوظ رہ سکتا تھا؟ یہی وجہ ہے کہ جاہلیت کا جو کچھ کلام ہم تک پہونچا ہے بہت کم ہے، اور وہ بھی اسلام سے صدی دو صدی آگے کا نہین،

اُس کے علاوہ عرب مین بہت سے ایسے خاندان بھی تھے جن کے نسب نامے گڈمڈ ہو گئے، چنانچہ نعمان بن منذر شاہ حیرہ کے متعلق مشہور ہے کہ وہ قبیلۂ لخم سے تھا، لیکن جبیرؓ نے حضرت عمرؓ کے سامنے اُس کو عجم بن قنص کی اولاد بتایا[1] قضاعہ، انمار، بجیلہ، اسماعیلی اور نزاری تھے اور مکہ ہی سے یمن گئے تھے، لیکن امتداد زمانہ اور جہالت کے باعث قحطانیون مین ضم ہو گئے اور جدید نسب نامے تیار کر لئے[2]، اورون کا بھی یہی حشر ہوا جن مین غسان، خزاعہ اور انصار بھی داخل ہین، ایسی صورت مین ان قبائل کے شعراء اگر اپنے نسب نامے کسی غیر نسل تک پہونچائین اور اُس کو اشعار مین ظاہر کرین تو ان کا کہان تک اعتبار کیا جا سکتا ہے؟

اصل یہ ہے کہ انصار کے نسب نامہ میں سخت دقتیں واقع ہو گئی ہین جن کا علاج اس کے سوا کچھ نہیں کہ ہم قدیم طرز استدلال کو چھوڑ کر تحقیق و تفتیش کی ایک نئی راہ نکالین جو نہایت صاف، واضح،

[1] طبری ص ۲۰۱۴ ج ۵، [2] سیرت ابن ہشام ص ۷، ۸، ۴۶ ج ۱،

اور مستقیم ہو، چنانچہ اس کے لئے ہم نے حسب ذیل ماخذ قرار دئے ہین،

(۱) قرآن مجید،

(۲) احادیث صحیحہ،

(۳) اشعار عرب، جو روایت اور درایت کے اُصول سے صحیح ہون،

(۴) اکتشافات اثریہ،

۱- قرآن مجید سے اگر کوئی چیز ثابت ہو جائے تو اس کی صحت مین کوئی مسلمان شک نہین کر سکتا لیکن دقت یہ ہے کہ قرآن مجید مین صرف اُن قومون کے نام آئے ہین، جن کے حالات نہایت موثر اور عبرت خیز ہین، اور چونکہ انصار اور تمام اسماعیلیون نے جاہلیت مین کوئی ایسا کام نہین کیا ہی، اس لئے قرآن مجید مین ان کا ذکر کیونکر آسکتا ہے،

(۲) حدیث مین البتہ انصار کے متعلق کچھ اشارے اور تصریحیں موجود ہین مثلاً حضرت سلمہ بن اکوع رض سے روایت ہی کہ

مر النبی صلعم علی نفر من اسلم	آنحضرت بنو اسلم کے پاس سے گذرے
ینتضلون فقال النبی صلعم	جو تیر اندازی مین مصروف تھے اور فرمایا
ارموا بنی اسماعیل فان	آل اسماعیل تیر پھینکو کیونکہ تمہارا
اباکم کان رامیاً	باپ قدر انداز تھا،

اسلم کا قبیلہ عرب مین خزاعہ کی اولاد مشہور تھا، اور خزاعہ، حارثہ بن عمرو مزیقیا کا بیٹا ہے جو بقول نسابین قحطانی عرب تھا، چنانچہ امام بخاری نے بھی اسلم کا نسب نامہ اسیطرح نقل کیا ہے اور وہ یہ ہی، اسلم

۱؎ صحیح بخاری ص ۴۰۶ ج ۱،

بن افصی بن حارثہ بن عمرو بن عامرؓ اور اس کے بعد لکھا ہے من خزاعۃ ہمکو اسوقت اس نسب نامہ کی صحت اور سقم سے بحث نہین ہے، مقصود یہ ہی کہ ایک مسلم الثبوت قحطانی خاندان کو آنحضرت صلعم نے اسماعیلی فرمایا اور تمام مجمع نے اس کو تسلیم کیا،

دوسری حدیث حضرت ابوہریرۃؓ کی ہے، وہ حضرت ہاجرہ کے حالات بیان کرنے کے بعد انصار سے مخاطب ہو کر کہتے ہین ہے[۲]

تلك امكم یا بنی ماء السماء اے ماء السماء کے بیٹو! یہ تمھاری مان تھین؛

ماء السماء، عامر کا لقب ہی جو مزیقیاء کا باپ تھا، ظاہر ہے کہ اگر یہ واقعہ نہوتا تو نہ حضرت ابوہریرہؓ اسکو بیان کر سکتے، اور نہ انصار میں اس کو کوئی سن سکتا، اس حدیث کے ساتھ اگر وہ حدیث بھی ملاؤ جسمین غبر کے نسب میں داخل ہونے والے کو جہنم میں جانیکی خبر دی گئی ہی تو یہ مسئلہ اور بھی زیادہ صاف ہو جاتا ہے،

مذکورۂ بالا حدیثیں بخاری مین متعدد جگہ آئی مین اور صحت کے لحاظ سے اس درجہ کی ہیں کہ ان مین شک کرنا بھی کفر مین داخل ہی، اس بناء پر ان سے زیادہ انصار کے اسماعیلی ہونے پر اور کوئی شہادت نہین پیش کیجا سکتی، انھین وجوہ سے خطابی نے اہل یمن کو اسماعیلی کہا ہے، بخاریؒ نے جامع صحیح میں ایک مستقل باب باندھا ہے جس کا نام "باب نسبۃ الیمن الی اسماعیل" ہی،[۳] ابن حجر تحقیق و کاوش کے بعد اسی نتیجہ پر پہونچے ہین ھذا ھو الذی یترجح فی نفسی[۴] قاضی عیاض بھی اسی کی طرف مائل ہین[۵]، اور سعید سمہودی نے بھی اسی کو ترجیح دی ہی (۶)

لیکن ان بزرگون کی رایون مین کچھ مبالغہ ہے، مذکورہ بالا حدیثون مین صرف دو قبیلون کی نسبت تصریح آئی ہی، اس لئے ہم کو یہیں پر توقف کرنا چاہئے، اصل یہ ہی کہ یمن مین کچھ قبیلے یقیناً اسماعیلی تھے،

۱؎ صحیح بخاری ص ۴۹۷ ج ۱ ۲؎ فتح الباری ۳۹۱ ج ۶ ۳؎ صحیح بخاری ص ۴۶۱ ج ۲ ۴؎ فتح الباری ص ۳۹۱ ج ۶
۵؎ عمدۃ القاری عرف عینی ص ۱۵۰ ج ۷، ۶؎ خلاصۃ الوفا ص ۱۰،

جو قحطانی مشہور ہو گئے تھے، لیکن اس سے تمام یمن اور خود قحطان کا اسماعیلی ہونا لازم نہیں آتا،

(۳) اشعار عرب میں سے وہ شعر ہمارے پاس نہایت مستند ذریعہ سے پہونچے ہیں، جو حضرت حسان کے دادا منذر بن عمر کے ہیں وہ کہتا ہے،[1]

ورثنا من البهلول عمرو بن عامر وحارثة الغطريف مجداً مؤثلا

مآثر من آل ابن بنت بن مالك ونبت بن اسمٰعيل ما ان تحولا

اسمین شاعر نے اپنے تمام سر برآوردہ بزرگون کے اس ترتیب سے نام لئے ہیں، عمرو بن عامر، حارثہ الغطریف، بنت بن مالک اور پھر نبت بن اسماعیل،

اسی شاعر کی ابو طاہر مقدسی نے جو نہایت قدیم مصنف ہے ایک روایت بھی نقل کی ہے اور وہ یہ ہے[2]

وقال المنذر بن حرام جد حسان	حسان بن ثابت کا دادا منذر بن حرام
ابن ثابت بن المنذر فی الجاهلية	جو خالص زمانہ جاہلیت میں تھا اون کا
العمياء يذكر نسبهم الى غسان	(اوس و خزرج کا) نسب غسان تک اور
ثم الى نابت بن مالك ثم الى نابت بن	غسان سے نابت بن مالک تک اور نابت مالک سے
اسماعيل بن ابراهيم	نابت بن اسماعیل بن ابراہیم تک پہونچاتا ہے

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ منذر اپنے کو غسان کا ہم نسب سمجھتا تھا اور ان کا سلسلہ قحطان کے بجائے نابت بن اسماعیل تک پہونچاتا تھا، اب اگر اس کے ساتھ اتنا اور بڑھایا جائے کہ یہ شاعر شاہان غسان کا معاصر تھا اور یہ اشعار انہیں کے زمانہ میں لکھے گئے تو انصار اور آل غسان کے نسب کے متعلق اس سے موثق تر شہادت کوئی نہیں مل سکتی،

---

[1] فتح الباری ص ۳۹۳ ج ۶، [2] کتاب البدء والاخبار لابی طاہر المقدسی المنسوب الی ابی زید البلخی ص ۱۲۲ و ۱۲۳ ج ۴،

(۴) اکتشافات اثریہ میں ہمیں حسب ذیل چیزوں سے بحث کرنا ہے،

(۱) نظام اجتماعی یا طرز بود وماند، (۲) زبان (۳) مذہب (۴) نام (۵) قرابت (۶) شکل وصورت

(۱) **نظام اجتماعی:** سامی زبانون مین عرب کے معنی صحرا اور بادیہ کے ہیں، اس بنا پر عرب درحقیقت وہ ہیں جو بدوی بھی ہون، یہی وجہ ہے کہ فراعنہ، اشوریون اور فنیقیون کے زمانہ مین عرب صرف شمالی حصہ کا نام تھا جو نیل سے دریائے فرات تک پھیلا ہوا ہے[۱] اور یہ مسلّم ہے کہ یہان قاطبۃً اسماعیلی عربوں کی آبادی تھی،

انصار کی تاریخ پر غور کرو تو معلوم ہوگا، کہ ان کی زندگی بھی مدت تک بدویانہ رہی ہے، چنانچہ نبابت بن اسماعیل کی وفات کے بعد یمن گئے ہین، اور ۳۰۰ء تک یعنی تقریباً ڈھائی ہزار برس عرب کے مختلف حصون میں مارے مارے پھرے ہین، قدیم تاریخ کو چھوڑ کر اگر صرف مزیقیا، اور اس کی اولاد ہی کو دیکھو تو معلوم ہوگا کہ اس زمانہ سے یثرب کے قیام تک ان لوگون نے سیکڑون مقامات کی خاک چھانی ہے، چنانچہ ان مقامات کے نام ہم نے انصار کی تاریخ مین لکھدئے ہین،۔

اس بدویت کے ساتھ انصار میں کسی قدر حضریت بھی پیدا ہوگئی تھی، یعنی وہ مدینہ آکر کاشت کرتے تھے، قلعے بناتے تھے، اور یہ ان کے قحطانی ہونیکا اثر تھا، اور اپنی حفاظت کے لئے قلعے تیار کرتے تھے،

(۲) **زبان:** قحطانیون اور اسماعیلیون مین دوسرا فرق زبان کا ہے، قحطانیون (یا اہل یمن) کی زبان حمیری تھی اور وہ حجاز کی زبانون سے بہت مختلف تھی، مؤرخ مسعودی نے اس کی صاف تصریح کی ہے،

دوجد نا لغۃ ولد قحطان بخلاف لغۃ ولد نزار بن معد (مروج الذہب ص ۵۰ ج ۱) ہمدانی نے اسکو اور بھی مفصل بیان کیا ہے مثلاً ایک یمنی قبیلہ خشب کی زبان کے متعلق لکھتے ہیں،

والخشب عربی یخلط حمیریۃ : اور خشب کی زبان حمیری ملی ہوئی عربی ہو

---

[۱] ہیروڈوٹس ص ۱۱۲،

خیوان کی نسبت

فصحاء وفیہم حمیریۃ کثیرۃ :	فصیح ہین لیکن حمیری بہت بولتے ہین

اہل صنعا۔

فی اہلہا بقایا من العربیۃ المحضۃ و	اس کے باشندون مین کسی قدر خالص عربی اور
نبذ من کلام حمیر	کچھ حمیری باقی ہو

شبام، اقیان، مصانع، تخلی،

حمیریۃ محضۃ ....:	ان کی زبان خالص حمیری ہو

اس سے ثابت ہوتا ہو کہ حمیری، عربی زبان سے بالکل جداگانہ چیز ہے، اب اگر تم خود اُس عربی زبان کو جو یمن میں رائج تھی، تو تم کو حجاز اور یمن کی زبانونکا فرق صاف معلوم ہوگا، یہ سچ ہو کہ دونون زبانون کی اصل ایک ہی، لیکن اُن مین اعراب، ضمیرین، اشتقاق اور تصریف مین جس قسم کا اختلاف موجود ہو، اُس سے معلوم ہوتا ہو کہ اُن کے بولنے والون مین اخلاق وعادات کے لحاظ سے کتنا فرق تھا،

جیسا کہ اوپر معلوم ہوا یمن کی عربی، حمیری زبان سے مخلوط تھی، اور اکثر مقامات مین غیر فصیح بھی تھی، بخلاف اس کے تم جس قدر شمال کی طرف بڑھو گے زبان زیادہ صاف اور شستہ ملیگی یہان تک کہ حجاز پہونچکر نظر آئیگا،

کذلک الحجاز فنجد السفلی فالی	حجاز، نجد اسفل، حدود شام، دیار مضر
الشام والی دیار مضر ودیار ربیعۃ	اور دیار ربیعہ فصاحت کے معدن ہین
فیہا الفصاحۃ	

یمن اور حجاز کی عربی مین جس قسم کے اختلافات تھے، اُن کو مختصر طور پر علامہ ہمدانی نے صفۃ جزیرۃ العرب مین بیان کیا ہو، اور ہم طوالت کے خیال سے اُسکو قلم انداز کرتے ہین،

زبان کے اختلافات کے ساتھ، حجاز و یمن کے رسم خط میں بھی اختلاف ہے، اہل یمن کا خط مسند تھا، بخلاف اُس کے اہل حجاز کا نبطی، اور اِن دونوں میں بڑا فرق ہے،

(۳) **مذہب**: حجاز اور یمن کے باشندوں میں بڑا فرق طرقِ عبادت اور بتوں کے ناموں کا ہے، اہل یمن یا بنو قحطان کے بت اہل بابل کے بتوں سے مشابہ تھے، مثلاً اُن کے نام یہ تھے، عشتار، ایل، بعل وغیرہ، بخلاف اُس کے اسماعیلیوں کے بت اُن سے بالکل علیحدہ تھے، چنانچہ اُن کے نام یہ ہیں، لات، مناۃ، عزے، ہبل، وغیرہ، نبطیوں کے جن بتوں کا کتبات میں ذکر آیا ہے وہ یہ ہیں، ذو الشریٰ، خراشہ، لات، عمند، منوت یا منوتو (منات) قیس یا قلیشہ[۱]،

اب انصار اور قریش کے بتوں کا اُن بتوں سے مقابلہ کرو، تو صاف معلوم ہوگا کہ ان کے اور نبطیوں کے بت بالکل ایک تھے، چنانچہ ہم نے اوپر جو نام لکھے ہیں اُن میں ذو الشریٰ قبیلۂ دوس کا[۲]، لات، ثقیف کا[۳] اور مناۃ، انصار اور غسان کا بُت تھا[۴]،

ہم اُس سے بیخبر نہیں ہیں کہ اسماعیلیوں میں بھی بعض قبیلے بابلیوں کے بُت پوجتے تھے مثلاً قبیلۂ ہذیل اور کلب بن وبرہ (قضاعہ) سواع اور ودّ کی پرستش کرتے تھے[۵]، لیکن یہ بالکل جزئی واقعات ہیں جن سے ہمارے کلیہ پر کوئی اثر نہیں پڑتا،

اہلِ حجاز اور اہل یمن کے ہاں طرقِ عبادت اِس قدر مختلف ہیں کہ اسماعیلیوں میں رواجِ بُت پرستی کے بعد بھی مذہب حنیف کی کچھ نہ کچھ یادگاریں باقی تھیں، مثلاً حج کعبہ، چنانچہ انصار کے متعلق متفقاً مذکور ہے کہ وہ حج کرتے تھے[۶]، بخلاف اُس کے اہلِ یمن کی نسبت اس کے مخالف شہادتیں ملتی ہیں، چنانچہ جب ابرہۃ الاثرم نے حج روکنے کے لئے کعبہ پر حملہ کیا ہے تو اُن کے ساتھ یمنیوں کی ایک جماعت تھی جس کا سرغنہ حناطہ حمیری تھا[۷]، اور خود

---

(۱) LOOKE (۲) قاموس ص ۹۱۹ ج ۲، (۳) سیرت ابن ہشام ص ۵۰ ج ۱، (۴) صحیح بخاری ص ۲۲۲ ج ۱، طبقات ابن سعد ص ۲۲ ج ۲ قسم ۱ (۵) سیرت ابن ہشام ص ۴۸ ج ۱، (۶) صحیح بخاری ص ۲۴۲ ج ۱، (۷) سیرت ابن ہشام ص ۳۲ ج ۱،

بادشاہ حمیر بھی اُس کے ساتھ آیا تھا[1]، اب اگر انصار یمانی النسل تھے تو اُن کو قدرتاً ابرہۃ کے حملہ سے خوش ہونا چاہئے تھا، کیونکہ کعبہ کے بجائے یمن میں ایک دوسرا کعبہ بنایا گیا تھا، اور ابرہۃ اسکی طرف تمام عرب کو بجبر مائل کرنا چاہتا تھا، لیکن واقعات شاہد ہین کہ انصار کو مسرت نہیں، بلکہ حد درجہ غم ہوا، اور جس طرح قریش نے اُس حملہ کی نسبت نہایت پُر درد اشعار لکھے، انصار نے بھی لکھے، چنانچہ اُن کے ایک شاعر ابو قیس صیفی بن اسلت نے متعدد قصیدون مین اُس واقعہ کا تذکرہ کیا ہی[2]،

ابراہیمی مذہب کی ایک یادگار ختنہ ہی، چنانچہ صحیح بخاری مین ہی کہ حضرت ابراہیمؑ نے خود اپنے ہاتھ سے ختنہ کیا تھا[3]، انصار کے مورثون میں ایک شخص کا نام تیم اللات ہی، اُس کے نسبت ایک روایت ہی کہ اس نے بھی اپنے ہاتھ سے ختنہ کیا تھا، اور اسی وجہ سے نجار مشہور ہوا[4]، اِس کے ماسوا انصار نے مسلمان ہونے کے بعد اسلام کے تمام اوامر و نواہی پر عمل کیا ہی، لیکن یہ کہیں مذکور نہیں کہ اُن لوگون نے مسلمان ہو کر ختنہ بھی کیا تھا،

(۴) نام: ہر قوم کے نامو ںمیں کچھ نہ کچھ خصوصیت اور امتیاز پایا جاتا ہی، قحطانی اور اسماعیلی قومون کے نامون مین بھی صریح تفاوت موجود ہی، قحطانیون کے نام حمورابیون یا بابلیون سے ملتے تھے، جیسے اب یذرع، الیفع، یشع ایل، معدی کرب، ابو کرب، علہان، الیشرح، کرب ایل، ذمر علی، وہب ایل، یاسر النعم، شمر یرعش، بخلاف اُس کے اسماعیلیون کے نام اُن سے بالکل الگ ہوتے تھے، مثلاً اسد، نمر، ثعلبہ، کلب، بکر، صخر، ثعبان، جبل وغیرہ، اِس اختلاف کی ایک وجہ یہ تھی کہ قحطانی مدت سے صاحب حکومت تھے، اور اُنھون نے مال و دولت کے آغوش مین پرورش پائی تھی اس لئے اُن کے نامو ںمیں تمدن کی جھلک نظر آتی تھی، بخلاف اُس کے اسماعیلی ازل سے بدو تھے، اس لئے حالات گرد و پیش کے اثر سے کُتا، بھیڑیا، شیر، چیتا، پہاڑ، پتھر وغیرہ نام رکھتے تھے کیونکہ یہی چیزین ہر وقت انکی نگاہ کے سامنے رہتی تھیں، انصار،

[1] طبری ص ۹۴۴ و ۹۴۶، [2] سیرۃ ابن ہشام ص ۳۸ ج ۱، [3] صحیح بخاری ص ۴۷۳، ج ۱، [4] عمدۃ القاری عرف عینی ص ۹ ج ۱

قریش اور نبطیون کے نامون مین یہ فرق صاف معلوم ہوگا مثلاً،

قریش کے نام یہ ہین، فہر، کنانہ، نزار، اسد، زہرہ، عدی، کعب، سعد، عمرو، عثمان، حرث، خالد،

نبطیون کے نام یہ ہین، حارث، عبادہ، مالک، جمیلہ،

انصار کے نام یہ ہین، غضب، خزرج، اوس، خالد، زید، کلیب، ثعلبہ، غنم، عبادہ، عمرو، عامر، حارثہ،

اِس سے ثابت ہوتا ہے کہ انصار اور قریش کے نام، قحطانیون کی بہ نسبت نبطیون سے زیادہ ملتے ہین،

(۵) قرابت: یہ مسلم ہی کہ عرب مین خاندان اور کفو کا بڑا لحاظ کیا جاتا تھا، انصار کے اسمٰعیلی ہونے کا یہ بھی ایک ثبوت ہی، کہ اُن کی قرابتیں مکہ مین اور خاص قریش مین ہوتی تھین، چنانچہ اِس کو ہم کسی قدر تفصیل سے لکھنا چاہتے ہین،

انصار کے مورخین مین ایک شخص کا نام ازدہی جس کی نسبت حسان کہتے ہین،[۱]

اِما سألت فانا معشر نجب ۔۔۔ الازد نسبتنا والماء غسان

قریش کی اِس کی اولاد سے قرابتین نہایت قدیم زمانہ سے چلی آتی ہن، چنانچہ کنانہ بن خزیمہ کی شادی ہالہ بنت سوید سے ہوئی تھی جو حارثہ الغطریف کی حقیقی پوتی تھی،[۲]

کنانہ کے بعد غالب بن فہر نے قبیلہ خزاعہ مین شادی کی،[۳] اور خزاعہ کی نسبت مشہور ہی کہ وہ عمرو مزیقیاء کی اولاد تھا[۴]

مرۃ بن کعب نے جو غالب کی نسل سے تھا، ام تیم بنت سریر سے نکاح کیا جو بارق کے خاندان سے تھی

[۱] سیرت ابن ہشام ص ۸ ج ۱، [۲] تاریخ یعقوبی ص ۲۹۰ ج ۱، [۳] سیرت ابن ہشام ص ۵۶ ج ۱، [۴] یعقوبی ص ۲۳۰، ج ۱ -

اور بارق متقانر یقیا کی نسل تسلیم کیا جاتا تھا،[1]

قصی بن کلاب نے بھی خزاعہ میں نکاح کیا تھا جن سے عبد مناف پیدا ہوئے[2]

ہاشم بن عبد مناف نے سلمیٰ بنت عمرو سے شادی کی جو خاندان بنو نجار سے تھیں، عبد المطلب جو آنحضرت کے جد بزرگوار تھے، انھیں کے بطن سے پیدا ہوئے تھے،

عرفت شیبۃ والنجار قد جعلت ابناء ھا حولہ بالنبل تنتضل

ہاشم نے ثعلبہ بن خزرج میں بھی ایک شادی کی تھی، اور ابو صیفی انھیں سے پیدا ہوئے تھے،[3]

عبد المطلب نے قبیلۂ خزاعہ میں دو شادیاں کی تھیں، جن سے ابو لہب اور حجل پیدا ہوئے تھے،

عبد المطلب کے بیٹوں میں مقوم اور حضرت حمزہؓ کا نکاح مدینہ میں ہوا، چنانچہ مقوم کی بیوی، مالک بن نجار کے خاندان سے تھیں، جو حضرت حمزہ کی دو شادیاں ہوئیں اور دونوں انصار میں ہوئیں، ایک بیوی بنو نجار[4] تھیں اور دوسری قبیلۂ اوس سے، جو بنو نجار سے تھیں انکا نام خولہ بنت قیس تھا،[5]

ان لوگوں کے علاوہ انصار کے متعدد اشخاص نے بھی قریش میں نکاح کئے تھے چنانچہ اُن میں سے بعض کے نام یہ ہیں

انیس بن قتادہ، عمرو بن عوف کے خاندان سے تھے، ان کی شادی خنساء بنت وہب سے ہوئی، جو بنو اسد (خزیمہ بن مدرکہ کی اولاد) سے تھیں[6]

ابو قیس بن اسلت (قبیلۂ اوس سے تھے) ارنب بنت اسد سے جو قصی بن کلاب کے خاندان سے تھیں شادی کی، ارنب، حضرت خدیجہؓ کی پھوپھی اور حضرت زبیرؓ بن عوام کی دادی ہوتی تھیں[7]

خیر یہ تو زمانہ جاہلیت کا تذکرہ تھا، اسلام کے زمانہ میں مہاجرین سے مدینہ اگرچہ قرابتیں کیں وہ ان کی الگ ہیں، مہاجرین مکہ سے عموماً یکہ و تنہا آئے تھے، کیونکہ اُن میں سے بہتوں کی بیویاں یا تو علانیہ اسلام سے

۱؎ سیرۃ ابن ہشام ص ۲۶ ج ۱، ۲؎ طبری ص ۱۰۹۱ ج ۲، ۳؎ سیرۃ ابن ہشام ص ۱۷۶ ج ۱، ۴؎ یعقوبی ص ۲۹۱ ج ۱،
۵؎ زرقانی ص ۳۱۵ ج ۲، ۶؎ مسند ص ۱۳۱ ج ۶، ۷؎ اسد الغابہ ص ۲۰۲ ج ۵، ۸؎ سیرت ابن ہشام ص ۱۴۲ ج ۳

منحرف تھیں، اور یا ہجرت کرنے میں اُن کے خاندان مزاحم تھے، اِس بنا پر مدینہ آکر مہاجرین نے انصار میں شادیاں شروع کیں چنانچہ مسند احمد میں ہے[۵۱]

لما قدم المهاجرون المدينة على الانصار تزوجوا من نسائهم	یعنی جب مہاجرین مدینہ آئے تو انصار کی عورتوں سے شادیاں کیں

چونکہ مہاجرین عموماً قریشی تھے اور قریش سے انصار کی قدیم قرابتیں چلی آتی تھیں، اِس لئے انصار کو ان سے قرابت کرنے میں کیا تامل ہو سکتا تھا؛ چنانچہ حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت طلحہؓ نے انصار کے مختلف خاندانوں میں شادیاں کیں، عبدالرحمٰن ابن عوفؓ نے دو نکاح کئے جن میں سے ایک کا ذکر صحیح بخاری میں آیا ہے[۵۲] لیکن آنحضرتؐ نے انصار میں کوئی شادی نہیں کی، لیکن اُس شرف سے نہ صرف انصار بلکہ خود بنو ہاشم بھی محروم رہے، چنانچہ علامہ ابن اثیر نے تصریح کی ہے کہ آنحضرتؐ نے ام حبیب (حضرت عباسؓ کی صاحبزادی) کو دیکھا تو فرمایا کہ اگر یہ میری زندگی میں جوان ہوگئی تو اس سے نکاح کرونگا، لیکن پھر آنحضرتؐ خود ہی انتقال فرما گئے[۵۳] انصار کے متعلق بھی اسی قسم کی ایک روایت ہے، کہ حبیبہ بنت سہل سے آپ نکاح کرنا چاہتے تھے، لیکن جب انصار کی غیرت کا خیال آیا تو یہ خیال چھوڑ دیا،[۵۴]

(۶) **شکل و صورت**: انصار شکل و شباہت میں بھی اسماعیلیوں سے مشابہ تھے، اُن کا عام حلیہ یہ تھا کہ وہ خوبصورت، سڈول، گورے یا گندمی، میانہ قد اور درخشاں منظر ہوتے تھے، چنانچہ قرآن مجید میں منافقین کے متعلق ہے،

وَاِذَا رَاَیْتَهُمْ تُعْجِبُكَ اَجْسَامُهُمْ	اور تم جب ان کو دیکھتے ہو تو اُن کے جسم تم کو بھلے معلوم ہوتے ہیں،
(منافقون)	

اُس آیت کی تفسیر میں صحیح بخاری میں لکھا ہے،[۵۵]

---

[۵۱] مسند ص ۱۸۳ ج ۶، [۵۲] صحیح بخاری ص ۷۵۹ ج ۲، [۵۳] اسد الغابہ ص ۵۰۲ ج ۵، [۵۴] طبقات ابن سعد [۵۵] صحیح بخاری ص ۷۲۸ ج ۲،

کانوا رجالاً اجمل شئ: یعنی وہ نہایت خوب صورت لوگ تھے،

یہ ظاہر ہی کہ منافقین انصار ہی کے قبیلون سے تھے، چنانچہ عبداللہ ابن ابی جو راس المنافقین تھا اور جس کی نسبت یہ آیت نازل ہوئی تھی خود انصار کے ایک قبیلہ کا سردار تھا، اُس کے ماسوا انصار مین بہت سے بزرگون کے حُلیے ہم اُن کے حالات مین لکھین گے، اُن کو پڑھ کر ایک مرتبہ قریش کے حلیون پر نظر ڈالو تو صاف معلوم ہوگا کہ دونون قومون کی شکل و شباہت مین کچھ فرق نہیں، بخلاف اِس کے قحطانی چونکہ یمن مین رہتے تھے، اِس لئے اِن کا رنگ سیاہ اور قد نہایت دراز ہوتا تھا، چنانچہ عاد کے قد و قامت کی درازی کا خود قرآن مجید مین ذکر آیا ھے،

بہرحال انصار کے نسب نامہ کے متعلق ہماری جو رائے تھی، اُس کو ہم نے نہایت تفصیل کے ساتھ لکھ دیا ہے، متقدمین کے اقوال بھی نقل کر دئے ہیں اور اب ناظرین کو موقع ہی کہ ان راویون مین سے کسی ایک کو ترجیح دے لین،

انصار کی تاریخ

مورخین عرب کا بیان

چونکہ عرب کے مورخین، انصار کو قحطان کی اولاد سمجھتے ہین اِس لئے وہ اِن کی تاریخ قحطان کے عہد سے شروع کرتے ہین، قحطان کی اولاد مین عبدشمس نامی ایک شخص تھا جو سبا کے لقب سے مشہور ہی اور یمن کی سبائی سلطنت کا بانی سمجھا جاتا ہی، اُس کے دو بیٹے تھے، حمیر اور کہلان، اُس نے اپنی وفات کیوقت دونون بیٹون، خاندان شاہی اور عمائدین سلطنت کو طلب کیا اور وصیت کی کہ حمیر کو جو میرا بڑا لڑکا ہے، سلطنت کا دایان قطعہ، اور کہلان کو بایان قطعہ دینا، چونکہ داہنے ہاتھ کے لئے تلوار، کوڑے، اور قلم کی ضرورت ہوتی ہے اور بائیں کے لئے عنان، ڈھال، اور کمان کی، اِس لئے سب نے طے کیا کہ بادشاہ حمیر کو بنانا چاہئے،

اور کھلان صرف سلطنت کا محافظ رہے گا، چنانچہ حمیر کو یمن کا بادشاہ بنا دیا گیا اور اس کے بعد اس کی ولاد نسلاً بعد نسلٍ مسند حکومت پر متمکن ہوتی رہی، کھلان اور اس کی اولاد سلطنت کے استحکام، محافظت اور مدافعت کے کام انجام دیتی تھی، الحارث، الرائش کے زمانہ مین عامر بن حارثہ جو ماء السماء کے لقب سے مشہور رہے اور اس کے بعد اس کا بیٹا عمرو مزیقیا بھی یہی خدمت انجام دیتے رہے، عمرو کی بیوی نے جس کا نام طریفہ بنت جبر تھا اور کاہنہ تھی ایک روز یہ خواب دیکھا کہ یمن کو ایک سیاہ بادل محیط ہوگیا ہے، بجلی نے چمک چمک کر تمام یمن مین زلزلہ ڈالدیا ہے، اور جہان گرتی ہے وہ مقام ایک تودۂ خاکستر ہو جاتا ہے، گھبرا کر اٹھی تو عمرو سے یہ خواب بیان کیا اور کہا اب خیر نہیں، عمرو نے کہا پھر کیا کرنا چاہئے؟ بولی کہ یمن کو جلدی چھوڑ کر کسی طرف نکل جانا چاہئے ورنہ دیوار (عرم) ٹوٹنے والی ہے جس سے تمام یمن غرقاب ہو جائیگا،

عمرو کے پاس ساز و سامان، مال و دولت اور خیل و حشم کی وہ فراوانی تھی کہ دفعۃً کوچ نہیں کرسکتا تھا، اس کے علاوہ لوگون سے کیا کہتا؟ اس لئے اس نے ایک تدبیر سوچی اور اپنے بڑے لڑکے ثعلبہ سے کہا کہ مین تم کو ازدیون کے سامنے کوئی حکم دون گا، تم اس کی تعمیل سے انکار کرنا، اور جب تنبیہ کرون تو ایک تھپڑ مارنا، ثعلبہ نے کہا "یہ گستاخی کیونکر ممکن ہے"، بولا کہ "مصلحت اسی مین ہے" غرض تمام سردارون کو ایک نہایت پرتکلف دعوت دی، جب سب جمع ہوگئے تو ثعلبہ کو کسی کام کا حکم دیا، اس نے انکار کیا تو عمرو نے نیزہ اٹھایا، ثعلبہ نے فوراً ایک تھپڑ کھینچ مارا، عمرو بولا "ہائے افسوس! یہ ذلت!"، اتنا سننا تھا کہ ثعلبہ کے بھائی اس کے قتل پر کمربستہ ہوگئے، عمرو نے روکا اور کہا اس کو چھوڑ دو، مین اپنی جائداد فروخت کرکے کہیں نکلا جاتا ہون اور اس کو اس گستاخی کے عوض ایک حبہ بھی نہ دونگا، غرض اس بہانہ سے عمرو نے اپنی تمام جائداد نہایت اچھے دامون فروخت کی اور اپنے بیٹون، پوتون، اور کنبہ والون کو لیکر یمن سے نکل کھڑا ہوا، اس کے بعد یمن مین عام تباہی آئی اور سد عرم ٹوٹ گئی،

عمرو نے مارب سے نکلکر بلاد عک مین پناہ لی اور اپنے تین بیٹون یعنی حارث، مالک، اور حارثہ

کو آگے روانہ کیا، یہ لوگ ابھی واپس بھی نہ ہوئے تھے کہ عمرو نے وفات پائی، اور ثعلبۃ العنقا، اُس کا بڑا بیٹا جانشین ہوا، اُس کے بعد ان لوگوں نے مکّہ سے بھی کوچ کیا اور عرب کے مختلف حصّوں مین پھیل گئے، چنانچہ خزاعہ، حجاز (مکہ) مین، غسان، شام مین، اور اوس وخزرج، یثرب مین مقیم ہوئے[۱]، اس طرح سبا، اولی کا خاتمہ ہوگیا، عرب میں یہ مثل "تفرقوا ایدی سبا"، اسی وقت سے مستعمل ہوئی،

یہ روایت اگرچہ تمام تر خرافات کا مجموعہ ہے لیکن اس میں اُصولی حیثیت سے جو غلطیاں ہیں انکا ظاہر کرنا نہایت ضروری ہے،

(۱) مزیقیا، نے محض ایک کاہنہ کے کہنے سے یمن کو خیرباد کہا اور چاروں طرف مارا مارا پھرا، یہ اس درجہ لغو ہے کہ اس سے زیادہ دنیا مین کوئی چیز لغو نہین ہوسکتی، اور اگر ہمارے موٴرخین کی یہ روایت صحیح ہے کہ "عمران بن عامر اور اس کا بھائی عمرو (مزیقیا) یمن کے بادشاہ تھے، اور عمران کے زمانہ مین سلطنت حمیر سے کہلان مین منتقل ہوگئی تھی،[۲] تو اس لغویت کی کیا انتہا رہ جاتی ہے،

(۲). بند، مارب مین تھا، اس لیے اس کے ٹوٹنے سے تمام یمن تباہ نہیں ہوسکتا تھا اور نہ ہوا، اس لئے مزیقیا، کو مارب چھوڑنے کی ضرورت تھی نہ کہ تمام یمن کی.

(۳) یہ بند، مزیقیا، کے بعد بھی کئی بار ٹوٹا ہے، چنانچہ ابرہتہ کے زمانہ مین بھی ۵۴۲ء (۶۵۷ حمیری) مین ٹوٹ گیا تھا لیکن اس کی مرمت کرادی گئی اور جیسا کہ ابرہتہ نے کتبہ مین ظاہر کیا ہے، اس کی تعمیر مین ۱۱۰۰، اٹھاون دن صرف ہوئے تھے،[۴] عمرو مزیقیا، جو عرب موٴرخین کے نزدیک بڑے سطوت وجبروت کا بادشاہ گذرا ہے کیا اس کی تعمیر سے عاجز تھا؟

(۴) سب سے اخیر یہ کہ سبا، اولی کی تباہی سیلاب کی وجہ سے نہیں ہوئی، اُس کی وجہ سے مارب کے صرف وہ باغ ویران ہوئے جو اس کے دائیں اور بائیں واقع تھے، اور جن کو قرآن مجید نے "جنتین"، کے

---

[۱] العقود اللؤلؤیۃ ص ۱۲، ج ۱، [۲] ابن اثیر ص ۲۹۲، ج ۱، [۳] تاریخ ابو الفدا ص ۶۷، ج ۱، [۴] ۷۹۶ء تکملۃ،

نام سے یاد کیا ہے، سبا کی بربادی کا اصلی راز، حبش پر اکسومی خاندان کا تسلط، شمالی عرب میں اسماعیلیون کا خروج، اور یمن میں حمیر کا ظہور تھا جس کی وجہ سے ان کی نو آبادیان نکل گئین، تجارت مسدود ہو گئی، اور قوت و شوکت کا شیرازہ بکھر گیا،

ہمارا خیال

ہم انصار کو نابط کی اولاد بتلا چکے ہین، اس لئے ہم کو ان کی تاریخ نابط کے عہد سے شروع کرنا چاہئے،

نابط — نابط (نابت)، یا نبت، عبرانی مین نبایوت (נביות) ہے، توراۃ مین ان کا نام حضرت اسماعیل کے بیٹون کے سلسلہ مین آیا ہے، اور لکھا ہے کہ یہ اُن کے سب سے بڑے بیٹے تھے[1]، مورخین عرب نے بھی انکا نہایت اختصار کے ساتھ ذکر کیا ہے، علامہ ابن جریر طبری لکھتے ہین[2]،

من نابت وقیدار نشر الله العرب : یعنی خدا نے عرب کو نابت اور قیدار سے پھیلایا

ابن ہشام نے اپنی سیرت مین لکھا ہے[3]

ولی البیت بعد اسمعیل ابنہ نابت: یعنی حضرت اسمعیل کے بعد کعبہ کی تولیت اُن کے بیٹے نابت کو پہونچی،

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ نابت، مکہ مین رہتے تھے، اور خانہ کعبہ جس کو حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل نے تعمیر کیا تھا، اُن کی تولیت مین تھا، اس کے علاوہ اُن کے حالات کچھ معلوم نہیں، اور معلوم کیونکر ہون، اس زمانہ تک اسماعیلی عربون نے کوئی تمدن پیدا نہیں کیا تھا، بلکہ محض بدویانہ حیثیت سے رہتے تھے،

نابط کی اولاد — چونکہ مکہ کی سرزمین بالکل بے آب گیاہ تھی، اسلئے نابت کی وفات کے بعد ان کی اور

[1] سفر تکوین ۲۵-۱۳، [2] تاریخ طبری ص ۳۵۲ ج ۱، [3] سیرت ابن ہشام ص ۶۳ ج ۱،

اُن کے بھائیون کی اولاد عرب کے مختلف حصّون مین جاکر آباد ہوگئی[1] چنانچہ دوماہ، دومۃ الجندل مین، تیما، نجد مین، نافیش، وادی القریٰ مین، مسّا، حدر (حدو، قیدماہ، یمن مین، اور نابت کی اولاد عرب کے شمالی مغربی حصّہ مین مقیم ہوئی، لیکن قیدار بن اسماعیل اب تک مکہ ہی مین تھے،[2] لیکن جب مضاض جرہمی نے خانۂ کعبہ پر قبضہ کرلیا،[3] تو اُنھون نے بھی مکہ کی سکونت ترک کی، اور کاظمہ، غمر ذی کندہ، اور شغمین وغیرہ مین جابسے، اور اِس طرح حضرت موسیٰ کے اُس بیان کی تصدیق کی، جس مین اُنھون نے آل اسماعیل کی آبادی کی نسبت فرمایا ہے، کہ "وہ حویلاہ (یمن) سے شور، (شام) تک آباد ہوئے"[4]

ابناط اوپر گذر چکا ہے کہ نابت کی اولاد حجاز کے شمالی حصّہ مین مقیم ہوئی تھی، چنانچہ یہان اُنھون نے ایک زمانہ کے بعد حضرت مسیحؑ سے چار سو برس پہلے ایک حکومت قائم کی جو تاریخ میں دولۃ الانباط کے نام سے مشہور ہے، اِس حکومت کا پایۂ تخت حجر (پٹرا) تھا، جس کو یہودی "سلاع" [illegible] کہتے ہین، - سکندر اعظم کے زمانہ مین یہ حکومت اِس درجہ قوی تھی، کہ جب اُس نے ایران و مصر پر فوج کشی کی تو اسکی فوجین بھی رومی فوجون کے پہلو بہ پہلو لڑ رہی تھیں، انٹیگون، (Antigon) جانشین سکندر نے ۳۱۲ ق م مین اُس پر حملہ کیا لیکن شکست کھائی، اِس کے بعد ڈمیتریوس نے پٹرا کا محاصرہ کیا اور ناکام واپس ہوا،[5]

سنہ ۷۰ ق م مین نبطی حکومت نہایت پُرزور ہوگئی اور سبا کا اثر شمال سے اُکھاڑ دیا،[6] ۶۲ ق م مین حارث تخت نشین ہوا جو اُس حکومت کا سب سے بڑا بادشاہ گذرا ہے، اُس کے عہد مین اُس حکومت کے حدود، جنوب میں وادی القریٰ تک، شرق میں حدود عراق تک، اور مغرب مین جزیرہ نمائے سینا تک تھے، اسطرابواس (STRABO) نے نبطیون کا ملک اس سے بھی وسیع بتایا ہے، اور بائبل سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ قوم اپنے زمانہ مین نہایت مشہور اور زبردست تھی،[7]

---

[1] یعقوبی ص ۲۵۳ ج ۱، [2] الاخبار الطوال ص ۱۱، [3] طبری ص ۱۳۱ ج ۲، [4] تکوین ۲۵-۱۸،

[5] SHARPE.1.274 [6] ENCYCL S BRET VOL 11 P264 [7] اشعیا ۶-۷،

غرض دوسری صدی عیسوی کے اوائل تک نبطیون نے نہایت زور شور کے ساتھ حکومت کی، یہان تک کہ ۱۰۶ئہ میں ٹراگان شاہنشاہ روم نے ایک کثیر لشکر بھیجکر ان کو بالکل برباد کردیا، وسبحان من یرث الارض ومن علیہا!

ازد انباط کی طرح آل نابت کی ایک شاخ اور بھی ہے، جو کسی نامعلوم زمانہ مین یمن جاکر آباد ہوئی، ہماری مراد اس سے قبیلۂ ازد[1] یا اسد[2] ہے، جو نبت بن مالک کی اولاد مین تھا، چنانچہ حضرت حسانؓ کہتے ہیں

اما سألت فانا معشر نجب | الازد نسبتنا والماء غسان[3]
ونحن بنو الغوث بن نبت بن مالک | ابن زید بن کہلان واہل المفاخر[4]
من تلک عنا معشر الانس سائلا | فنحن بنو الغوث بن زید بن مالک[5]

اوپر گذر چکا ہے کہ اسماعیلیون کے چند خاندان، یمن میں مقیم ہوئے تھے، غالباً اسی زمانہ مین یا اس کے بعد یہ لوگ بھی یمن گئے ہون گے، چنانچہ ان کی اقامت کا سب سے پہلے مارب میں پتہ چلتا ہے، جب یہ خاندان وسیع ہوا تو قحط سالی یا دوسرے اسباب کی بناء پر مارب کو چھوڑنے کی ضرورت لاحق ہوئی، اس زمانہ مین جس خاندان کا رئیس عمرو بن عامر تھا، جو تاریخ عرب میں مزیقیاء کے لقب سے مشہور ہے، اور یہ تمام انصار و غسان کا مورث اعلیٰ ہے، چنانچہ اوس بن حارثہ پدر قبیلۂ اوس کہتا ہے[6]

تقربهم من آل عمرو بن عامر | عیون لدی الداعی الی طلب الوتر

حضرت حسان فرماتے ہیں،

ارونی سعوداً کالسعود التی سمت | بمکة من اولاد عمرو بن عامر[7]
الم تر ان اولاد عمرو بن عامر | لنا شرف یعلو علی کل مرتق[8]
بجفنة والقمقام عمرو بن عامر | واولاد ماء المزن وابنی محرق

[1] البنیۃ والاشراف ص ۲۰۲، [2] انساب سمعانی ص ۱۰۶، [3] سیرت ابن ہشام ص ۸ ج ۱، [4] یعقوبی ص ۲۰۳ ج ۱
[5] دیوان حسان ص ۷۷، [6] خلاصۃ الوفا ص ۸۲، [7] اصابہ ص ۶ ج ۲، [8] دیوان حسان ص ۱۲ و ۷۵،

حضرت اوس بن صامت کا شعر ہے[۱]

انا ابن مزیقیا عمرو وجدّی ابوه عامر ماء السماء

انصار کی تاریخ اسی کے زمانہ سے روشنی مین آئی ہے، چنانچہ اُس کے اور اُس کی اولاد کے مقاماتِ سفر نہایت تفصیل سے کتابون مین قلمبند ہیں، اور ہم انھیں کی مدد سے انصار کی تاریخ مرتب کرنا چاہتے ہیں،

عمرو نے اولاً مالک بن یمان اور قبیلۂ ازد کو لیکر مآرب[۱] سے کوچ کیا، نواح خولان[۲]، سرزمین عنس[۳] اور کشتِ زارِ صنعا[۴] میں قیام کرتے ہوئے ازال[۵] اور ہمدان[۶] مین مقیم ہوئے، چونکہ آدمیون کا ایک جمِ غفیر ساتھ تھا، اور اونٹ، گھوڑے، گائے، بکریان بھی بہ افراط تھین، اُس لئے اُن کو شاداب مقامون کی تلاش رہتی تھی، اور اُن کے آدمی اس مقصد کے لئے عرب کے مختلف حصّون مین گشت لگاتے تھے، جب پانی اور سبزی کا ذخیرہ ختم ہو جاتا اور کسی دوسرے مقام کی اطّلاع ملتی تو وہان روانہ ہو جاتے اور اُس جگہ کو چھوڑ دیتے تھے، ہمدانی لکھتے ہیں[۲]

فاقبلوا لا یمرون بماء الا انن فوه ــ یہ لوگ جہان جاتے تھے پانی کو صاف کر دیتے

ولا بکلأ الا اسحقوه .... ــ تھے اور گھاس کو چرا دیتے تھے،

غرض کچھ زمانہ تک ازال اور ہمدان میں ٹھہرنے کے بعد جب پہاڑون پر چڑھنے کی قوت پیدا ہو گئی، تو سہام[۱] اور رمع[۲] کی سمت سے پہاڑون پر چڑھ کر وادی ذوال[۳] مین اُترے اور قبیلۂ غافق کو شکست دی[۳]، اس کے بعد یہان سے نکلکر تہامہ یا غور کے اُس حصّہ مین قیام کیا جہان قبیلۂ عک کی آبادی تھی، یہ ایک تالاب تھا جس کا نام غسان تھا[۴]، قبیلۂ عک جو ایک اسمٰعیلی قبیلہ تھا یمن آکر آباد ہوا تھا، چنانچہ عباس بن مرداس عدنانی کہتا ہے[۵]

وعك بن عدنان الذين تلعبوا ــ بغسان حتى طردوا كل مطرد

عمرو بن عامر کے غسان پر مقیم ہونے کی شہادت حضرت حسان کے ایک شعر سے بھی ملتی ہے، وہ فرماتے ہیں[۶]

اما سألت فانا معشر نجب ــ الازد نسبتنا والماء غسان

---

[۱] استیعاب ص ۷۳ ج ۱، [۲] صفۃ جزیرۃ العرب ص ۲۰۷، [۳] ایضاً ص ۲۰۹، [۴] عقد الفرید ص ۲ ج ۲، [۵] سیرت ابن ہشام ص ۷ ج ۱، [۶] خلاصۃ الوفا ص ۸۲،

لیکن اِس کے قیام کا زمانہ مؤرخینِ عرب متعین نہیں کرتے، البتہ یونانی مؤرخین تعین کرتے ہین، چنانچہ بطلیموس نے سنہ ۲ء کے اواسط مین قبیلۂ غسان کا تذکرہ لیا ہے[۱]، اور یہ معلوم ہے کہ غسان اور مزیقیاء کوئی جداگانہ چیز نہیں[۲]

معارف ابن قتیبہ سے معلوم ہوتا ہے کہ عمرو نے اولادِ عک سے کسی قدر دُور سکونت اختیار کی تھی، لیکن جب وبا پھیلی اور عمرو نے انتقال کیا تو ثعلبہ بن عمرو نے جو عنقاء کے لقب سے مشہور ہے، عک کے رئیس شملقہ بن الجبات کے پاس کہلا بھیجا کہ ہمارے ہان کی آب وہوا خراب ہوگئی ہے، اِس لئے ہم تمہارے پاس آنا چاہتے ہین، اور چند روز ٹھر کر کہین اور چلے جائین گے، لیکن عک نے اس کو نامنظور کیا اور دونون قبیلون میں ایک خونریز جنگ چھڑ گئی، جس مین عک نے شکست کھائی، اور شملقہ مارا گیا، اب ثعلبہ کو غسان مین رہنے کا موقع تھا، لیکن جیسا کہ علامۂ ہمدانی نے لکھا ہے[۳]، عک کا تمام خاندان ان لوگون کا دُشمن ہوگیا تھا، اِس کے علاوہ جذع بن سنان جو خود ثعلبہ کا سپہ سالار تھا، سخت چالاک اور مکّار واقع ہوا تھا، اُس کی چالبازیون نے ثعلبہ کو اور بھی تکلیفین پہونچائیں جن کی وجہ سے وہ غسان سے کوچ کرنے پر بالکل آمادہ ہوگیا[۴]،

ثعلبۃ العنقاء، عمرو مزیقیا، کا سب سے بڑا لڑکا اور اوس وخزرج کا جدِ اعلیٰ ہے، حضرت حسان اِس کی نسبت فرماتے ہیں[۵]،

ولدنا بنی العنقاء وابنی محرق　　　فاکرم بنا خالا واکرم بذا ابن ما

اُس نے بلادِ عک سے نکلکر نجران مین اقامت کی اور یہان قبیلۂ مذحج سے جنگ ہوئی[۶]، اس کے بعد حجاز کا قصد کیا اور چلتے پھرتے مکہ کے قریب آکر فروکش ہوا، مکہ میں قبیلۂ جرہم آباد تھا، اس لئے ثعلبہ نے اُس سے سکونت کی اجازت طلب کی، اور کہلا بھیجا کہ "ہم جہان گئے وہان ہمارا نہایت تپاک سے خیر مقدم

۱ SPRINGER 42×52، ۲ خلاصۃ الوفاء ص ۸۲، ۳ صفۃ جزیرۃ العرب ص ۲۰۹، ۴ کتاب المعارف ابن قتیبہ ۵ دیوان حسان ص ۹۰، ۶ تاریخ یعقوبی ص ۲۳۲ ج ۱

ہوا ہے اِس بنا پر ہم تم سے بھی اِسی کے آرزومند ہیں، ہمکو چند روز مکّہ میں قیام کرنے دو جس وقت کوئی عمدہ اور پُر فضا مقام مِل جائے گا یہاں سے چلے جائیں گے ہمارے آدمی شام اور مشرق میں اِس غرض سے گئے ہوئے ہیں، لیکن جرہم پر اِن باتوں کا کچھ اثر نہ پڑا اور اُس کو ٹھکرانے سے صاف انکار کر دیا، ثعلبہ نے کہا اُب ہم ضرور ٹھہرینگے خواہ تم خوش ہو یا ناخوش، غرض تین دن تک لڑائی ہوئی جس میں جرہم نے شکست کھائی[۱] اور ثعلبہ نے مکّہ، طود یا سراۃ (عرفہ کا پہاڑ)[۱۲] سروم اور حدودِ طائف تک تمام مقامات پر قبضہ کر لیا[۲]

چونکہ یہاں کی آب و ہوا اِن لوگوں کے ناموافق تھی اِس لئے ایک ہی سال قیام کے بعد بخار میں مبتلا ہو گئے[۳] اور ثعلبہ مکّہ میں وفات پا گیا[۴] اب اِن قبائل کو دُوسرے مقامات تلاش کرنے کی ضرورت ہوئی، چنانچہ ثعلبہ کی اولاد مکّہ سے نکلکر ثعلبیہ[۱۳] اور ذی قار[۱۴] تک مقیم ہوئی، اور وہاں کے تالاب پر قبضہ کر لیا[۵] خزاعہ نے مکّہ ہی میں رہنا پسند کیا، اور تمام وادی مر (مر الظہران) پر اپنا تسلّط جما لیا، عوف بن ایوب انصاری سلمی کہتے ہیں[۶]

فلما ھبطنا بطن مر تخزعت خزاعة منا فی حلول کراکر

اسمٰعیل بن رافع انصاری کا شعر ہے[۷]

فلما ھبطنا بطن مکة احمدت خزاعة دار الآکل المتحامل

نصر بن ازد نے عمان اور بحرین میں اقامت کی، مالک بن فہم نے عراق کا راستہ لیا، اور جفنہ بن عمرو نے شام کی سکونت اختیار کی[۸] غرض اِس طرح یہ تمام قبائل، نجد، یمامہ، بحرین، عمان، عراق، حجاز اور شام تک پھیل گئے[۹]

اوس و خزرج — ثعلبیہ میں اِن قبائل کی جو شاخ قیام پذیر تھی، جب اُس کی تعداد میں اضافہ ہو گیا، تو وہ اِس مقام سے کوچ کر کے، یثرب کی سمت روانہ ہوئی، اور قریظہ، نضیر، خیبر، تیما، وادی القریٰ کے درمیان اقامت کی اور ان کا بیشتر حصہ یثرب[۱۵] میں اُترا[۱۰] اور صرار میں مقیم ہوا[۱۱]

یثرب میں اُس وقت یہودیوں کی آبادی تھی، جو بقول بعض حضرت سلیمان کے زمانہ یا ایک خیال کے

۱ خلاصۃ الوفا ص ۸۲، ۲ صفۃ جزیرۃ العرب ص ۲۱۰، ۳ خلاصۃ الوفا ص ۸۲، ۴ معارف ابن قتیبہ، ۵ معجم البلدان ص ۵۰ ج ۳ ابوالفدا ص ۱۰۱ ج ۱، ۶ سیرت ابن ہشام ص ۴۴ ج ۱، ۷ معارف ابن قتیبہ، ۹ صفۃ جزیرۃ العرب ص ۲۱۰ ۱۰ معجم البلدان ص ۴۹، ۵۰ ج ۲

۱۱ آغانی ص ۹۵ ج ۱۹،

مطابق بنوخذ نصر (بخت نصر) کی تباہی بیت المقدس کے بعد سے عرب مین آباد ہوئے تھے[1] اور یثرب اور اُس کے نواح پر قابض تھے، اوس وخزرج نے یہان قلعے، اور مکانات بناکر رہنا شروع کیا[2]، اور یہود سے جان ومال کی محافظت کا عہد وپیمان کرلیا اور عرصہ تک کچھ خراج دیتے رہے[3] لیکن جب اُن کی اولاد اور مال ودولت مین ترقی ہونے لگی تو یہودی خائف ہوئے کہ مبادا کہیں ہم پر غالب نہ آجائین، اوس وخزرج کو بھی یہ خیال دامن گیر ہوا کہ یہودی اِن کو جلا وطن نہ کردین، اِس بناء پر سخت کشمکش پیدا ہوئی، اور دونون قبیلے جنگ وجدل پر بالکل آمادہ ہوگئے،

مالک بن عجلان کے زمانہ مین جو اوس وخزرج کا سردار تھا[4] اور سالم بن عوف ابن خزرج کے خاندان سے تھا، فیطون، یہودیون کا سردار مقرر ہوا چونکہ وہ نہایت جابر اور بدباطن شخص تھا، اِس لئے مالک نے اُس کے ظلم واستبداد کی غسان کے ایک رئیس سے فریاد کی، غسانی رئیس جس کا نام ابوجبیلہ تھا ایک کثیر لشکر لیکر شام سے یثرب آیا، اور ذی حُرض نامی ایک مقام مین یہود کے تمام سردارون کو جمع کرکے قتل کرادیا، اُس وقت سے یہود کی قوت بالکل ٹوٹ گئی اور اوس وخزرج کا تمام یثرب پر تسلُّط ہوگیا، رمق بن زید خزرجی ابوجبیلہ کی تعریف مین کہتا ہے[5]

وابو جبیلة خیر من   یمشی واوفاہ یمینا

وابرہم برا واعلمہم بھدی الصالحینا

ابقت لنا الایام والحرب المھمة تعترینا

کبشاله قرن، یعض حسامه الذکر السنینا

اِس کے بعد یمن کا ایک تبع جس کا نام مسعودی نے ابن حسان بن کلیکرب[6]، اور طبری نے تبان اسعد ابوکرب بتایا ہے، یثرب سے گذرا، چونکہ یہان اُس کا ایک لڑکا مارا گیا تھا اُس لئے اس نے یثرب کے بالکل تباہ کردینے کا فیصلہ کرلیا، اوس وخزرج کے رئیس عمر ابن طلحہ نجاری کو خبر ہوئی تو مدافعت کے لئے آمادہ ہوا اور تبع سے چند لڑائیان ہوئین، لیکن ان ایام مین اوس وخزرج نے اُس کے ساتھ نہایت شریفانہ برتاؤ کیا تھا یعنی باایں‌ہمہ کہ برسرپیکار تھے، رات کو

۱ ENCYCLS. BNET. VOL. 2. P. 262.
۲ ابوالفداص ۹۸ ج ۱

اِس کی ضیافت کرتے تھے، وہ اُن کریمانہ اخلاق پر سخت متعجب تھا، اور اُن کی دل سے عزت کرتا تھا، اِسی اثناء میں یہود کے دو عالم اُس کے پاس گئے اور اُس نے یہودی مذہب قبول کیا، اور محاصرہ اُٹھا کر یمن چلا گیا، انصار کے ایک شاعر خالد بن عبد العزی نجاری نے اِس واقعہ کو نظم کیا ہے، وہ کہتا ہے

اصحا ام انتھی ذکرہ ۔۔۔ ام قضی من لذۃ وطرہ
ام تذکرت الشباب وما ۔۔۔ ذکرک الشباب او عصرہ
انھا حرب عیبۃ ۔۔۔ مثلھا اتی الفتی عبرۃ
فسلا عمران او فسلا ۔۔۔ اسد اذ یغدو مع الزھرۃ
فیلق فیھا ابو کرب ۔۔۔ سابغا ابدا نھا ذفرہ
ثم قالو امن یام بھا ۔۔۔ ابنی عوف ام النجرۃ
یا بنی النجار ان لنا ۔۔۔ فیھم قبل الاوان ترہ
فتلقتھم عشنقۃ ۔۔۔ مدھا کالغبیۃ النثرۃ
سید سامی الملوک ومن ۔۔۔ یغزہ عمرو لا یجد قدرہ

دوسرا انصاری کہتا ہے[لہ]

تکلفنی من تکالیفھا ۔۔۔ نخیل الاساویف والمنصعۃ
نخیلا حمتھا بنو مالک ۔۔۔ خیول ابی کرب المقطعۃ،

یہ واقعہ ہجرت سے تقریباً ۴۰۴ برس قبل کا ہے[۵۴]،

(بقیہ حاشیہ ص ۲۴) [۵۲] ابن اثیر ص ۴۹۲، [۵۳] معجم البلدان ص ۲۶ ۴ ج ۷، [۵۴] خلاصۃ الوفاص ۸۳ [۵۵] ابن اثیر ص ۳ ۴۹ ۲۴۳ ج ۱، [۵۶] مروج الذہب بر نفح الطیب ۵۷۵ ج ۱،

[لہ] طبری ص ۹۰۱ تا ۹۰۳ ج ۲، [۵۲] حمزہ ص ۱۲۴،

انصار کی شاخیں

گذشتہ بیانات سے معلوم ہوا ہوگا کہ انصار کے تمام خاندان دو شخصوں پر جا کر مل جاتے ہیں، جن کے نام اوس اور خزرج ہیں، یہ دونوں اگرچہ حارثہ (مزیقیا کے پوتے) کے بیٹے تھے، لیکن قیلہ کے بیٹے مشہور ہیں، جو ان کی ماں تھی، ابن حزم اور ابن کلبی کے نزدیک وہ عمرو بن جفنہ کی بیٹی تھی[۵۱] لیکن قبیلۂ قضاعہ کے لوگ اس کو اپنے قبیلہ سے بتلاتے ہیں[۵۲] بہر حال وہ دونوں صورتوں میں اسماعیلی تھی، پہلی صورت میں وہ جفنہ کی پوتی تھی جو عمرو مزیقیا کا بیٹا اور شاہان غسان کا پدر اعلیٰ تھا، اور عمرو کو ہم اسماعیلی ثابت کر چکے ہیں، دوسری صورت میں تو صاف ظاہر ہے کہ قبیلۂ قضاعہ حضرت اسماعیل اور معد بن عدنان کی اولاد تھا[۵۳]،

اوس و خزرج جہاں تک ہمیں معلوم ہے تین بھائی تھے، اور تیسرے کا نام ہدی تھا، اس کی اولاد بھی مدینہ میں موجود تھی، چنانچہ ابو زید عمرو بن اخطب کو بعض لوگوں نے اسی کی نسل بتایا ہے[۵۴]،

خزرج کے حالات کچھ معلوم نہیں، البتہ اوس کے کسی قدر معلوم ہیں وہ خطیب اور شاعر تھا، اس کے چند جملے محفوظ ہیں جو اس نے اپنی وفات کے وقت کہے تھے، کہتا ہے

لن یھلک ھالک ترک مثل مالک ان الذی یخرج النار من الزند[۵۵]
قادر علی ان یجعل لمالک نسلا ورجالا وسبلا، المنیۃ ولا الدنیۃ والنار ولا عار[۵۶]

اس کے اشعار یہ ہیں[۵۷]

فعل الذی اودی ثمود او جرھما سیعقب لی نسلا علی آخر الدھر
تقربھم من آل عمرو بن عامر عیون لدی الداعی الی طلب الوتر

اس میں کچھ اشعار الحاقی معلوم ہوتے ہیں، مثلاً

---

۵۱ خلاصۃ الوفا ص ۸۲، ۵۲ التنبیہ والاشراف ص ۲۰۴، ۵۳ حمزہ ص ۱۰۱، ۵۴ ابن ہشام ص ۸ ج ۱، ۵۵ اسد الغابہ ص ۲۰۴ ج ۵
۵۶ خلاصۃ الوفا ص ۸۲، ۵۷ کتاب الشعر والشعراء ابن قتیبہ ص ۴۴، ۵۸ خلاصۃ الوفا ص ۸۲،

اذا بعث المبعوث من آل غالب بمكة فيما بين زمزم والحجر
هنالك فابغوا النصرة ببلادكم بني عامر ان السعادة في النصر

فارسٹر صاحب نے حصن غراب (حضرموت) کے کتبون مین سے ایک کتبہ مین لفظ عوٓس کو اوس اور عوص (AWS) پڑھا ہے اور یہ لکھا ہے کہ یہ عرب کے خانہ بدوش خاندانون کا نام ہے[1] چونکہ اس نام کے عرب مین دو قبیلے ہیں عوص (عاد) اور اوس (یثرب) اس بناء پر یہ شبہ ہوتا ہے کہ اس سے کہیں وہ اوس تو مراد نہیں جو انصار مدینہ کا پدر اعلیٰ تھا،

اگر فارسٹر صاحب نے یہی سمجھا ہے تو ہمکو کہنا پڑتا ہے کہ اس مین انھون نے سخت غلطی کی، اولاً تو یہ کہ انصار کے مورثین مین عمرو بن عامر نے یمن سے ہجرت کی تھی اور اس وقت اوس وخزرج کا پتہ تک نہ تھا، دوسرے ان قبائل نے اپنی خانہ بدوشی کے زمانہ مین کبھی حضرموت مین سکونت نہیں کی، اور سب سے آخر یہ کہ یہ نام عوص بن ارم بن سام (پدر عاد) کا ہے، اور اس کے متعلق مسلم ہے کہ وہ مع اولاد حضرموت میں آباد تھا،[2]

غرض اوس وخزرج اور عدی کی اولادین یثرب مین رہکر خوب پھلی پھولین اور متعدد خاندانون مین تقسیم ہوگئین، جن کی تفصیل حسب ذیل ہے،

عدی اس کے نام سے کوئی جداگانہ شاخ نہیں، بعض لوگون کا خیال ہے کہ اس کی اولاد بھی اوس وخزرج مین ضم ہوکر انصار کہلاتی تھی اور اس کی وجہ یہ بیان کرتے ہین کہ عرب مین بھتیجا اپنے چچا کی شہرت کی وجہ سے اسی کا بیٹا مشہور ہوجاتا تھا،[3]

اوس کے صرف ایک بیٹا تھا جس کا نام مالک تھا مالک کے پانچ بیٹے پیدا ہوئے، جو مختلف شاخون کے مورث ہوگئے،

عمرو بن مالک مین ابتداءً دو شاخین ہوئین خزرج اصغر، اور عامر، عامر عمّان مین رہتے تھے اور چونکہ مدینہ مین ان کا ایک متنفس بھی نہ تھا اس لئے وہ انصار مین داخل نہیں، خزرج[4] مین کعب (ظفر) اور حارث مین

---

[1] جغرافیۂ عرب فارسٹر ص ۳۹-۴۳ ج ۲، [2] ابو الفداء ص ۹۷ ج ۱، [3] اسد الغابہ ص ۴۲ ج ۵، [4] خلاصۃ الوفاء ص ۸۳،

جشم اور حارثہ، اور جشم مین زعورا (اہل راتج) اور عبد الاشہل داخل ہین، انھین چارون بطون یعنی کعب (ظفر) حارثہ، زعورا اور عبد الاشہل کو نبیت کہا جاتا ہے،

عوف بن مالک میں عمرو اور زید (ابن مالک بن عوف) عمرو مین جو قبا مین رہتے تھے بہت سے بطون تھے جن مین مشہور یہ ہین، لوذان (بنو سمیعہ) عبید بن زید، ضبیعہ، معاویہ (ابن مالک بن عوف) حجبا (ابن کلفہ بن عوف) حبیب، بنو لوذان مین جو بنو سمیعہ کے نام سے مشہور ہین، لوذان عوف (پدر معاویہ و حجبا) اور ثعلبہ (ابن عمرو) داخل سمجھے جاتے ہین،

مرۃ بن مالک، مین سعد (اہل راتج) اور عامر، امر مین امیہ، وائل اور عطیہ، مالک بن اوس کے یہ تینون خاندان (عمرو، عوف، مرۃ) جادرہ اور اوس اللہ کے نام سے مشہور ہین،

امرء القیس بن مالک میں واقف اور سلم،

جشم بن مالک مین خطمہ (عبد اللہ)،

خزرج کے پانچ بیٹے تھے، عمرو، عوف، جشم، کعب، حارث، اُن کی اولاد حسب ذیل ہی:

عمرو بن خزرج اُس مین بنو نجار کی تمام شاخین شامل ہین، آنحضرت صلعم کے دادا عبد المطلب کا یہین ناہنال تھا، نجار سے دینار، عدی، مازن، مالک، مالک سے عمرو، غنم، عامر، (مبذول) عمرو سے عدی (بنو معاویہ) اور معاویہ، (بنو جدیلہ)

عُوف بن خزرج سے سالم، عمرو، قطن، قطن سے سائب، یہ لوگ عمان مین رہتے تھے، عمرو سے عوف اور غنم (قوقل)، عوف سے حبلی (مالک بن سالم، قبیلہ عبد اللہ بن ابی) اور عجلان،

جشم بن خزرج سے تزید اور غضب، تزید مین سلمہ، اور سلمہ مین مر اور غنم، اور غنم مین عبید، بن عدی سواد اور حرام، غضب سے عبد حارثہ، کعب، (بنو غدارہ) معاویہ، (بنو اجدع) عبد حارثہ سے زریق اور حبیب زریق سے بیاضہ اور زریق،

کعب بن خزرج سے ساعدہ، ساعدہ سے طریف، قشبہ، عمرو، ثعلبہ، طریف سے، وقش، عنان

ابوخزیمہ (خاندان سعد بن عبادہ)

حارث بن خزرج سے جشم، زید، عوف، عوف سے خدرہ اور خدارہ[۱]

چونکہ اوس، خزرج اور عدی میں تعداد اور غلبہ کے لحاظ سے خزرج کا نمبر سب سے بڑھا ہوا تھا اس لئے

ان قبائل کو عرب تغلیباً خزرج کہا کرتے تھے،[۲]

انصار کی آبادی

اوس و خزرج پہلے ایک ہی جگہ آباد تھے، لیکن جب ابوجبیلہ کی وجہ سے یہود کا زور ٹوٹ گیا، تو وہ

یثرب کے تمام نشیبی اور بالائی حصوں میں منتشر ہو گئے، اور اپنی علیحدہ علیحدہ آبادیاں قائم کرلیں، چنانچہ قبیلۂ **اوس**

میں سے عبدالاشہل اور حارثہ کا خاندان یثرب کے شرقی سنگستان میں آباد ہوا اور وہاں کئی قلعے تعمیر کئے جن میں سے ایک کا

نام واقم تھا، اور اُن کا محلہ بھی اسی نام سے مشہور تھا، انصار کا ایک شاعر کہتا ہے،

نحن بنینا واقـ ـما بالحرة　　　　بلازب الطین وبالاصرة

یہ قلعہ حضیر بن سماک کے قبضہ میں تھا،

اس کے بعد بنو حارثہ، عبدالاشہل کے پاس سے ہٹ کر ان سے شمال کی طرف رہنے لگے،

بنو ظفر (کعب بن خزرج اصغر) بقیع سے پورب طرف، عبدالاشہل کے پاس مقیم تھے، وہاں

انہوں نے اسلام لانے کے بعد ایک مسجد بنائی تھی جس کا نام مسجد بغلہ تھا، بنو زعور ابن جشم بھی یہیں سکونت کرتے تھے،

یہ چاروں خاندان نبیت کہلاتے ہیں جن کا مورث اعلیٰ عمرو بن مالک بن اوس کی اولاد میں تھا،

(۱) اس تمام تفصیل کے لئے دیکھو خلاصۃ الوفا ص ۸۲، ۸۵ تا ۸۹، عقد الفرید ص ۱۵ ج ۲، و معارف ابن قتیبہ ص ۲۶ و ۳۰، (۲) سیرۃ ابن ہشام ص ۴۴۲ ج ۲،

عوف بن مالک بن اوس، اُسکے خاندان مین بہت سی شاخین ہین جو سب کی سب قباء ہین آباد تھین، ان مین سے بنو ضبیعہ شقیف نامی ایک قلعہ مین رہتے تھے، جو احجار المراء اور مجلس بنی الموالی کے درمیان واقع تھا، کلثوم بن الہدم کا قلعہ عبداللہ بن ابی احمد کے احاطہ مین تھا، اور احیحہ ابن الجلاح جحجبی کا بھی ایک قلعہ تھا،

زید بن مالک بن عوف مین ۴ قلعے تھے اور صیاصی کے نام سے مشہور تھے، اُن کا ایک قلعہ مسجد قباء سے شرقی جانب مسکبہ مین بھی تھا، ایک جس کا نام مستظل تھا، چاہ غرس کے پاس تھا اور احیحہ کا تھا،

بنو جحجبا جیدے بنو ضبیعہ کے ساتھ رہ کر، مسجد قباء کے مغرب عصبہ مین چلے گئے، یہان احیحہ نے سفید پتھرون کا ایک قلعہ بنایا لیکن وہ گر گیا تو ایک مربع سیاہ قلعہ تیار کرایا، بنو محمد عباء اور جحجبا نے ہجیم نامی بھی ایک قلعہ تعمیر کیا تھا جو اس مسجد کے قریب واقع تھا جہان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار نماز پڑھی تھی،

معاویہ بن مالک پہلے قباء مین رہتے تھے، پھر بقیع الغرقد کے باہر رہے، وہان اُن کی مسجد اجابہ یادگار ہے

بنو سمیعہ (لوذان بن عمرو بن عوف) رکیح کے کوچہ کے پاس آباد تھے، اور سعدان نامی ایک قلعہ بنایا تھا،

واقف اور سلم (مالک بن اوس) مسجد فضیح کے پاس رہتے تھے، بعد مین سلم، عمرو بن عوف مین چلے گئے اور تقریباً ۱۹۹ برس وہین مقیم رہے، اور اُن کی آبادی نے اتنی ترقی کی کہ زمانہ جاہلیت ہی مین ایک ہزار جوان اُن مین موجود تھے،

جعادرۃ میں سے بنو وائل بن زید اپنے نام کی مسجد کے پاس جو مسجد قباء کے پورب ایک بلند مقام پر واقع تھی سکونت کرتے تھے،

اُمیہ بن زید عین سے مشرق طرف جہان مذینب کا پانی بھرتا ہے اور کھیت سینچے جاتے ہین، بود و باش رکھتے تھے

عطیہ بن زید بنو حبلی کے قریب رہتے تھے، اور شاش نامی ایک قلعہ بنایا تھا، مسجد قباء مین قبلہ رخ کھڑے ہونے پر یہ قلعہ بائیں ہاتھ کی طرف پڑتا تھا،

(۱) وفاء الوفاء ص ۱۳۳ ج ۲،

سعد بن مرۃ، راتج مین رہتے تھے،

خطمہ بن جشم، ماجشونیہ اور عرس کے پاس بود و باش رکھتے تھے، اور دور تک قلعے بنائے تھے، چونکہ یہ مقام شہر کے باہر اور نسبتاً کم آباد تھا، اس لئے جب اسلام کے زمانہ مین ان لوگون نے مسجد بنائی اور ایک شخص کو اس کی حفاظت کے لئے مقرر کیا تو روزانہ صبح اٹھ کر اس کی خیریت دریافت کرتے تھے، کہ کوئی درندہ تو نہین اٹھا لے گیا، اس کے بعد پھر ان کی اتنی کثرت ہوئی کہ اس بستی کا نام ہی غزہ پڑ گیا جو شام کا ایک نہایت آباد شہر ہے،

قبیلۂ خزرج میں سے، بنو حارث وادئ بطحان اور ترعہ صعیب کے مشرق جانب آباد ہوئے، ان کا محلہ حارث کہلاتا تھا، جشم اور زید پسران حارث نے اپنے قلعہ سنخ میں اقامت کی جو مسجد نبوی سے ایک میل ہے، اور مدینہ کے بالائی حصہ کی منزل اول ہے، خدارہ بن عوف بن حارث کا خاندان بازار مدینہ کے شمالی جانب، جرار سعد مین مقیم ہوا، خدرہ ابن عوف نے چاہ بصہ کے پاس اجرد نامی ایک قلعہ مین سکونت اختیار کی، یہ قلعہ ابوسعید خدری کے دادا کا تھا،

سالم اور غنم (عوف بن عمرو بن خزرج) مغربی سنگستان مین مسجد جمعہ کے پاس اترے، قواقل کا قلعہ انھین کا تھا، بنو حبلی (مالک بن سالم بن غنم) بنو نجار اور ساعدۃ کے درمیان ٹھہرے، ان کی آبادی کی پشت پر ایک قلعہ تھا جس کا نام مزاحم تھا اور وہ عبد اللہ ابن ابی بن سلول کی ملکیت تھا،

بنو سلمہ (جشم بن خزرج) مین بنو حرام مسجد قبلتین سے مزاد تک آباد ہوئے، ایک قلعہ بھی تعمیر کیا، جابر بن عتیک کی زمین مین بھی ان کا ایک قلعہ تھا، ان کی آبادی مین ایک چشمہ تھا جو حضرت جابرؓ کے دادا عمرو کے قبضہ مین تھا، امیر معاویہ نے اپنی خلافت کے زمانہ مین اس کی مرمت کرائی، بنو سلمہ نے آنحضرتؐ کے عہد مبارک مین مسجد نبوی کے قریب رہنا چاہا تھا لیکن آنحضرتؐ نے مدینہ کی ویرانی کے خیال سے منع کیا اور فرمایا، "تم کو وہان سے نماز کے لئے آنے مین زیادہ ثواب ملتا ہے"[1] حضرت عمرؓ نے اپنے ایام خلافت مین بنو حرام کو سلع

[1] صحیح بخاری ص ۲۵۳ ج ۱،

میں منتقل کرلیا اور یہاں اُنھوں نے ایک عالی شان مسجد بنائی،

بنو سواد (سلمہ) کی آبادی مسجد قبلتین سے ابن عبید دیناری کی زمین تک تھی، (مسجد قبلتین انھیں کی تھی) بنو عبید مسجد خربہ سے کوہ (دو خیل تک رہتے تھے، مسجد خربہ اور دو قلعے ان کی ملکیت میں تھے،

بنو بیاضہ، زریق، حبیب، غدارہ، اجدع (معاویہ بن مالک) مغربی سنگستان سے بطحان تک بنو سالم کے شمالی جانب رہتے تھے، اُن کے پاس بیس قلعے تھے، بعض کے نام یہ ہیں عقرب، سوید، لوی، شرارہ

بنو ساعدہ (کعب بن خزرج) نے چار جگہ سکونت کی، بنو عمرو اور بنو ثعلبہ بازار مدینہ کے شرقی اور شمالی حد تک آباد ہوئے، اُن کے دو قلعے تھے، ایک ابو دجانہ کے مکان کے پاس اور دوسرا مسجد بنو ساعدہ کے سامنے، مدینہ میں سب سے آخر یہی قلعہ تعمیر ہوا، بنو قشبہ ان لوگوں سے پورب جانب بنو جدیلہ کے قریب مقیم ہوئے، بنو ابی خزیمہ (سعد بن عبادہ کے خاندان) نے جرار سعد میں جو بازار مدینہ کے انتہائی حد پر واقع تھا سکونت کی، اور بنو وقش اور غنان مسجد الرایہ کے پاس (جرار سعد کے قریب) اُترے،

بنو مالک بن نجار میں سے بنو غنم، مسجد نبوی کے پورب طرف رہتے تھے اور ایک قلعہ بنایا تھا، جس کا نام فویرع تھا، مسجد نبوی انھیں کی تھی، بنو غالہ (عدی بن عمرو) مسجد سے مغربی جانب باب الرحمۃ کے پاس مقیم تھے، اُن کے قلعہ کا نام فارع اور جائداد کا بیرحا تھا، فارع حسان بن ثابت کے قبضہ میں تھا، بنو جدیلہ (معاویہ بن عمرو) مسجد کے شمالی اور شرقی جانب بقیع اور بیرحا کے قریب آباد تھے، ان کے قلعہ کا نام مشعط تھا جو مسجد ابی بن کعب کے پاس واقع تھا، بنو مبذول (عامر بن مالک) بنو غنم سے پورب طرف رہتے تھے،

بنو عدی بن نجار مسجد سے مغرب طرف آباد تھے لیکن حضرت انس رضؓ کا مکان باینہمہ کہ بنو عدی سے تھے مسجد سے شمال اور مشرق کی طرف تھا، اُن کے قلعہ کا نام زاہریہ تھا،

بنو مازن بن نجار، بنو زریق سے پورب طرف سکونت کرتے تھے، اِن کا محلہ ابو مازن کہلاتا تھا،[۱]

بنو دینار بن نجار بطحان کی پشت پر رہتے تھے[۱]۔

[۱] یہ تمام مضمون خلاصۃ الوفا باخبار دار المصطفٰی (ص ۸۵ تا ۱۹۱) سے ماخوذ ہے،

ایام الانصار

یعنی

انصار کی خانہ جنگیان

تبع کے بعد اوس وخزرج عرصہ تک متحد رہے، لیکن پھر خانہ جنگیون کا ایسا خطرناک سلسلہ شروع ہوا کہ اگر اسلام نہ آتا تو یہ قوم صفحۂ ہستی سے یقیناً نیست ونابود ہوجاتی، سید سمہودی خلاصۃ الوفا مین لکھتے ہین،

ثم وقعت بینھم حروب کثیرۃ لم یسمع فی قوم اکثر منھا ولا اطول ۹۴ھ

پھر اُنمیں اس قدر لڑائیان ہوئیں کہ کسی قوم مین ان سے زیادہ اور دیرپا جنگین نہیں سنی گئیں

لڑائیون کی ابتدا جنگ سمیر سے ہوئی اور تقریباً ایک سو بیس [۱۲۰] برس تک جاری رہکر جنگ بعاث پر اختتام ہوا جو ہجرت سے ۵ سال قبل واقع ہوئی تھی، اس طویل زمانہ مین خدا معلوم کتنے معرکے پیش آئے ہونگے لیکن ان مین سے جو زیادہ مشہور ہین، تاریخون مین اُنھیں کا ذکر آتا ہے، علامہ ابن اثیر ایک مقام پر فرماتے ہین[۱]

بینھما بین حرب سمیر نحو مائۃ سنۃ وکان بینھما ایام ذکرنا المشھور منھا وترکنا مالیس بمشھور، وحرب حاطب[۲] اخر وقعۃ کانت بینھم الا یوم بعاث..

حرب حاطب اور حرب سمیر مین تقریباً سو برس کا فرق ہے، اور ان دونون کے درمیان بہت سی لڑائیان ہوئی تھین جنمین سے ہم نے مشہور لڑائیون کو درج کیا ہے اور غیر مشہور کو چھوڑدیا ہے، اور حرب حاطب، بعاث کے ماسوا سب سے اخیر لڑائی تھی،

جس جنگ کو علامہ نے سب سے اخیر جنگ قرار دیا ہے اُس کی یہ حالت ہے کہ وہ بھی متعدد جنگون کا مجموعہ ہے[۲]، پھر ان تمام مشہور لڑائیون کی نسبت کیا کہا جاسکتا ہے جن کے ضمن میں بہت سی چھوٹی چھوٹی لڑائیاں پیش آئی ہونگی اور جن کو ہمارے مورخین نے قلم انداز کردیا،

---

[۱] ابن اثیر ص ۵۰۳ ج ۱، [۲] ابن اثیر ص ۵۰۴ ج ۱،

جنگ سُمَیر انصار کی سب سے پہلی جنگ، جنگِ سُمیر ہے، اِس کا سبب یہ ہوا کہ مالک بن عجلان سالمی کا کعب ذبیانی حلیف بنا تھا، ایک روز وہ بازارِ قینقاع مین پھر رہا تھا کہ ایک غطفانی کی آواز سُنی کہ "میرا گھوڑا وہ لے سکتا ہے جو یثرب کا سب سے بڑا شخص ہو"، کعب نے اپنے حلیف کی سفارش کی، کسی نے احیحہ بن الجلاح اوسی کا نام پیش کیا، اور بعضون نے ایک یہودی کی نسبت کہا کہ وہ مدینہ کا سب سے بڑا شخص ہے، اِس بناء پر گھوڑے کا مستحق وہی ہے، غطفانی نے گھوڑا مالک بن عجلان کو دیدیا، اِس پر کعب نے فخراً کہا، "کیون مین نہ کہتا تھا کہ مدینہ مین مالک سے بڑھکر کوئی نہین"، عمرو بن عوف کا ایک شخص جسکا نام سمیر تھا یہ گفتگو سُن رہا تھا، غصہ سے لال پیلا ہو گیا، اور گالیان دیتا ہوا چلا گیا، کعب دوسرے بازار مین جو قبا مین لگتی تھی، ایک مرتبہ گیا، تو چونکہ یہ عمرو بن عوف کا محلہ تھا سمیر نے موقع پا کر اُس کو قتل کیا، مالک بن عجلان کو خبر ہوئی تو اُس نے عمرو بن عوف کے پاس کہلا بھیجا کہ "قاتل ہمارے حوالہ کر دو"، عمرو بن عوف نے انکار کیا اور کہا "تم دیت لے سکتے ہو"، مالک نے اِس شرط پر منظور کیا کہ "دیت پوری دینا ہو گی"، چونکہ انصار مین حلیف کی دیت نصف دیجاتی تھی، عمرو بن عوف نے نہایت شدت سے انکار کیا، مالک کو اصرار تھا، اِس بناء پر لڑائی کی تیاریان ہوئین جس مین انصار کے تمام قبیلے شریک ہو گئے، دو مرتبہ نہایت معرکہ کا رَن پڑا، اخیر مین اوس نے فتح پائی اور مالک کو کہلا بھیجا کہ اِس جھگڑے کا فیصلہ منذر بن حرام نجاری (حضرت حسانؓ کے دادا) پر چھوڑ دینا چاہیے، منذر نے کہا کہ "اِس مرتبہ تم مالک کو پوری دیت ادا کردو آئندہ پھر اپنے قدیم دستور کے مطابق دینا"، دونون فریق نے اِس رائے کو پسند کیا اور دیت ادا کردی گئی، لیکن دلون مین جو غبار اور کدورت پیدا ہو گئی تھی وہ کسی طرح دفع نہیں ہو سکتی تھی، اِس لئے چند ہی روز کے بعد دوسری لڑائی کا افتتاح ہوا،

جنگ کعب بن عمرو کعب بن عمرو مازنی نے جو بنو نجار سے تھا، بنی سالم مین شادی کی تھی، اور اپنی سسرال اکثر آیا جایا کرتا تھا، احیحہ بن جلاح سردار حجبا (اوس) نے چند آدمیون کو اُس کے قتل پر آمادہ کیا، اور کامیابی حاصل کی کعب کے بھائی عاصم کو اطلاع ہوئی تو اُس نے حجبا کو اعلانِ جنگ دیدیا، اور رحابہ مین نہایت سخت

لڑائی ہوئی، جس میں جحجبا نے شکست کھائی، احیحہ بھاگ رہا تھا، عاصم نے اسکا تعاقب کیا اور ایک تیر مارا، چونکہ احیحہ قلعہ کے اندر جا چکا تھا، وہ تیر اس کے بھائی کے لگا اور وہ مر گیا، عاصم کو اب بھی چین نہ تھا، اسلئے احیحہ کی گھات مین لگا رہا،

احیحہ نے شبخون مارنے کی تجویز سوچی، سلمےٰ بنت عمرو اُس کی بیوی خاندانِ نجار سے تھی، اُس نے اس کا موقع پاکر اپنی قوم کو مطلع کر دیا، اور بنو نجار ہتھیاروں سے آراستہ ہو گئے، صبح اُٹھ کر احیحہ اور بنو نجار سے مڈبھیڑ ہوگئی، اور تھوڑی دیر لڑائی رہی، احیحہ کو سلمیٰ کی نسبت پتہ لگ چکا تھا، اس لئے خوب زدوکوب کی اور اپنے نکاح سے علیحدہ کر دیا،

جنگ سرارۃ | اُس کے بعد عمرو بن عوف اور حارث بن خزرج میں نہایت معرکے کی ایک لڑائی ہوئی، بنی حارث کے ایک شخص نے بنی عمرو کے ایک شخص کو قتل کیا تھا، بنی عمرو اُس کی فکر مین تھے، ایک روز موقع پاکر اس کو مار ڈالا، بنو حارث نے جنگ کا اعلان کیا، اور سرارۃ مین دونون فوجین جمع ہوئیں، اوس پر حضیر ابن سماک (حضرت اسیدؓ کے والد) اور خزرج پر عبداللہ بن ابی بن سلول افسر تھا، چار دن تک لڑائی ہوئی جس مین اوس ہزیمت اُٹھا کر واپس گئے،

جنگ حصین بن اسلت | حصین بن اسلت وائلی (اوس) اور قبیلۂ مازن بن نجار کے ایک آدمی میں کچھ جھگڑا ہوا اور حصین نے اُس کو قتل کر دیا، بنو مازن کو خبر ہوئی تو وہ اُس کے پیچھے دوڑے اور گھیر کر مار ڈالا، حصین کے بھائی ابو قیس بن اسلت نے بنو وائل کو اُبھارا اور تمام اوس اس کی حمایت پر کمربستہ ہو گیا، ادھر مازن کی طرف سے خزرج نے ساتھ دیا اور دونون قبیلے نہایت جوش سے لڑے اور بہت آدمی کام آئے، اخیر مین اوس نے شکست کھائی،

جنگ ربیع | ربیع ظفری (اوس) مالک بن نجار کے کسی آدمی کی زمین پر سے گذر رہا تھا، اس نے منع کیا لیکن ربیع نے نہ مانا اور اس کو مار ڈالا اسپر دونون قبیلے جمع ہو گئے اور ایسا کشت و خون ہوا کہ

کبھی نہ ہوا تھا، اسمین بنو نجار نے ہزیمت اُٹھائی،

جنگ فارع بنو نجار کے ایک شخص نے قبیلۂ قضاعہ (بلی) کا ایک غلام پایا تھا، جس کا چچا معاذ بن نعمان اوسی (والد حضرت سعدؓ) کے پڑوس مین رہتا تھا، ایک دن وہ اپنے بھتیجے کو دیکھنے آیا تو نجاری نے اس کو قتل کر دیا، معاذ نے کہا کہ "بنو نجار یا دیت دین یا قاتل کو میرے حوالہ کرین" بنو نجار نے انکار کیا، اور حضرت حسانؓ کے قلعہ فارع کے سامنے لڑائی ہوئی، چونکہ عبد الاشہل کا خیال تھا کہ دیت نہ ملنے کی صورت مین عامر بن اطنابہ کو قتل کرین گے، اور عامر خزرج کے ممتاز اشخاص میں تھا، اس لئے عامر نے دیت خود داکی اور دونون قبیلون مین مصالحت ہو گئی، عامر نے اس کے متعلق کچھ اشعار بھی لکھے ہین جو نہایت بہترین

جنگ حاطب اُس کو جنگ جسر بھی کہتے ہیں، جنگ سمیر کے تقریباً سو برس بعد ہوئی، حاطب بن قیس اوسی کے ہان قبیلۂ ثعلبہ (ذبیان) کا ایک شخص مہمان اترا تھا، ایک روز وہ بازار قینقاع مین گھوم رہا تھا کہ ابن فُسحم (یزید بن حارث خزرجی) نے ایک یہودی سے کہا "میں تم کو اپنی چادر دونگا تم اُس ثعلبی کو یہان سے نکالدو"، یہودی نے چادر لیکر اُس کو نہایت بُری طرح نکالا کہ تمام بازار نے اُس کی آواز سنی، ثعلبی نے اپنے میزبان کو پکارا اور کہا کہ "حاطب! تمھارے مہمان کی بڑی ذلّت ہوئی"، حاطب نے سنا تو آکر اس یہودی کا سر اڑا دیا، ابن فسحم کو معلوم ہوا تو حاطب کا تعاقب کیا، حاطب اپنے قبیلہ کے کسی شخص کے ہان چھپ گیا، لیکن ابن فسحم کو تسکین نہین ہوئی تھی، بنی معاویہ (اوس) کا ایک شخص چلا آ رہا تھا اس کو قتل کر دیا، اُس پر اوس و خزرج میں ایک بنو حارث بن خزرج کے پل پر ایک جنگ عظیم برپا ہوئی خزرج کا لشکر عمرو بن نعمان بیاضی کے تحت مین تھا، اور اوس کی زمام حضیر بن سماک اشہلی کے ہاتھ مین تھی، چونکہ ان لڑائیون کا چرچا مدینہ کی آس پاس کی تمام آبادیون مین پھیل چکا تھا، اس لئے عیینہ بن حصن اور خیار بن مالک فزاری مدینہ مین آئے ہوئے تھے کہ کسی صورت سے ان دونون قبیلون مین صلح ہو جائے، انھیں ایام مین یہ لڑائی پیش آئی، عیینہ اور خیار دونون میدان جنگ میں موجود تھے،

جس جوش و خروش سے دونون قبیلے معرکہ آرا ہوئے اُس سے معلوم ہوا کہ صلح ناممکن ہے، اس لڑائی مین میدان خزرج کے ہاتھ رہا، اُس کے بعد چند اور لڑائیان ہوئین جو درحقیقت اسی کا ضمیمہ تھین، چنانچہ

جنگ ربیع | سفح کے ایک گوشہ میں دیوار ربیع کے پاس اوس و خزرج مین ایک نہایت شدت کا معرکہ ہوا، علامہ ابن اثیر لکھتے ہین،

فاقتتلوا اقتتالا شدیدا حتی — یہ لوگ نہایت سخت لڑائی لڑے، یہانتک

کاد یفنی بعضهم بعضا — کہ ایک دوسرے کو فنا کر دینے پر بالکل تل گیا تھا،

جوش کا یہ عالم تھا کہ جب اوس شکست کھا کر بھاگے تو باایہمہ کہ یہ ان کے دستور کے خلاف تھا خزرج نے ان کے گھرون تک انکا پیچھا کیا، اس پر اوس نے امان چاہی لیکن بنو نجار نے امان دینے سے انکار کیا، اس کے بعد اوس قلعہ بند ہو گئے اور خزرج نے مصالحت منظور کی،

اِس معرکہ مین قبیلۂ خزرج مین سے سوید بن صامت، اور اوس مین سے ابن اسلت، اور صخر بن سلمان بیاضی زیادہ نمایان تھے،

جنگ بقیع | یہ لڑائی بقیع الغرقد مین ہوئی، ابو قیس بن اسلت وائلی اوس کی فوجون کا سردار تھا، اس مین اوس نے فتح پائی،

اِس کے بعد ابو قیس نے قبیلۂ اوس کو جمع کر کے کہا کہ مین جس قوم کا سردار ہوتا ہون وہ شکست کھا جاتی ہے اس لئے تم کسی اور شخص کو سردار منتخب کرو، چنانچہ سب نے بالاتفاق حضیر الکتائب اشہلی کو سردار لشکر بنایا، حضیر نے اپنے فرائض نہایت خوش اسلوبی اور ہوشیاری سے ادا کئے، چنانچہ جب قبا میں عرس کے پاس دونون قبیلون مین جنگ ہوئی تو محض حضیر کی تدبیر و سیاست کی بدولت اوس نے فتح حاصل کی، اُس کے بعد اس شرط پر صلح ہوئی کہ مقتولین کا شمار کیا جائے، جس کے زیادہ نکلین وہ منہا کرنے کے بعد باقی کی دیت لے لے، چنانچہ اوس کے ۳۔ آدمی زیادہ تھے، قبیلۂ خزرج نے دیت کے عوض رہن کے طور پر

اوس کو ۳ غلام دئے، اوس نے غلامون کو قتل کر ڈالا اور معاہدۂ سابق ٹوٹ گیا،

جنگ فجار اوّل خزرج کو اوس کی یہ پیمان شکنی حد درجہ ناگوار ہوئی، اور مدینہ کے باغات مین نہایت شدت کا رَن پڑا، خزرج کا سپہ سالار عبد اللہ ابن ابی ابن سلول اور اوس کا ابو قیس بن اسلت تھا، اس معرکہ مین قیس بن خطیم نے بڑی جانبازی دکھائی تھی، یہان پر یہ تبلادینا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ یہ جنگِ فجار اس کے علاوہ ہے جو کنانہ اور قیس مین برپا ہوئی تھی، اور جو تمام عرب مین مشہور ہے،

جنگ معبّس اور مضرّس مُعبّس اور مضرّس دو دیوارین ہین جن کی آڑ مین بالترتیب اوس اور خزرج نے چند دنون تک جنگین کین، اس مین اوس نے ایسی شکست کھائی کہ کبھی نہ کھائی تھی، یہان تک کہ ان کو گھرون اور قلعون مین چھپنے کے سوا اور کوئی چارۂ کار نہ رہ گیا، عمرو بن عوف اور اوس مناة نے جداگانہ صلح کرنا چاہی، لیکن عبد الاشہل اور ظفر نے انکار کیا اور کہا کہ "ہمکو خزرج سے پورا بدلہ لیکر مصالحت کرنا چاہئے،" خزرج کو معلوم ہوا تو اُنھون نے اشہل اور ظفر کو قتل و غارت کی دھمکی دی، جس کی وجہ سے اوس کا اکثر حصہ مدینہ چھوڑنے پر آمادہ ہو گیا،

اِدھر بنو سلمہ نے عبد الاشہل کی ایک زمین کو جس کا نام رعل تھا دوٹ لیا، اور دونون قبیلون مین لڑائی شروع ہو گئی، سعد بن معاذ رئیس قبیلۂ اوس کے سخت چوٹ آئی اور عمرو بن جموح خزرجی کے ہان اُٹھا لائے گئے، عمرو نے ان کو پناہ دی اور خزرج کو رعل کے جلانے، اور درختون کے کاٹنے سے منع کیا، چونکہ اوس لڑتے لڑتے اب بہت کمزور ہو گئے تھے، اس لئے اُنھون نے عمرہ کے بہانہ سے مکّہ کا قصد کیا اور یہان قریش سے حلف کا سلسلہ قائم کیا، ابو جہل موجود نہ تھا، اس کو معلوم ہوا تو قریش کے اس فعل کو برا کہا اور بولا تم نے اگلے لوگون کا قول نہین سُنا، "باہر کے آنے والے گھر والون پر تباہی لاتے ہین، اور جو دوسرون کو اپنے ہان بلا کر ٹھہراتا ہے وہ اپنا ملک کھو بیٹھتا ہے، یہ لوگ طاقتور اور کثیر التعداد ہین،" قریش نے کہا پھر اب حلف منقطع کرنے کی کیا صورت ہے؟ ابو جہل نے کہا یہ کام مین کئے دیتا

ہون، وہان سے اُٹھ کر اوس کے آدمیون کے پاس آیا اور کہا مین نے سُنا ہے کہ تم قریش کے حلیف بنے ہوئے ہو اور مین اس کو پسند کرتا ہون لیکن مشکل یہ ہے کہ ہماری لونڈیان بازار مین پھرتی ہین اور جو چاہتا ہے ان کو بازار مین مار پیٹ لیتا ہے، تم یہان اگر رہو گے تو جو حشر ہماری عورتون کا ہوتا ہے وہی تمھاری عورتون کا بھی ہوگا اگر تم یہ ذلت گوارا کر سکتے ہو تو خوشی سے آؤ، ورنہ حلف منقطع کردو" چونکہ انصار مین عدد درجہ غیرت موجود تھی اُس لئے سب نے انکار کیا اور حلف کو رد کر کے واپس آئے،

جنگ فجار ثانی قریش کی طرف سے مایوسی ہوئی تو اوس نے قریظہ اور نضیر سے حلیف بننے کی درخواست کی، خزرج کو معلوم ہوا تو اُنھون نے یہود کو اعلان جنگ دیدیا، یہود نے کہلا بھیجا کہ ہمکو یہ منظور نہیں، اور ضمانت کے لئے خزرج کے پاس ۴۰ غلام بھیجدئے اور معاملہ دب کر رہ گیا،

ایک دن زید بن فسحم خزرجی نے نشہ کی حالت مین چند اشعار پڑھے جن مین اُس واقعہ کا نہایت ذلت آمیز طریقہ سے ذکر کیا، یہود کو خبر ہوئی تو سخت غضبناک ہوئے اور کہا، ہم اتنے بے غیرت نہیں، یہ کہکر اوس کو اپنا حلیف بنالیا، خزرج نے سُنا تو چند غلامون کے علاوہ باقی سب کو قتل کر ڈالا، اور اوس یہود اور خزرج کے مابین ایک سخت لڑائی ہوئی،

بعض لوگون نے اُس کا اور سبب بیان کیا ہے اور بظاہر یہی قرین قیاس معلوم ہوتا ہے، کہ بنو بیاضہ کو رہنے کے لئے کوئی عمدہ جگہ نہ ملی تھی اُس لئے عمرو بن نعمان بیاضی نے اُن سے قسم کھا کر کہا کہ مین تم کو رہنے کے لئے قریظہ اور نضیر کے مقامات دلاؤن گا اور یا پھر اُن کے غلامون کو قتل کر ڈالون گا، چونکہ ان لوگون کی سکونت مدینہ کے بہترین حصہ مین تھی اُس لئے عمرو نے کہلا بھیجا کہ تم اُن مقامات کو ہمارے لئے خالی کردو، یہود نے اُس کو عملاً تسلیم کرلینا چاہا، لیکن کعب بن اسد قرظی نے کہا، تم اپنے گھرون کی حفاظت کرو، اور غلامون کو قتل کرنے دو، اس پر تمام یہودی متفق ہوگئے، اور عمرو کو جواب دیا کہ ہم اپنے گھرون کو نہیں چھوڑ سکتے، عمرو نے یہ دیکھ کر غلامون کے قتل کا فیصلہ کرلیا، عبداللہ بن ابی بن سلول

نے منع کیا اور کہا کہ یہ گناہ اور ظلم ہے، اور تم کو مین دیکھتا ہون کہ مقتول ہو کر چار آدمیون پر لدے چلے آرہے ہو، لیکن عمرو نے نہ مانا اور اُس کے قبضہ مین جتنے غلام تھے سب کو قتل کرا دیا، ابن ابی اور اُس کے طرف دارون کے پاس جو غلام تھے رہا کئے گئے، چنانچہ محمد بن کعب قرظی کا دادا اسلیم بن اسد انھین لوگون مین تھا

جنگ بعاث قریظہ اور نضیر اب خزرج کی مخالفت پر بالکل تل گئے، اور اوس کے ساتھ نہایت مستحکم عہد و پیمان کر کے لڑائی کا بندوبست کرنا شروع کیا، آس پاس کے یہودیون کو جنگ پر اُبھارا، اوس نے اپنے حلیف مزینہ سے مدد طلب کی اور ۴۰ روز تک جنگ کا سامان مہیا کیا، خزرج کو معلوم ہوا تو اُنھون نے بھی لڑائی کی تیاریان کین، اور اپنے حلفا اشجع اور جہینہ کو مدد پر آمادہ کیا، غرض اُس سر و سامان سے بعات کے مقام مین جو بنو قریظہ کے علاقہ مین شامل تھا، ایک نہایت خونریز جنگ ہوئی، جس مین اولاً تو اوس و خزرج نہایت پامردی سے لڑے لیکن پھر اوس نے ہمت ہار کر بھاگنا شروع کیا، یہ دیکھ کر حضیر الکتائب جو اوس کا سپہ سالار تھا گھٹنے ٹیک کر کھڑا ہو گیا، نیزہ کی نوک پیر مین چبھیدلی اور پکارا "ہائے! اونٹ کی طرح ہاتھ، پیر کٹ گئے، گروہ اوس! اگر تم مجھکو بچا سکتے ہو تو بچاؤ، خدا کی قسم! مین بغیر قتل ہوئے یہان سے نہ جاؤن گا" اُس آواز کا کان مین پڑنا تھا کہ عبد الاشہل کے دو لڑکے محمود اور یزید مدد کو پہونچ گئے، اور لڑ کر قتل ہوئے، ایک تیر عمرو بن نعمان بیاضی سردار خزرج کے لگا اور وہ وفات پا گیا، عبد اللہ بن ابی اُس جنگ مین بالکل ناطرفدار تھا، وہ لڑائی کی خبرین لینے گیا تو دیکھا کہ عمرو بن نعمان کی لاش چار آدمی اُٹھائے ہوئے چلے آرہے ہین، بولا ذق وبال البغی! یعنی اب اپنے ظلم کا مزہ چکھ! عمرو کے قتل ہونے سے خزرج کے قدم ڈگمگائے اور وہ میدان سے فرار ہونے لگے، اوس نے یہ سراسیمگی دیکھ کر تمام خزرج کو تلوار کے گھاٹ اُتارنا شروع کیا، اتنے مین ایک آواز آئی کہ "گروہ اوس! اپنے بھائیون کے قتل سے باز آؤ کیونکہ ان کا رہنا لومڑیون کے رہنے سے بہتر ہے"، اوسیون نے یہ سنکر ہاتھ کھینچ لیا، لیکن قریظہ اور نضیر کو یہ فقرہ باز نہین رکھ سکتا تھا، اِس لئے اُنھون نے لوٹ مار برابر جاری رکھی، اوس، حضیر کو میدان سے

زخمی اُٹھا لے گئے اور خزرج کے مکانات اور باغات مین آگ لگا دی، اِس موقع پر بنو سلمہ کے مکانات اور جائدادین سعد بن معاذ کی وجہ سے تمام آفتون سے محفوظ رہین،

جنگ بعاث، انصار کی مشہور جنگون مین سب سے آخری جنگ تھی، اور ہجرت سے ۵ سال قبل واقع ہوئی تھی، اِن لڑائیون کی بدولت انصار کے دونو قبیلے جس درجہ کمزور ہو گئے تھے، اُس کو حضرت عائشہؓ نے اِن الفاظ مین بیان کیا ہے، [1]

كان يوم بعاث يوم قدمه الله	جنگ بعاث کو خدا نے اپنے رسول کے لئے کر رکھا
عز وجل لرسوله فقدم رسول الله	تھا چنانچہ جب آنحضرتؐ آئے تو انصار کے معززین
صلعم وقد افترق ملؤهم وقتلت	متفرق اور رؤسا قتل ہو چکے تھے، اور انصار بہت
سرواتهم وجرحوا فقدمه الله لرسوله	خستہ اور نزار ہو گئے تھے، اِس لئے یہ دن خدا نے
في دخولهم في الاسلام	اپنے رسول پر انصار کے ایمان لانے کے لئے بھیجا تھا

حضرت انس، غیلان بن جریر اور دوسرے ازدیون کو یہ واقعات سُنایا کرتے تھے، اور کہا کرتے تھے کہ تمھاری قوم نے فلان فلان جنگ مین فلان فلان کام کئے [2]

انصار کی مشہور لڑائیون کے بعد اب ہم اُن کی چند غیر مشہور لڑائیون کا تذکرہ کرتے ہین، اور چونکہ انکا سنہ معلوم نہیں اُس لئے اِن کو کسی خاص ترتیب کے ساتھ نہین لکھ سکتے،

سید سمہودی نے انصار کی مشہور جنگون کے سلسلہ مین جنگ سرارہ کے بعد جنگ "دیک" [3] کا نام لیا ہے، اور دیک کے متعلق لکھا ہے کہ انصار کی ایک جگہ کا نام تھا، غالبًا یہ "دیک" نہین بلکہ "دریک" ہے جس کے متعلق یہ ثابت ہے کہ وہان اوس وخزرج مین ایک لڑائی ہوئی تھی [4] اور اگر ہمارا یہ خیال صحیح ہے تو یہ جنگ بنو خطمہ مین ہوئی ہو گی، کیونکہ ان لوگون کا سکونت گاہ یہین واقع تھا اور اِس مین ایک قلعہ بھی تھا، [5]

---

[1] صحیح بخاری ص ۵۴۲ ج ۱، [2] صحیح بخاری ص ۵۳۲ ج ۱، [3] خلاصۃ الوفا ص ۸۹، [4] وفاء الوفا ص ۲۰۶ ج ۲، [5] وفاء الوفا ص ۲۵۲ ج ۲،

تاہم علامہ ابن اثیر نے یوم الدریک کے عنوان سے کسی معرکہ کا ذکر نہیں کیا اور نہ کسی معرکہ کی نسبت یہ تصریح کی کہ وہ مقام دریک میں برپا ہوا تھا، اس بنا پر ہم "یوم الدریک" کو انصار کی غیر معروف جنگوں میں شمار کرتے ہیں،

یوم الدریک کے بعد انصار کی چند خانہ جنگیوں کا جستہ جستہ ذکر آگیا ہے، چنانچہ بنو حارثہ (اوس) اور عبدالاشہل میں ایک لڑائی چھڑی تھی، جس میں حارثہ نے بنو ظفر کے ساتھ ملکر عبدالاشہل کو شکست دی اور سماک بن رافع (حضرت اسید بن حضیر کے دادا) کو قتل کر کے عبدالاشہل کو بنی سلیم کے علاقہ میں جلاوطن کردیا، حضیر بن سماک نے بنی سلیم میں رہ کر زور و قوت پیدا کرلی تھی چنانچہ ان کو لیکر بنو حارثہ پر حملہ کیا اور فتح پانے کے بعد خیبر کی طرف بھیجدیا بنو حارثہ تقریباً سال بھر تک خیبر میں رہے، پھر حضیر کو خود رحم آیا اور ان کو مدینہ بلالیا اور صلح ہوگئی[1]،

یہ غالباً یوم السرارہ سے قبل کا واقعہ ہے،

احیحہ اور بنی عبدالمنذر میں بھی ایک خفیف سی جنگ ہوئی تھی، جس میں ان کا دادا مارا گیا تھا، اور احیحہ کو اپنا قلعہ جس کا نام واقم تھا، اس کی دیت میں دینا پڑا تھا[2]، بنو حجبا نے رفاعہ اور غنم کو بھی قتل کیا تھا، اور اس کی وجہ سے ان کو قبا کی سکونت ترک کرنا پڑی[3]،

واقف اور سلم میں بھی کسیقدر شکر رنجی پیدا ہوگئی تھی[4]

بنو سلمہ ایک زمانہ تک متحد ہوکر رہے اور امیہ بن حرام کو اپنا سردار بنایا لیکن پھر اس میں اور صخر بنی عبید میں جائداد کی بابت نزاع پیدا ہوئی، صخر تلوار لیکر مارنے اٹھا تو بنو عبید اور سواد درمیان میں پڑے اور امیہ کو بچالیا، امیہ نے نذر مانی کہ اس کو ضرور قتل کروں گا، لوگوں کو خبر ہوئی تو صخر کو لوالائے اور امیہ نے کچھ جائداد لیکر اسکا قصور معاف کردیا[5]،

بنو حبیب اور بنو زریق میں حبیب کے قتل سے مخالفت پیدا ہوگئی تھی، جس سے بنو زریق اپنے قدیم مکانات چھوڑ کر چلے آئے[6]،

[1] خلاصۃ الوفا، ص ۸۵، [2] ایضاً ص ۸۶، [3] ایضاً، [4] ایضاً، [5] خلاصۃ الوفا ص ۸۷، [6] ایضاً ص ۸۸،

بنوغدارہ، مالک بن غضب کے قبیلہ میں تعداد کے لحاظ سے بہت کم تھے، اور بایں ہمہ نہایت حریص واقع ہوئے تھے، اس بناء پر بنولبین یا بنواجدع میں ایک شخص کو مار ڈالا اور جب بات زیادہ بڑھی اور مقتول کے ورثہ دیت پر راضی نہ ہوئے تو ان لوگوں نے اپنے مکانات چھوڑ کر عمرو بن عوف میں سکونت اختیار کی[1]،

انھیں بنی مالک کی دو شاخوں میں میراث کے متعلق ایک جھگڑا ہوا تھا، جس کا یہ حشر ہوا کہ دونوں قبیلے بنو بیاضہ کے باغ میں گھس کر اس قدر لڑے کہ کشتوں کے پشتے لگا دئے، اور سب اسی جگہ لشکر رہ گئے، اس باغ کا نام اسی وجہ سے حدیقۃ الموت مشہور ہو گیا[2]،

ابن واضح کاتب عباسی نے بعض نام اور بھی لئے ہیں اور وہ یہ ہیں[3]،

(۱) یوم الصفینۃ: اس کے متعلق لکھا ہے کہ یہ سب سے پہلی جنگ تھی، ممکن ہے کہ صفینہ کسی مقام کا نام ہو اور جنگ سمیر جو انصار کی سب سے پہلی لڑائی شمار ہوتی ہے، وہیں ہوئی ہو،

(۲) یوم وفاق بنی خطمہ،

(۳) یوم الطم بنی سالم

(۴) یوم ابتروہ، ممکن ہے کہ اس سے حدیقۃ الموت کی لڑائی مراد ہو،

(۵) یوم الدار،

(۶) یوم بعاث ثانی: اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جنگ بعاث دو مرتبہ ہوئی،

---

[1] خلاصۃ الوفا ص ؟، [2] خلاصۃ الوفا ص ۸۸، [3] یعقوبی ص ۳۶، ۳۷ ج ۲،

انصار کا مذہب

ہمارے نزدیک چونکہ انصار، نابت بن اسماعیل کی اولاد میں اس لئے ابتداءً ان کا مذہب بھی وہی رہا ہوگا جو حضرت اسماعیلؑ اور اُن کی اولاد کا تھا، پھر جب عمرو بن لحی کے ذریعہ سے بت پرستی پھیلی تو وہ اسماعیلین کی طرح انہوں نے بھی اُس کو اختیار کیا ہوگا، چنانچہ واقعات حرف بحرف اِس کی شہادت دیتے ہیں، یمن کے زمانۂ سکونت میں تو کچھ پتہ نہیں چلتا، البتہ جب سے یثرب میں اقامت اختیار کی اُس کا حال کسی قدر معلوم ہے، خزرج اکبر سے چوتھی پشت میں نجار گذرا ہے جو بنو نجار کا مورث اعلی تھا، اس کا نام جیسا کہ تاریخوں میں مذکور ہے تیم اللات تھا[1]، لیکن بعد میں تیم اللہ ہوگیا، چنانچہ ابن ہشام اپنی سیرت میں بھی اخیر نام لکھتے ہیں، تو ممکن ہے کہ انصار کے مسلمان ہونے کے بعد بدلا گیا ہو، اور اِس قسم کی بہت سی نظیریں موجود ہیں، بنو سمیعہ جاہلیت میں بنو صماء کہلاتے تھے، لیکن آنحضرتؐ نے انکا نام سمیعہ رکھدیا[2]، قبیلے کے نام بدلنے کے ساتھ بہت سے اشخاص کے نام بھی تبدیل کئے تھے،

غرض تیم اللات کے نام سے معلوم ہوتا ہے، کہ انصار میں لات کی پوجا ہوتی تھی، انصار میں بعض قبائل اوس اللہ کہلاتے تھے، عجب نہیں کہ اوس اللہ بھی پہلے اوس اللات رہا ہو، اور اگر یہ صحیح ہے تو انصار میں بت پرستی چار پشت اور آگے بڑھ جاتی ہے، اور اس کی ابتدا متعین ہو جاتی ہے، کیونکہ اوس، عمرو بن لحی کا بھتیجا ہوتا تھا[3]،

مورخین عرب انصار کے بت کا نام مناۃ بتاتے ہیں جو بنطیون کا بت تھا اور جس کا ذکر قرآن مجید میں بھی آیا ہے،

وَمَنَاةَ الثَّالِثَةَ الْأُخْرَىٰ (سورۂ نجم)

اور تیسرے اخیر مناۃ،

---

[1] طبری ص ۱۵۰۸ ج ۲۔ [2] اسد الغابہ ص ۹۰ ج ۵ [3] یعقوبی ص ۲۹۵ ج ۱۔

یہ بت بنو اسماعیل میں سب سے پرانا تھا،[1] اُس کے بعد لات پوجا گیا ہے،[2] مناۃ، قدید میں سمندر کے ساحل سے متصل،[3] مشلّل نام ایک پہاڑ پر[4] نصب تھا، جو مدینہ سے سات میل ہے،[5] اُس کی اوس وخزرج اور غسّان پوجا کرتے تھے،[6] اُن کے علاوہ اور قبائل بھی اُس کو پوجتے تھے، مثلاً ہذیل، خزاعہ، ازدشنوہ،[7] اہل عمان، بنی کعب[8] اِس بناء پر یہ کہنا صحیح نہیں کہ اُس کو صرف انصار پوجتے تھے، یا انصار میں صرف اسی کی پوجا ہوتی تھی اور دوسرے بتوں کی نہیں ہوتی تھی، بلکہ جہانتک قرائن سے پتہ چلتا ہے مدینہ میں اور بھی بہت سے بت پوجے جاتے تھے، چنانچہ یاقوت نے لات کے تذکرہ میں لکھا ہے،

وکانت قریش وجمیع العرب یعظمونہا (ص ۳۱۰ ج ۷)، مناۃ کے متعلق بھی بعینہٖ یہی عبارت لکھی ہے، (ص ۶۸ ج ۸) اور عزیٰ کے حالات میں تو اُس مسئلہ کو بالکل صاف کر دیا ہے، چنانچہ فرماتے ہیں،

ولم تکن قریش بمکۃ ومن اقام بہا من العرب یعظمون شیئاً من الاصنام اعظامہم العزیٰ ثم اللات ثم مناۃ! (ص ۱۶۸ ج ۶)، اِس سے معلوم ہوا کہ ان بتوں کی پرستش کسی خاص قوم یا قبیلہ میں محدود نہ تھی، انصار کے بتوں کی نسبت، مورخ طبری نے ہجرت نبوی کے ضمن میں ایک مقام پر لکھا ہے، کہ حضرت علیؓ ایک مسلمان عورت کے ہاں جو بے شوہر تھی اور قبا میں رہتی تھی ایک دو رات مقیم ہوئے تھے، اثنائے قیام میں روزانہ رات کو دروازہ کھلتا اور وہ عورت باہر سے کچھ لاکر رکھتی، چونکہ اُس کے شوہر نہ تھا حضرت علیؓ نے پوچھا، رات کو دروازہ کیوں کھلتا ہے؟ بولی بات یہ ہے کہ میں بالکل لاوارث ہوں اُس لئے سہل بن حنیف رات کو اپنی قوموں کے بُت توڑتے ہیں اور خفیہ لاکر مجھکو دیجاتے ہیں کہ ان کا ایندھن بناؤں،[9] حضرت علیؓ پر سہل بن حنیف کے اُس فعل کا بڑا اثر پڑا،[10] اِس روایت سے معلوم ہوا کہ انصار کے گھروں میں لکڑی کے بت کثرت سے تھے،

بنو سلمہ میں عمرو بن جموح ایک نہایت ممتاز شخص تھا، جب معاذ بن جبل وغیرہ مسلمان ہوئے

---

[1] معجم البلدان ص ۱۲۰ ج ۸، [2] ایضاً ۳۱۰ ج ۷، [3] یعقوبی ص ۲۹۶ ج ۱، [4] معجم البلدان ص ۶۷ ج ۸
[5] ایضاً ص ۱۶۷، [6] طبقات ابن سعد ص ۱۰۶ ج ۲ قسم ۱، [7] معجم البلدان ص ۶۸ ج ۸ [8] زرقانی ص ۲۰۲ ج ۲، [9] طبری ص ۱۲۴۴ ج ۳،

تو اس کے بُت کو جس کا نام مناۃ تھا اور لکڑی کا تھا، اُٹھا کر پھینک آتے تھے، عمرو کے ماسوا تمام سر آوردہ لوگوں کے گھروں میں بُت موجود تھے[1]، اور مندروں میں جو بت موجود تھے اُن کا شمار ان کے علاوہ تھا، چنانچہ غنم بن مالک بن نجار کا ایک بُت خانہ تھا[2] جس میں بہت سے بُت تھے[3]، اور عمرو بن قیس اُس کا متولی تھا[4]، مذکورہ بالا قرائن کے باوجود کیا ان تمام بتوں کو مناۃ کی مورتیں فرض کیا جاسکتا ہے؟ علاوہ بریں انصار میں مختلف بتوں کے انتساب سے نام رکھا جاتا تھا، اور یہ خود ان کی متعدد بتوں کی پرستش پر دلالت کرتا ہے، تیم اللات کا ذکر اوپر گذر چکا، بنو جدیلہ (نجار)، کے مورثوں میں ایک شخص کا نام زید اللات تھا، جس کو ابن ہشام نے اپنی عادت کے مطابق زید اللہ لکھا ہے[3]، حضرت ابو طلحہؓ کے بزرگوں میں ایک شخص کا نام زید مناۃ تھا[4]، بنی ساعدہ میں جو خزرج اکبر کی اولاد تھے، ایک آدمی کا نام عبدود تھا[5]، حارث بن خزرج کے ایک شخص مسمّٰی بہ سفیان بن لبشر کا نام ابن ہشام نے سفیان بن نسر بتایا ہے[6]، ابو عقیل عبد الرحمٰن کا نام عبد العزیٰ تھا[7]،

ان تمام تصریحات سے معلوم ہوا کہ انصار میں مناۃ کے علاوہ اور بتوں کی پوجا یا کم از کم تعظیم کا خیال ضرور موجود تھا، ہمارے مورخین نے مناۃ کی جو تخصیص کی اُس کے یہ معنی ہیں کہ اُس بُت کی انصار کے دلوں میں زیادہ عظمت تھی، چنانچہ یاقوت نے لکھا ہے[8]،

ولم یکن احد اشد اعظاماً له من الاوس والخزرج	اوس و خزرج سے زیادہ کوئی قبیلہ مناۃ کی عزت نہیں کرتا تھا،

تعظیم کی وجہ ظاہر ہے، اور یہ خود مناۃ کے مادّہ میں موجود ہے، مناۃ منا سے نکلا ہے جس کے معنی تقدیر یعنی اندازہ کرنے کے ہیں، چونکہ انصار اُس کو قضا و قدر کا حاکم سمجھتے تھے اس لئے اُس کی حد درجہ تعظیم کرتے تھے اور اُس کی رضا جوئی کے لئے طرح طرح کی رسمیں ایجاد کر لی تھیں، مثلاً وہیں سے احرام باندھتے تھے، وہیں ہدی بھیجتے تھے، حج سے واپس آکر وہیں سر منڈواتے اور قربانی کرتے تھے،

[1] سیرت ابن ہشام ص ۲۴۰ ج ۱، [2] ایضاً ص ۹۵ ج ۱، [3] سیرت ص ۲۵۱ ج ۱، [4] تہذیب التہذیب ص ۱۴۲ ج ۳، [5] اصابہ ص ۱۳۹ ج ۶، [6] سیرت ص ۲۰۲ ج ۱، [7] اسد الغابہ ص ۲۵۷ ج ۵، [8] معجم البلدان ص ۱۶۹ ج ۸،

غرض انصار کا مذہب، عام اہلِ عرب کی طرح بت پرستی تھا، تاہم بعض بعض لوگ خدا پرستی کیطرف مائل تھے، اور اس کی مختلف صورتین اختیار کی تھین، چنانچہ بعض لوگ یہودی ہو گئے تھے[۱]، اور یہ خیبر کے یہود اور قریظہ اور نضیر کے میل جول کا نتیجہ تھا[۲]، یہودی مذہب نے انصار مین جو مقبولیت حاصل کی تھی اُس کا یہ اثر تھا کہ جب کسی عورت کے لڑکا زندہ نہ رہتا تو منت مانتی تھی کہ اگر اولاد پیدا ہوئی اور زندہ بچی تو اُس کو یہودی بنا دُن گی،، اس طرح انصار مین یہودی مذہب اختیار کرنے والون کی ایک خاصی تعداد ہو گئی تھی[۳]، جن مین قبائل عوف، نجار، حارث، ساعدہ، جشم، اوس، ثعلبہ داخل تھے[۴]، صرمہ ابو قیس[۵] سلسلہ بن برہام (بنو نجار مین) لبید بن اعصم (بنو زریق مین) کنانہ بن صوریا، (بنو حارثہ مین) اور قردم بن عمرو[۶]، (بنو عمرو بن عوف مین) ان قبائل کے مشہور اور سر برآوردہ یہودی ہین،

بعض لوگون نے حنیفی مذہب اختیار کر لیا تھا، چنانچہ ابو قیس صرمہ کے متعلق مذکور ہے کہ انھون نے یہودی مذہب اختیار کر کے چھوڑ دیا اور عیسائی بنا چاہا لیکن پھر اپنے گھر کو عبادت گاہ بنا کر گوشہ نشین ہو گئے اور کہنے لگے اعبد رب ابراھیم! مین ابراہیم کے خدا کی عبادت کرتا ہون،

ابو قیس صیفی بن اسلت بھی اسی مذہب مین داخل تھا[۷]،

بعض صرف توحید کے قائل تھے، اسعد بن زرارہ اور ابو الہیثم بن تیہان کا اسی مین شمار تھا[۸]،

بعض عیسائی ہو گئے تھے، ابو الحصین کے بیٹے انھیں مین شامل تھے[۹]، بعض ان کے علاوہ کسی اور مذہب کے پیرو تھے، سوید بن صامت انھین مین تھا، اور لقمان کی حکمتون پر عمل کرتا تھا[۱۰]،

بااینہمہ انصار کا ہر فرد مذہب ابراہیمی کے کچھ نہ کچھ احکام کا پابند تھا، حج بیت اللہ، قربانی، مہمان نوازی اشہر حرم کی عزت، فواحش کو برا سمجھنا، اور جرائم پر سزا دینا، یہ تمام باتین دین ابراہیمی کا جزو تھین اور انصار ان پر کاربند تھے،

---

[۱] ابوداؤد ص ۹ ج ۲، [۲] یعقوبی ص ۹۸ ج ۱، [۳] ابوداؤد ص ۹ ج ۲، [۴] سیرت ابن ہشام ص ۲۷۹ و ۲۸۰ ج ۱، [۵] اسد الغابہ ص ۸ ج ۵، [۶] سیرت ابن ہشام ص ۲۸۷ ج ۱، [۷] اسد الغابہ ص ۲۷۸ ج ۵، [۸] طبقات ابن سعد ص ۱۴ ج ۱ قسم ۱، [۹] اسد الغابہ ص ۲ ج ۵، [۱۰] اصابہ ص ۱۲۰۰ ج ۱، ۱۸

نماز کی ایک بگڑی ہوئی صورت انصار مین باقی تھی چنانچہ اِن کا ایک شاعر ابو قیس بن اسلت
حبشیون کی مکہ مین شکست پر، فرطِ مسرت سے کہتا ہے،

فقوموا فصلوا ربکم وتمسحوا ... بارکان ھذا البیت بین الاخاشب[۱]

حج کرتے تھے، اور اس کا یہ طریقہ تھا، کہ گھر سے چلتے وقت شناخت کے طور پر کھجور کی جڑین کاٹ کر دروازہ پر لگا دیتے تھے[۲]، اس کے بعد قدید جا کر منات کے سامنے نماز پڑھتے، پھر تلبیہ کہتے ہوئے مکہ آتے[۳]، تلبیہ یہ ہے لبیک رب غسان راجلہا والفرسان[۴]، مکہ مین منی کی گھاٹی کے قریب ٹھہرتے، صفا اور مروہ کا طواف کرتے[۵]، پھر حج کے تمام رسوم ادا کر کے واپس ہوتے اور قدید پہونچکر منات کے سامنے سر منڈواتے (مکہ مین سر نہین منڈواتے تھے) اور وہان چند روز قیام کرتے تھے، اس کے بغیر حج کو ناتمام سمجھتے، ہدی بھی نہین بھیجتے، اور نہین قربانی کرتے تھے[۶]، اس کے بعد گھر آتے اور مکانات مین دروازہ کے بجائے پشت کی کھڑکیون سے داخل ہوتے[۷]، اور جب تک محرم رہتے یہی کرتے تھے[۸]،

حج کے ایام مین شکار کھیلتے[۹]، لڑائیون کو موقوف کرتے اور دشمنون سے تعرض نہین کرتے تھے[۱۰]،

مکر و زور سے نفرت کرتے، چنانچہ ثعلبہ العنقاء کے متعلق اوپر گذر چکا ہے کہ محض جذع بن سنان کی مکاری کی وجہ سے غسان کی حکومت چھوڑ دی تھی[۱۱]،

مہمان نواز تھے، اور دشمنون تک کی ضیافت کرتے تھے، چنانچہ علامہ طبری نے لکھا ہے کہ جس زمانہ مین انصار اور تبع سے جنگ ہو رہی تھی انصار دن کو لڑتے اور شب کو اس کی ضیافت کرتے تھے[۱۲]،

عہد کو پورا کرتے اور اس کے لئے جان لڑا دیتے تھے، جنگ سمیر جو انصار کی پہلی لڑائی تھی، اسی کا نتیجہ تھی اور قبیلۂ ذبیان کے ایک شخص کی بدولت برپا ہوئی تھی[۱۳]، دشمنی اور مخالفت کی وجہ سے انکو

---

[۱] سیرت ابن ہشام ص ۳۰، ج ۱، [۲] ابن اثیر ص ۵۰۰، ج ۱، [۳] یعقوبی ص ۲۹۶ ج ۱، [۴] ایضاً ص ۲۹۷ ج ۱، [۵] طبقات ابن سعد ص ۱۴۹ ج اقسم ا، [۶] صحیح بخاری ص ۲۲۳ ج ۱، [۷] معجم البلدان ص ۶۸ ج ۸، [۸] صحیح بخاری ص ۶۴۹ ج ۲، [۹] یعقوبی ص ۲۹۹ ج ۱، [۱۰] صحیح بخاری ص ۲۴۵ ج ۱، [۱۱] ابن اثیر ص ۵۰ ج ۱، [۱۲] معارف ابن قتیبہ، [۱۳] طبری ص ۹۰۱، ج ۲،

ایک دوسرے کا غلام بنا پڑتا تھا[۱۱] لیکن وہ بدعہدی کے مقابلہ مین اِس ننگ کو گوارا کرتے تھے،

میدان جنگ سے اگر ایک گروہ شکست کھا کر فرار ہوتا اور اپنے گھر چلا آتا تو دوسرا گروہ تعاقب سے احتراز کرتا تھا،[۱۲]

اِن عمدہ باتون کے ساتھ ساتھ اِن مین بعض انتہا درجہ کی بداخلاقیان موجود تھیں، مثلاً وہ سوتیلی مان سے شادی کرتے تھے، اور یہ رسم آغازِ اسلام تک جاری تھی، چنانچہ جب ابوقیس بن اسلت کا انتقال ہوا تو اُس کے بیٹے نے اپنی سوتیلی مان کو نکاح کا پیغام دیا، وہ آنحضرتؐ کے پاس آئی تو آپ خاموش ہو گئے اور یہ آیت نازل ہوئی، ولا تنکحوا ما نکح آباؤکم من النساء، اِس قصہ کے راوی کا بیان ہے کہ یہ سب سے پہلی عورت ہے جو اپنے شوہر کی اولاد پر حرام ہوئی، اُس کا نام کبشہ بنت معن بن عاصم تھا،[۱۳]

آبائی جائداد مین بیٹیون کا کچھ حق نہ تھا، اولاد ذکور بھی جب تک نابالغ رہتی میراث کی مستحق نہین ہوتی تھی[۱۴]

اِن باتون کے علاوہ اُن کے عقائد مین چند اور باتیں بھی داخل تھیں، جن مین ایک جھاڑ پھونک بھی ہے، آنحضرتؐ کے زمانہ تک اس کے جاننے والے موجود تھے، چنانچہ طبرانی نے اپنے مسند مین لکھا ہے کہ جب آنحضرتؐ نے جھاڑ پھونک سے ممانعت فرمائی تو عمرو بن حزم نے کہ سانپ کے کاٹے کو جھاڑتا تھا آکر کہا کہ آپ منع فرماتے ہین حالانکہ مین اِس کا منتر جانتا ہون اور جھاڑتا ہون (یعنی اس ممانعت کی تعمیل کے باوجود نفس منتر کے جاننے اور اِس کام کے کرنے کا کیا کفارہ ہو سکتا ہے) آنحضرتؐ نے اُس سے منتر سنا تو فرمایا اِس مین کچھ ہرج نہیں، اُس کے بعد ایک دوسرا انصاری آیا، اور کہا مین بچھو کو جھاڑتا ہون آپ نے کہا کہ تم مین سے جو اپنے بھائی کو نفع پہونچا سکتا ہو پہونچائے،[۱۵]

اسلام لانے کے بعد بھی انصار مین جھاڑ پھونک کا رواج باقی تھا، چنانچہ صحیح بخاری مین

[۱۱] اسد الغابہ ص ۵۴۲ ج ۵، [۱۲] ابن اثیر ص ۴۰۲ ج ۱، [۱۳] اصابہ ص ۱۵۹ ج ۸، [۱۴] اسد الغابہ ص ۹۶ ج ۲، [۱۵] اسد الغابہ ص ۱۰۱ ج ۴

حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت آئی ہے کہ ان لوگون نے ایک سفر مین کسی قبیلے کے رئیس کو جسے بچھونے ڈسا تھا، جھاڑا تھا اور اس کے معاوضہ مین تین بکریان لی تھین[۱]

طہارت کا خیال حد درجہ تھا، تمام عرب طہارت مین ڈھیلے استعمال کرتے تھے، لیکن انصار ڈھیلوں کے ساتھ پانی بھی لیتے تھے، اسلام کے زمانہ مین ان کا یہ فعل نہایت مستحسن سمجھا گیا اور قرآن مین ان کی تعریف نازل ہوئی[۲]

مردون کو دفن کرتے تھے، اور بقیع الغرقد کو قبرستان بنایا تھا[۳]

ابن ہشام مین ایک موقع پر انصار کے عقائد کا ضمناً تذکرہ آگیا ہے، چنانچہ وہ کہتے ہین،

الاوس والخزرج اہل شرك يعبدون الاوثان لا يعرفون جنة ولا نارا ولا بعثا ولا قيامة ولا كتابا ولا حلالا ولا حراما

اوس و خزرج مشرک تھے بت پوجتے تھے، جنت دوزخ بعث و نشر، قیامت، کتاب، حلال اور حرام کو نہین جانتے تھے،

اس کے بعد آگے چل کر لکھتے ہین، کہ یہ لوگ قیدیون کا فدیہ، توراۃ کے بموجب دیتے تھے اور یہ یہود کی صحبت کا اثر تھا[۴]

جھاڑا تھا

---

[۱] صحیح بخاری ص ۳۰۴، ج ۱، [۲] سنن ابن ماجہ ص ۳۰، [۳] خلاصۃ الوفا ص ۲۶۳، [۴] سیرۃ ابن ہشام ص ۳۰۴ ج ۱،

انصار کا تمدن

اوپر گذر چکا ہے کہ نبطی، بنو اسماعیل میں سب سے زیادہ متمدن تھے، انصار کو چونکہ ہم نبطی الاصل سمجھتے ہیں اس لئے ہمکو دکھانا چاہئے کہ ان مین تمدن کا کہان تک اثر تھا؛ ذیل کے واقعات مین ہم اس سوال کا جواب دینا چاہتے ہین،

نظام اجتماعی

انسان چونکہ بالطبع مدنیت کا دلدادہ واقع ہوا ہے اس لئے وحشی قبائل بھی ایک نظام بنا کر اپنی زندگی بسر کرتے ہین، یہی وجہ ہے کہ ان قبائل مین بھی ایک شخص سردار ضرور ہوتا ہے، پھر جب تمدن پھیلتا ہے اور وحشت کم ہوتی ہے تو یہ نظام بھی وسیع ہوتا ہے اور اس مین متعدد شاخین پیدا ہو جاتی ہین،

انصار مین مازن بن ازد سے حارثۃ الغطریف کے زمانہ تک صرف سردارون کے نام نظر آتے ہین، عمرو بن عامر معروف مزیقیاء کے وقت مین سردار قبیلہ کیشیا ایک اور نام بھی معلوم ہوتا ہے (مالک بن یمان[۱]) لیکن یہ نہین پتہ چلتا کہ اس کی حیثیت کیا تھی؛ عمرو کے بیٹے ثعلبۃ العنقا کے عہد مین جب وہ عسایر مقیم تھا، عک سے نہایت خونریز جنگ ہوتی ہے، تو اس موقع پر ثعلبہ کی قوم ایک باقاعدہ فوج نظر آتی ہے، جو جذع بن سنان کے اشارون پر حرکت کرتی تھی، چونکہ جذع نے فوج کا تمام نظم و نسق اپنے ہاتھ مین لے لیا تھا، اس لئے مورخین اس کو سپہ سالار لکھتے ہین[۲]

غرض ثعلبہ کے وقت سے انصار مین دو عہدے قائم ہوئے، رئیس اور سپہ سالار، اور یہ دونون ایک زمانہ تک برقرار رہے، بلکہ بسا اوقات ایسا ہوا کہ رئیس ہی نے سپہ سالاری کی خدمت بھی انجام دی، چنانچہ مالک ابن عجلان خزرجی، اور عمرو بن طلحہ بخاری کے متعلق اسی قسم کے واقعات ملتے ہین،

اس وقت تک چونکہ انصار کے قبائل باہم متحد تھے، اس لئے ان مین رئیس ایک شخص ہوتا اور وہ عموماً قبیلہ خزرج سے ہوتا تھا، چنانچہ مدینہ کی سکونت کے زمانہ مین ہمکو رؤسائے انصار مین سے جس شخص کا

---

[۱] صفۃ جزیرۃ العرب ص ۲۰۷، [۲] کتاب المعارف ابن قتیبہ

نام سب سے قدیم ملا ہے وہ مالک بن عجلان ہی، جو سالم بن عوف بن خزرج کی اولاد تھا، سید سمہودی اُس کے نسبت لکھتے ہین[1]

وسودہ الحیان الاوس والخزرج — اُس کو اوس اور خزرج دونون نے سردار بنایا تھا،

مالک کے بعد ریاست خاندان سالم سے نکلکر خاندان نجار مین چلی گئی، چنانچہ تبع اور انصار سے جو جنگ ہوئی اُس مین عمرو بن طلحہ نجاری سپہ سالار افواج تھا جس کے متعلق علامہ طبری نے تصریح کی ہے کہ وہی اس زمانہ مین انصار کا رئیس بھی تھا[2]، اِن دونون روایتون سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ انصار کی ریاست جمہوری اُصول پر قائم تھی، ورنہ شخصی ہونے کی صورت مین رئیس صرف ایک خاندان سے ہوتا اور دوسرے خاندان مین انتقال ریاست کے وقت خانہ جنگیان پیش آتین، حالانکہ ایسا کبھی نہین ہوا،

لیکن جب انصار مین نزاع پیدا ہوئی تو ریاست دو حصّون مین منقسم ہوگئی، اُوس اور خزرج، اوس مین عبد الاشہل اور خزرج مین ساعدہ کا خاندان اپنے اپنے قبائل پر حکومت کرتا تھا چنانچہ آنحضرت کے زمانہ مین اوس کے سعد بن معاذ اور خزرج کے سعد بن عبادہ رئیس تھے[3]،

یہ تقسیم کچھ یہین تک محدود نہین رہی، بلکہ اِن دونون قبیلون مین جتنے خاندان تھے سب نے اپنے لئے علیحدہ علیحدہ رئیس تجویز کرلئے، چنانچہ قبیلۂ اوس مین سے جحجبا نے احیحہ بن جلاح کو سردار بنایا، خزرج مین بھی اِسی طرح تفریق ہوئی، بنو مازن بن نجار کی سیادت عاصم کو ملی[4]، بنو سلمہ نے اثہ بن حرام کو سردار بنایا[5]، اثہ کے بعد بنو سلمہ باہمی خونریزیون کی بدولت متفرق ہوگئے تھے، لیکن پھر جد بن قیس نے سب کو مجتمع کیا اور خود سردار بن بیٹھا، آنحضرت کے زمانہ مین بنو سلمہ کا یہی سردار تھا[6]،

جنگ بعاث کے بعد جب دونون قبیلون نے رنج ہوکر ہمت ہاردی تو پھر قدیم نظام پر عمل کرنے کا خیال پیدا ہوا، چنانچہ قبیلۂ خزرج مین سے ایک شخص عبد اللہ ابن ابی پر سب نے اتفاق کیا اور اُس کو

[1] خلاصۃ الوفا ص ۸۲، [2] طبری ص ۹۰۱ ج ۲، [3] صحیح بخاری ص ۵۹۰ ج ۲، [4] ابن اثیر ص ۴۹۵ ج ۱، [5] ایضاً، [6] خلاصۃ الوفا ص

یثرب کا رئیس بنانے کی تجویز پیش کی، صحیح بخاری میں حضرت سعد بن عبادہ سردار خزرج کے زبانی منقول ہے[۱]

لقد اصطلح اہل ھذہ البحیرۃ علی ان — اِس شہر کے باشندون نے اس (ابن ابی)

یتوجوہ فیعصبونہ بالعصابۃ...... — کو تاج پہنانے اور بادشاہ بنانے کا فیصلہ کر لیا تھا،

ابن ابی پر اتفاق کی وجہ یہ تھی کہ وہ فطرتاً امن پسند واقع ہوا تھا، چنانچہ جنگ فجار کے ضمن مین گذر چکا ہے کہ اُس نے عمر بن نعمان کو یہودی غلامون کے قتل سے منع کیا تھا[۲]، اِسی طرح وہ جنگ بعاث مین بھی بالکل الگ تھا[۳]، ایک موقع پر اُس نے انصار اور قریش کی جنگ کو بھی ٹالا تھا[۴]، لیکن ابھی تخت نشینی کی نوبت نہ آئی تھی کہ انصار نے اُسلام قبول کر کے آنحضرت[صلعم] کو دین و دُنیا کی حکمرانی کے لئے مدینہ بلایا اور ابن ابی کی ساری اُمیدین خاک مین مل گئین،

ریاست کیساتھ سپہ سالاری کا بھی یہی حشر ہوا، جب دونون قبائل مین جنگ کا آغاز ہوا تو ہر قبیلے کا سپہ سالار علیحدہ علیحدہ تھا، چنانچہ حضیر بن سماک[۵]، ابو قیس بن اسلت اور عمرو بن نعمان بیاضی مختلف جنگون مین دونون قبیلون کی طرف سے اُس منصب پر فائز ہوئے ہیں، اسلام سے پہلے قبیلہ اوس کا یہ عہدہ حضیر کے بیٹے اسید کو تفویض ہوا تھا[۶]،

امیر اور سالار لشکر کے عہدون کیساتھ انصار مین ایک ا اور اعزاز بھی تھا، یعنی بت خانہ کی تولیت اُسلام کے ابتدائی زمانہ مین اُس عہدہ پر عمرو ابن قیس نجاری، بنو نجار کی طرف سے مامور تھا[۷]، اور قبائل مین بھی کچھ لوگ رہے ہون گے لیکن ہم کو ان کے نام معلوم نہین،

نظام عسکری انصار نے چونکہ باقاعدہ ایک چھوٹی سی ریاست کی بنیاد قائم کی تھی اُس لئے ان کو ریاست کے تمام لوازمات رکھنے پڑتے تھے، مثلاً فوج، قلعے، دیوارین، قبرستان،

فوج کے متعلق یہ تصریح نہین کہ تعداد مین کتنی تھی، جہانتک قرائن سے پتہ چلتا ہے کوئی مخصوص

۱؎ صحیح بخاری ص۹۲۴ ج ۲، ۲؎ ابن اثیر ص۵۰۱ ج ۱، ۳؎ ایضاً ص۵۱۱، ۴؎ طبقات ابن سعد ص۵۰۳ ج ۱ قسم ۱، ۵؎ اسد الغابہ ص۹۲ ج ۱، ۶؎

۶؎ ص ۵۰۶، ۵۱۰ ج ۱، ۷؎ سیرت ابن ہشام ص ۲۲۵، ج ۱ ایضاً ص ۲۹۵

فوج نہ تھی بلکہ قبیلہ کا ہر شخص سپاہی ہوتا تھا جو وقت پر اپنے قبیلہ اور وطن کی طرف سے جان نثاری کے لئے بڑھتا تھا، چنانچہ بنو سلم (اوس) میں ایک زمانہ میں ہزار جوان موجود تھے[1]، بنو مالک بن غضب کی ابنی زریق کے علاوہ یہی تعداد تھی[2]،

لڑائی کے وقت صف بندی کا طریقہ نہ تھا، چنانچہ حضرت ابو ایوب رضؓ نے جنگ بدر میں صف آرائی کی نسبت بیان کیا ہے کہ "ہم لوگ جس وقت تیار ہوئے تو کچھ لوگ صف سے باہر نکل کر کھڑے ہوئے، آنحضرت ﷺ نے فرمایا میرے ساتھ رہو[3]"، انصار کی لڑائیون کے حالات پڑھنے سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ نہایت بے ترتیبی کیساتھ گتھ جاتے تھے، البتہ ہزیمت کے وقت یہ قاعدہ تھا کہ جب ایک فریق بھاگ کر اپنے محلہ میں چلا جاتا، تو دوسرا فریق تعاقب چھوڑ دیتا تھا، لیکن کبھی یہ قانون بھی ٹوٹ جاتا اور گھرون میں بھی پناہ نہ ملتی، اُس وقت دوسرا فریق قلعہ بند ہو جاتا تھا[4]،

جب آتشِ منافرت زیادہ بھڑکتی تو نہایت بے دردی کیساتھ قتل عام شروع ہوتا، مالک بن غضب کے دو قبیلے اِسی طرح اُڑ کر فنا ہوئے[5] کہ ایک رونے والا بھی اُن مین باقی نہ رہا جنگ بعاث مین اوس نے خزرج کی گردنون پر تلوار رکھی لیکن پھر باز آ گئے[6]،

فوج مین جو لوگ صرف حالات معلوم کرنے اور لڑائی دیکھنے کے لئے آتے اُن سے کوئی تعرض نہین کرتا تھا، جنگ جسر مین عیینہ اور خیار لڑائی کا نظارہ کر رہے تھے[7]، جنگ بعاث مین عبد اللہ ابن ابی گھوڑے پر چڑھ کر میدان کے اردگرد پھر رہا تھا اور حالات پوچھ رہا تھا[8]،

لڑائی کے لئے کوئی ایک میدان مقرر نہ تھا، بلکہ ہر قبیلے کا سکونت گاہ میدانِ جنگ کا کام دیتا تھا، کیونکہ قلعے ہر قبیلے اور ہر محلّے مین تھے کبھی کبھی قلعون کو چھوڑ کر باغون مین بھی لڑائی ہوتی تھی، قلعے نہایت کثرت سے تھے، اور ایک ایک قبیلے کے پاس متعدد تھے، مثلاً زید بن مالک کے پاس

۱؎ خلاصۃ الوفاء ص ۹۸، ۲؎ ایضاً ص ۹۸، ۳؎ مسند ابن حنبل ص ۴۲۰ ج ۵، ۴؎ ابن اثیر ص ۴۹۰ ج ۱، ۵؎ خلاصۃ الوفاء ص ۹۸، ۶؎ ابن اثیر ص ۵۱۱ ج ۱، ۷؎ ایضاً ص ۵۰۲ و ۵۰۳ ج ۱، ۸؎ ایضاً ص ۵۱۱ ج ۱،

۱۴ قلعے تھے[1] عبد الاشہل خطمہ کے پاس بھی چند تھے، اور بنو اجدع نے ۲۰ قلعے تعمیر کیے تھے[2]، اِن قلعوں کی مختصر فہرست یہ ہے،

نام قلعہ	مقام وقوع	کیفیت
۱- آل ساعدہ		
۱ اجم	ذباب	
۲ تیس	+	غسان کا تھا
۳ معرض	+	
۴ واسطہ	+	ابو خزیمہ کا تھا
۲- عبد الاشہل		
۵ رعل	+	
۶ عاصم	فقارہ	
۷ مسیر	+	
۸ داتم	+	
۳- خدرہ		
۹ اجرد	بصہ	
۱۰ واسط	+	
۴- انیف		
۱۱ اجش	قبا	
۱۲ ×	قبا	
۱۲ ×	״	
۱۴ نواحان	״	۴ قلعے تھے
۵ عبید		
۱۵ الطول	مسجد خربہ	۳ قلعے
۱۶ اعماد	مداد اور دخیل میں	
۱۷ جیس	+	
۶- حرام		
۱۸ اعماد	+	دیکھو عبید
۱۹ جاعس	مسجد فتح	
۲۰ مذاد	״	
۷- واقف		
۲۱ +	مسجد فضیح	
۲۲ ریدان	״	

[1] خلاصۃ الوفا ص ۸۶، [2] ایضاً ص ۸۸،

نام قلعه	مقام وقوع	کیفیت
۸- اوس		+
۲۳ +	جذمان	+
۹- سلم		
۲۴ خصی	مسجد قبا	
۱۰- حارثه		
۲۵ خصی	+	
۲۶ ریان	+	
۲۷ مربع	+	
۲۸ نیار	نیار	
۱۱- سواد		
۲۹ خیط	مسجد قبلتین	
۳۰ منیع	رر	
۱۲- زعوراء		
۳۱ راتج	راتج	
۱۳- زریق		
۳۲- ریان	+	
۱۴- نجار		
۳۳- زاہریہ	+	بنو عدی کا تھا
۳۴ عریان	+	نشر
۳۵ فارع	+	مغالہ
۳۶ فویرع	+	غنم
۳۷ مشعط	مسجد بلی	جدیلہ
۳۸ منیف	مسجد بنو دینار	دینار
۳۹ واسط	+	مازن
۱۵- جشم		
۴۰ سنح	سنح	
۱۶- سمیعه		
۴۱ سعدان	کبیح	
۱۷- بیاضه		
۴۲ سوید	جماضه	یہ قلعہ شاس کا تھا
۴۳ سراره	+	
۴۴ عقرب	روحا	
۴۵ عقبان	بسخہ	
۴۶ لوی	+	
۱۸- عطیه		
۴۷ شاس	مسجد قبا	

نام قلعه	مقام وقوع	کیفیت
۱۹- سالم		
۴۸- شماخ	"	
۴۹ قواقل	عصبه	
۲۰- ضبیعه		
۵۰ شنیف	قبا	
۲۱- زید بن مالک		
۵۱ صیاصی	قبا	۱۴ قلعے تھے
۲۲- جحجبا		
۵۲ ضحیان	عصبه	
۵۳ مستظل	چاه غرس	
۵۴ ہجیم	عصبه	
۲۳- خطمه		
۵۵ ضع ذرع	چاه ذرع	
۵۶ نفاع	چاه عماره	
۲۴- امیه بن زید		
۵۷ عذق	"	
۲۵- غنم		
۵۸ قواقل	عصبه	

نام قلعه	مقام وقوع	کیفیت
۲۶ جبلی		
۵۹ مزاحم	"	
۲۷- مالک بن عجلان		
۶۰ مزدلفه	مسجد جمعه	
۲۸- وائل بن زید		
۶۱ موجا	"	
۲۹- مجدعه		
۶۲ ہجیم	عصبه	
۳۰- نامعلوم قلعے		
۶۳ اشنف	مسجد خربه	
۶۴ بئر الہجیم	عصبه	
۶۵ بخرج	قبا	
۶۶ بعبع	"	
۶۷ بلجان	شجره	
۶۸ شبعان	شمغ	
۶۹ صرار	حره شرقیه	
۷۰ صیصه	قبا	
۷۱ عاصم	"	

نام قلعہ	مقام وقوع	کیفیت
۷۲ علاینہ	عصبہ	
۷۳ غرہ	قبا	مسجد قبا کا مینا اسی جگہ پر تھا
۷۴ قیاب	×	
۷۵ کلب	×	
۷۶ کسن حصین	مہراس (قبا)	
۷۷ کومۃ المدر	ثمغ	
۷۸ مرادح	قبا	
۷۹ واقم	"	۵ قلعے تھے
۸۰ شیخان	دالج	"
۸۱ ازرق	قناۃ	

قلعون کے علاوہ انصار نے جابجا دیوارین بنارکھی تھین، سیلاب کے ساتھ دشمنون کیلئے بھی مزاحم ہوتی تھیں، مدینہ کی سب سے بڑی دیوار وہ تھی جو شہر کے چارون طرف کھنچی ہوئی تھی، اور جس کو سور مدینہ کہاجاتا ہے[۱]، بنو بیاضہ کے محلہ مین ایک دیوار تھی، اس کا نام حامضہ تھا[۲]، بنی زریق نے بھی ایک دیوار بنائی تھی[۳]، ایک دیوار وہ تھی جو حرہ کی آتشزدگی مین جلی تھی[۴]، ایک دیوار کا نام ربیع تھا اور انصار کا ایک معرکہ یہین ہوا تھا[۵]، متعبس اور مفرس نامی بھی دو دیوارین تھین جن کی آڑ مین چند دنون تک انصار نے جنگ کی تھی[۶]، ان دیوارون، قلعون اور گنجان آبادی کی وجہ سے مدینہ نہایت مستحکم اور ناقابل تسخیر شہر بن گیا تھا، طبقات مین ہے[۷]،

کانَ سائر المدینۃ مشبکا بالبنیان	مدینہ اپنی گنجان آبادی کی وجہ سے گویا ایک
فھی کالحصن	قلعہ معلوم ہوتا تھا،

عبداللہ بن ابی کا قول ہے، فواللہ ماخرجنا منھا الی عدو لنا قط الا اصاب منا ولا دخلھا علینا الا اصبنا منھم[۸]: یعنی ہم نے جب مدینہ سے نکلکر مقابلہ کیا تو شکست کھائی اور جب یہین رہ کر لڑے تو ہمیشہ فتح ہوئی،

۱؎ خلاصۃ الوفا ص ۳۰۰، ۲؎ ایضاً ص ۱۰۲، ۳؎ ایضاً ص ۸۸، ۴؎ ایضاً ص ۳۶۹، ۵؎ ابن اثیر ج ۱ ص ۵۰۴، ۶؎ ایضاً، ۷؎ طبقات ابن سعد حصہ ۲ ج ۲ قسم ۱ ص ۱۱، ۸؎ بخاری ج ۲ ص ۵۹۱

آنحضرت صلعم نے اِسی استحکام کی وجہ سے مدینہ کو "درع حصینہ" مضبوط زرہ کہا ہے[۱]،

چونکہ انصار مین ہمیشہ خانہ جنگی رہا کرتی تھی، اُس نئے سوا مردون کے دفن کرنے کا عرب مین قدیم دستور بھی تھا، اِس لئے انصار نے مدینہ مین مختلف قبرستان بنائے تھے، ایک بنو ساعدہ کا قبرستان تھا جس پر بعد کو مدینہ کا بڑا بازار آباد ہوا[۲]، عبد الاشہل کا قبرستان بقبرہ کے نام سے مشہور تھا[۳]، بقیع الغرقد جو آج بھی نہایت مشہور قبرستان ہے پہلے ایک زرخیز خطہ تھا، درخت کاٹ کر قبرستان بنایا گیا، عمرو بن نعمان بیاضی اپنی قوم کے مرثئے مین کہتا ہے[۴]،

خلت الدیار فساد غیر مسوّد ۔ ومن العناء تفردی بالسودد

این الذین عھدتھم فی غبطۃ ۔ بین العقیق الی بقیع الغرقد

بنو سلمہ کا بھی ایک جداگانہ قبرستان تھا[۵]، بنو ظفر نے بھی ایک قبرستان بنایا تھا جو غرس کے طرف واقع تھا[۶]، اور بنو نجار کا قبرستان مسجد نبوی کی جگہ پر تھا چنانچہ جب آنحضرت صلعم مدینہ تشریف لائے تو قبرون کو اُکھڑوا کر مسجد کی بنیاد ڈالی[۷]،

سب سے اخیر ہمکو یہ دکھلانا چاہئے کہ انصار مین ہتھیارون کا کیا بندوبست تھا، اُس کے متعلق زیادہ تفصیل معلوم نہین صرف اِس قدر معلوم ہے کہ مدینہ مین رقم نامی ایک جگہ تھی وہان تیر بنتے تھے، یاقوت، رقم کے تحت مین لکھتے ہین[۸]،

موضع بالمدینۃ تنسب الیہ السھام الرقمیات ۔ یعنی رقم، مدینہ مین ایک جگہ ہے جہان کے تیر مشہور ہین

مدینہ مین یہود کے پاس بھی ہتھیار سازی کے آلات تھے اور وہ ہتھیار بنایا کرتے تھے[۹]، ممکن ہے کہ ضرورت کے وقت اُن سے بھی قیمتاً لے لیتے ہون،

نظامِ مذہبی انصار چونکہ صاحب مذہب تھے اور بتون کی پوجا کرتے تھے، اِس لئے اُنھون نے اپنی مذہبی عبادتگاہین بالکل جداگانہ بنائی تھین، اور قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ اِن مندرون مین بہت سے

[۱] طبقات ص ۴۱ ج ۲ قسم ۱، [۲] خلاصۃ الوفاء ص ۲۰۰، [۳] ایضاً ص ۲۰۴، [۴] ایضاً ص ۲۲۳، [۵] مسند ابن حنبل ص ۹۶ ج ۳، [۶] طبقات ص ۴ ج ۳ قسم ۱، [۷] صحیح بخاری ... [illegible]

بُت موجود رہتے تھے، جن مین سب سے قوی ہیکل مناۃ کا بُت ہوتا تھا، اُن مندرون کی نگرانی و اہتمام ہر قبیلا کا کوئی ممتاز اور مذہبی شخص کرتا تھا، چنانچہ بنو غنم بن مالک بن نجار کے مندر کا عمرو بن قیس نجاری متولی تھا،[۱] ایک عہدہ کاہن کا تھا اور ہر قبیلے مین ایک کاہن رہتا تھا جس کو حبشی زبان مین طاغوت کہتے تھے، حضرت جابرؓ کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ انصار مین بھی یہ عہدہ قائم تھا،[۲]

ابن ہشام مین ہے کہ جلاس بن سوید بن صامت وغیرہ اور بعض مسلمانون مین کچھ نزاع ہوئی، مسلمانون نے آنحضرتؐ کو حکم مانا تو اُن لوگون نے کہا کہ ہم حکام (حکام جاہلیت) سے فیصلہ کرائین گے[۳] اور حکام جیساکہ صاف تصریح آئی ہے یہی کاہن ہوا کرتے تھے (بخاری ص ۶۵۹ ج ۲)

انصار کے کاہنون کے نام ہمکو معلوم نہین، منافقین کے ذکر مین ایک شخص کا زوی بن حارث نام آیا ہے، یہ قبیلہ عمرو بن عوف سے تھا، اِس کو جب اس کے مسلمان بھائی نے مسجد سے نکالا تو یہ فقرہ کہا تھا غلب علیك الشیطان، یعنی تجھ پر شیطان غالب آگیا،[۴] اور چونکہ شیطان کاہنون کے پاس آیا کرتا تھا[۵] اس لئے یہ قیاس کچھ بیجا نہین کہ زوی انصار کا کاہن تھا،

انصار مین بُت پرستون کے علاوہ دیگر مذاہب کے لوگ بھی موجود تھے، لیکن چونکہ اِن کی تعداد بہت کم تھی اس لئے اِن کی کسی عبادت گاہ اور اُن کے مذہبی نظام کا کچھ پتہ نہین، قیاساً معلوم ہوتا ہے کہ وہ لوگ اپنے ہم مذہبون کے عبادت خانون مین جاکر عبادت کر لیتے ہون گے مثلاً جو انصاری، مذہب یہود کے پیرو تھے، وہ یہودیون کے گرجا مین جاتے ہون گے، جو عیسائی ہو گئے تھے، عیسائیون کے چرچ مین، وھلم جراً

نظارتِ نافعہ — مدینہ کے قُرب وجوار مین چونکہ بہت سے چشمے، وادی اور نہرین بہتی تھین، اس لئے انصار نے مدینہ مین جابجا بہت سے پل بنائے تھے، چنانچہ ایک پل بنو حارث بن خزرج کا تھا

۱؎ سیرت ابن ہشام ص ۲۹۵ ج ۱، ۲؎ صحیح بخاری ص ۶۵۹ ج ۲، ۳؎ سیرت ابن ہشام ص ۹۲ ج ۱، ۴؎ ایضاً ص ۲۹۶ ج ۱، ۵؎ بخاری ص ۶۵۹ ج ۲

اور یہاں اوس و خزرج مین جنگ بھی ہوئی تھی[۱]، ایک پل ذی ریش کے پاس تھا، اور ایک جسر[۲] بطحان کے نام سے مشہور تھا[۳]،

انصار پانی کی سبیلین بھی رکھتے تھے اور اس کو نہایت ثواب سمجھتے تھے، چنانچہ بنو دینا مین ایک سبیل تھی اس کا نام تقع تھا[۴]، اسلام لاکر حضرت سعد بن عبادہ سردار خزرج نے بھی ایک سبیل اپنی مان کے ایصال ثواب کے لئے رکھی تھی[۵]،

متفرقات

انصار اپنے نام پر اپنی آبادی کا نام رکھتے تھے، مثلاً ثعلبۃ العنقا نے جس جگہ قیام کیا تھا، اس کا نام ثعلبیہ تھا[۶]، مدینہ کے نواح مین ایک بستی کا نام روضۃ الخزرج تھا[۷] چنانچہ حفص اموی کا شعر ہے؛

فالمح بطن ناشی ہل تری الظعائن ۔ بالبارقیۃ او بروض الخزرج

مدینہ کے محلون مین بھی بعض محلے اپنے باشندون کے نام سے مشہور تھے،

انصار مین تاج پوشی کا رواج تھا، اور رئیس تاج کے ساتھ کچھ پیمان بھی استعمال کرتا تھا، حضرت سعد بن عبادہ نے ان دونون باتون کی طرف ایک حدیث مین اشارہ کیا ہے، چنانچہ فرماتے ہین؛

لقد اصطلح اہل ھذہ البحیرۃ علی	یعنی اس شہر کے باشندون نے یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ
ان یتوجوہ فیعصبونہ بالعصابۃ	اس ابن ابی، کو تاج پہنادین اور اس کے سلطنت
.. ..	کی پٹی باندھین، ....

امام ابن حجر عسقلانی لکھتے ہین[۹]؛

اولانہم یعصبون رؤسہم بعصابۃ	یعنی رئیس کو معصب کہنے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ
لاتنبغی لغیرہم یمتازون بھا	اس کے سر پر ایک پٹی علامت کے طور پر ہوتی تھی
	جو دوسرے نہیں باندھ سکتے تھے،

۱ ابن اثیر ص ۲۰۰ ج ۱، ۲ خلاصۃ الوفا ص ۸۸، ۳ ایضاً ص ۲۸۱، ۴ خلاصۃ الوفا ص ۲۶۳، ۵ مسند ص ۵ ج ۵، ۶ معجم البلدان ص ۱۲ ج ۳، ۷ ... ص ۱۸۳، ۸ ... ج ۲ ص ۹۲۴، ۹ ... ص ۳۸۲

علامہ عینی تحریر فرماتے ہین[1]

ای فیعمونہ لعمامۃ الملوک — یعنی پٹی باندھنے کا یہ مطلب ہے کہ اُس کے بادشاہون کا ساعمامہ باندھا جائے،

مہمات سلطنت مین شورہ کے لئے انصار نے ایک جداگانہ مکان تعمیر کیا تھا، جو سقیفہ بنی ساعدہ کے نام سے مشہور تھا[2]، یہ عمارت، سعد بن عبادہ سردار خزرج کے مکان سے متصل تھی اور اُنہین کی ملکیت سمجھی جاتی تھی، انصار مین گو باہم نہایت خونریز جنگین واقع ہوئی تھین، اور آپس مین سخت مخالفت تھی تاہم کہین نہیں پتہ چلتا کہ کسی زمانہ مین اُن کے دو دار الشوریٰ قائم ہو گئے تھے، یعنی اوس و خزرج نے اپنے مشورہ کے لئے کبھی علیحدہ علیحدہ عمارتین بنائی تھین، آنحضرت صلعم کی وفات کے بعد خلافت کی بحث اسی سقیفہ مین پیدا ہوئی تھی اور انصار کا اجتماع اسی جگہ ہوا تھا،

یہ عجیب بات ہے کہ انصار مین اُس قدر تمدن موجود ہونے کے باوجود عورتون اور مردون کی ضروریات کا کوئی بندوبست نہ تھا، ہجرت نبوی کے زمانہ اور اُس کے بعد جو کچھ حالت تھی اُس کو حضرت عائشہؓ نے ان الفاظ مین بیان کیا ہے[3]،

فخرجت مع ام مسطح قبل المناصع و هو متبرزنا.... وذالک قبل ان نتخذ الکنف قریبا من بیوتنا وامرنا امر العرب الاول فی التبرز قبل الغائط فکنا نتاذی بالکنف ان نتخذ ھا عند بیوتنا......

مین ام مسطح کے ہمراہ مناصع چلی جو ہمارے تبرز کی جگہ تھی.... اور یہ اس زمانہ کا واقعہ ہے جب طہارت خانے ہمارے مکانون کے قریب نہیں بنے تھے، اور ہماری حالت اُس معاملہ مین بالکل عرب قدیم جیسی تھی اور ہم اپنے گھرون مین طہارت خانے کا بنانا ناپسند کرتے تھے،

---

[1] عمدۃ القاری ص ۳۴۴ ج ۲، [2] صحیح بخاری ص ۳۲۳ ج ۱، [3] ایضاً ص ۵۹۰ ج ۲،

علامۂ عینی، مناصع کے تحت مین لکھتے ہین[١]

مواضع خارج المدینۃ کانوا یتبرزون فیھا .. مدینہ کے باہر چند مقامات ہین جہان لوگ تبرز کیلئے جاتے تھے

تاہم عرب مین جس قسم کا پردہ رائج تھا، عورتین اور مرد اُنکا پورا پورا لحاظ رکھتے تھے، اسی لئے عورتین تبرز کے لئے جاتین تو رات کو جاتی تھین، حضرت عائشہ فرماتی ہین[٢]

وکنا لا نخرج الا لیلا الی لیل .. اور ہم صرف رات کو تبرز کیلئے نکلتے تھے،

زراعت | انصار زراعت پیشہ تھے، اور یہ اُن کے نبطی ہونے کا اثر تھا، عرب کی آبادی دو حصون مین منقسم تھی، عرب حضر اور عرب بدو، بنو اسماعیل مین دونون قسم کے قبائل موجود تھے، نبطی اور قریش مکہ حضری عرب تھے، بخلاف اِس کے عرب کے دیہاتون اور جنگلون مین جو خاندان آباد تھے وہ بدویانہ زندگی بسر کرتے تھے، انصار چونکہ نبطی الاصل تھے، اس لئے ابتدا ہی سے حضارت کی طرف راغب تھے، چنانچہ یمن جاکر اُنھون نے اِس قدر باغات اور اراضی پیدا کی کہ اولاد قحطان مین بھی یمن کے حاکم ہونے کے باوجود کسی کے پاس نہ تھی،[٣] وہان سے نکلکر جہان جہان سکونت اختیار کی وہ تمام پرفضا اور زرخیز مقامات تھے،[٤] یثرب اگر بھی اُنھون نے اسی طریقہ پر بود و باش کی یعنی کاشتکاری کرتے تھے، جو تقریباً شمالی عرب کی تمام آبادی کا واحد ذریعۂ معاش تھا، چنانچہ یہود خیبر وغیرہ کے متعلق صحاح مین اِس قسم کی بہت سی تصریحین ملتی ہین،

ہم نے ابھی کہا ہے کہ انصار مین زراعت کا خیال نبطی الاصل ہونے کے سبب سے تھا، اس کے ثبوت مین کہ نبطی زراعت پیشہ تھے، ہم ذیل کی روایات پیش کرتے ہین،

عرب مؤرخین کو چونکہ نبطیون کا زیادہ علم نہیں، نیز وہ اُن کو اختلاف معاشرت اور لہجۂ زبان کے لحاظ سے غیر عرب سمجھتے ہین اِس لئے اپنی تاریخون مین نبطیون کا ذکر بہت کم کرتے ہین، تاہم "نبط" کا لفظ اُن کے ہان بھی بالکل نامانوس نہین، یاقوت لکھتے ہین[٥]،

[١] عمدۃ القاری ص ٢٣١ ج ٢، [٢] صحیح بخاری ص ٩٦٧ ج ٢، [٣] معجم البلدان ص ٥٥١ ج ٢، [٤] صفۃ جزیرۃ العرب ص ٨٠، [٥] معجم البلدان

اما النبط فکل من لم یکن راعیا او جندیا عند العرب .... یعنی نبط، عرب کے نزدیک ہر وہ شخص ہے جو چرواہا یا سپاہی نہ ہو........

اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ عرب کے نزدیک نبط کے مفہوم ہی مین متمدن زندگی داخل تھی، البتہ مورخین یونان نے سیاسی تعلقات کی بنا، پر نبطیون کے حالات زیادہ تفصیل سے بیان کئے ہین، ایک مورخ اِن کے مختلف حالات لکھ کر لکھتا ہے کہ[1]

"ملک کا بڑا حصہ سرسبز ہے،

اور یہ ظاہر ہے کہ ملک کی سرسبزی زراعت کے بغیر ناممکن ہے،

نبطیون کی زراعت کے ثبوت کے بعد اب انصار کی کاشتکاری کا حال سنو،

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہین[2]

وان اخواننا من الانصار کان یشغلهم العمل فی اموالهم — اور ہمارے انصاری بھائیون کو ان کی زمینون کا کام طلب علم سے باز رکھتا تھا،

حضرت رافعؓ بن خدیج کہتے ہین[3]

کنا اکثر اهل المدینة مزدرعا — ہم مدینہ میں سب سے بڑے کاشتکار تھے

حضرت انسؓ، حضرت ابوطلحہؓ کے متعلق بیان کرتے ہیں[4]

کان ابوطلحة اکثر انصاری بالمدینة نخلا — انصار مین ابوطلحہ سب سے زیادہ نخلستانون کے مالک تھے

اسی طرح اور بھی بہت سی جزئیات ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ انصار کلیتہً زراعت پیشہ تھے، اور چونکہ مدینہ فطرتاً ایک سیر حاصل مقام تھا اِس لئے وہان کی آبادی کے لئے کاشتکاری اور بھی ضروری ہو گئی تھی چنانچہ زراعت کے کثرت اور پیداوار کی صلاحیت کی وجہ سے مدینہ کے چہار طرف جھنڈ کے جھنڈ سیکڑون کھجور کے درخت

[1] GOLD MINES. P 228 [2] صحیح بخاری ص۲۲۳ ج۱، [3] ایضاً ص۳۱۳ ج۱، [4] ایضاً ص۵۴ ج۲،

نظر آتے تھے،"[۱]

چونکہ انصار بالکل بدوی اور وحشی نہ تھے بلکہ اُن مین کسی قدر تمدن بھی تھا، اُس لئے اُن مین زمین کی کاشت کے متعلق کچھ اُصول وآئین رائج تھے، مثلاً وہ جب تک یہود کے زیر اثر رہے، اُن کو باقاعدہ خراج ادا کرتے تھے،[۲] اِسی طرح جب خود مدینہ کے مالک ہوئے تو ہر خاندان کے حصہ مین کم وبیش زمین آئی، جن لوگون کے پاس زمین کم تھی وہ بڑے زمیندارون سے جوتنے بونے کے لئے کھیت لیتے تھے،[۳]

اِس زمانہ مین چونکہ مدینہ مین کوئی سکہ نہ تھا، اِس لئے کاشتکار کو زمین دیتے وقت یہ بتلا دیا جاتا تھا کہ کھیت مین اتنا حصہ تمھارا اور اتنا زمیندار کا حق ہوگا، اِس مین بسا اوقات کاشتکار کا نقصان ہوتا تھا، کیونکہ کبھی ایسا ہوتا کہ کھیت کے ایک حصہ مین پیداوار ہوتی اور دوسرا حصہ بالکل خالی رہتا، آنحضرتؐ نے یہ دیکھکر اُس بے رحمانہ رسم کو بالکل اُٹھا دیا،[۴]

مدینہ کی پیداوار مین چھوہارے سب سے زیادہ مشہور ہین، اور حقیقت یہ ہے کہ وہ جن افراط اور تنوع کیساتھ پیدا ہوتے تھے اُن کی نظیر عرب کے دوسرے خطون مین مشکل سے مل سکیگی چنانچہ بعض لوگون نے یہ تصریح کی ہے کہ وہان چھوہارون کی ایک سو بیس قسمین پیدا ہوتی تھین،[۵] قسمون کی یہ تعداد خواہ صحیح نہ ہو لیکن اِس مین شبہ نہین کہ کثیر یقیناً تھی،

تجارت | انصار کی سیرت مین یہ عنوان رتبۃً سب سے اخیر درجہ پر ہے، اِس لئے ہم بھی اُس کو اخیر مین لکھتے ہین، انصار تجارت بھی کرتے تھے اور اِس کے لئے خود مدینہ مین تمام سامان مہیا تھا، یعنی بازار موجود تھے، مدینہ مین یہودیون کے کئی بازار تھے جن مین قینقاع سب سے زیادہ مشہور رہے، انصار اُس مین جاتے تھے، یہ بازار سال مین کئی مرتبہ لگتا تھا، اور یہان عرب کے مشہور بازارون کی طرح شعرا جمع ہوکر اپنے اپنے اشعار سناتے تھے، چنانچہ حضرت حسانؓ اور نابغہ سے یہین ملاقات ہوئی تھی،[۶]

---

۱ خلاصۃ الوفا ص ۲۷۳، ۲ معجم البلدان ص ۲۶۲ ج ۷، ۳ صحیح مسلم ص ۱۰۷ ج ۱، ۴ صحیح بخاری ص ۳۱۲ ج ۱، ۵ زرقانی ص ۵۱۹ ج ۲، ۶ خلاصۃ الوفا ص ۲۸۱

لیکن انصار نے صرف اسی حد تک قناعت نہین کی، بلکہ اُنھون نے اپنے لئے یہودیون سے علیحدہ چند بازار قائم کئے، چنانچہ مدینہ کا سب سے بڑا بازار وہ تھا جو مہروز مین لگتا تھا[1] اور جس کے قریب بنو ساعدہ کی آبادی تھی[2]، ایک بازار قبا مین تھا اور غالباً عمرو بن عوف کا تھا، یہ بازار قینقاع کے بعد لگا کرتا تھا[3]، ایک بازار ام العیال نامی ایک چشمہ کے کنارہ لگتا تھا[4]، ایک بازار مسجد الرایۃ کے قریب تھا، یہ مدینہ کا قدیم بازار تھا، اور اُس کی پشت پر ثنیۃ الوداع کی پہاڑیان واقع تھین[5]، ایک بازار کا نام مزاحم تھا اور یہ اوائل اسلام تک لگتا تھا[6]، ایک بازار بقیع مین تھا[7]،

چونکہ مدینہ مین کوئی سکہ نہ تھا اِس لئے تجارت مین غالباً ایک چیز سے دوسری چیز کا تبادلہ کرتے ہون گے، چنانچہ چھوہارون کے متعلق بہت سی حدیثون مین اِس کی تصریح ملتی ہے، حضرت ابو سعیدؓ خدری فرماتے ہین[8]،

کنا نرزق تمر الجمع وهو الخلط من التمر	ہمکو اچھے بُرے ہر قسم کے چھوہارے ملتے تھے
وکنا نبیع صاعین بصاع	اور ہم بُرے چھوہارون کے دو صاع کو اچھون کے ایک صاع کے عوض فروخت کر ڈالتے تھے،

خرید و فروخت کے مختلف طریقے رائج تھے، ایک طریقہ یہ تھا کہ پھلون کو ۲-۳ سال کے لئے بلا وزن اور مقدار متعین کئے بیچ ڈالتے تھے، آنحضرت صلعم نے اِس کو اِس شرط پر جائز رکھا کہ وزن اور مقدار معلوم رہنا چاہئے[9]،

دوسرا طریقہ یہ تھا کہ خریدار چیز کے مالک کا دن یا رات کو کپڑا چھو لیتا تھا اور یہی بیع سمجھی جاتی تھی، تیسری صورت یہ تھی کہ بائع و مشتری دونون ایک دوسرے کی طرف اپنے کپڑے پھینکدیتے تھے، اور پھر گفتگو کی ضرورت نہ باقی رہتی تھی[10]،

---

[1] خلاصۃ الوفا ص ۲۰۰، [2] ایضاً ص ۲۰۰، [3] ابن اثیر ص ۹۹ ج ۱، [4] خلاصۃ الوفا ص ۲۰۲، [5] ایضاً ص ۲۶۷، [6] ایضاً ص ۲۹۸، [7] صحیح بخاری ص ۵۴۰ ج ۱، [illegible]

ایک صورت یہ تھی کہ چھوہارے درختوں ہی پر رہتے تھے اور اُن کا اندازہ کرکے اُس کے عوض
دوسرے پھل خریدے جاتے تھے، انگور بھی اسی طرح بیچتے تھے اور اُس کے معاوضہ مین کشمش لیتے تھے،
اُس کو مزابنہ کہتے ہین،[۹۱]

ایک طریقہ یہ تھا کہ کھیت کرایہ پر اُٹھائے جاتے تھے، اور مالک شرط کرلیتا تھا کہ نہرون اور نالیونکی
آس پاس کی زمین ہماری اور باقی تمھاری ہوگی،[۹۲] اس کو مخابرہ کہتے ہین، اور محاقلہ بھی[۹۳]
ایک صورت یہ تھی کہ خریدار موجود نہ ہوتا اور چیز اُس کے لئے رکھ لیجاتی اور اُس کی ملک سمجھی جاتی تھی[۹۴]
ایک طریقہ یہ تھا کہ مال خریدکر مشتری اسی جگہ فروخت کرڈالتا اور اُس سے جو دام ملتے وہ بائع کو دیتا[۹۵]
ایک صورت نقد لین دین کی تھی، اور یہ امرائے انصار کرتے مثلاً زید بن ارقمؓ، کعب بن مالکؓ،
ابو قتادہؓ وغیرہ،[۹۶] اُس کا یہ طریقہ ہوتا تھا کہ لوگ ایک مقررہ میعاد کے لئے چاندی اور سونا اُدھار لیجاتے تھے،
اور اُس کے معاوضہ مین چاندی، سونا دیتے تھے، آنحضرتؐ نے فرمایا یہ ہاتھون ہاتھ ہونا چاہئے، اُدھار نہین،[۹۷]
بعض انصار شراب کی تجارت کرتے تھے چنانچہ حضرت ابوسعیدؓ خدری سے روایت ہے کہ
آنحضرت صلعم نے ایک دن خطبہ مین فرمایا کہ خدا نے شراب کا ذکر کیا ہے اور اُمید ہے کہ اُس کے متعلق کچھ
نازل ہوکر رہیگا، اس لئے تم مین سے جس کے پاس شراب ہو اُس کو فروخت کرکے نفع حاصل کرلے، حضرت
ابوسعیدؓ فرماتے ہین کہ چند روز بھی نہ گذرے تھے کہ شراب کی حرمت نازل ہوئی، اور آنحضرتؐ نے فرمایا
کہ "اب اِس کے پینے اور فروخت کرنے کی قطعی ممانعت ہے،" چنانچہ لوگون نے شراب کو مدینہ کی
گلیون مین بہادیا،[۱۰۰]

اِن باتون کے بعد اب اِس ضمن مین چند حالات اور سُن لینے چاہئین، وہ خرید و فروخت مین کثرت

[۹۱] صحیح بخاری ص ۲۹۱ ج ۱، [۹۲] صحیح مسلم ص ۱۱، ج ۱، [۹۳] ایضاً ص ۱۴، ۶، [۹۴] صحیح مسلم ص ۶۰۳ ج ۱،
[۹۵] ہدایہ ص ۸۰ ج ۳، [۹۶] صحیح بخاری ص ۵۷۱، ج ۱، [۹۷] صحیح مسلم ص ۶۲۲ ج ۱، [۹۸] ایضاً ص ۶۲۴،
[۹۹] صحیح بخاری ص ۲۷۱ ج ۱، [۱۰۰] صحیح مسلم ص ۲۹ ج ۱،

سے قسمین کھاتے تھے، حضرت ابوقتادہؓ سے روایت ہی کہ آنحضرتؐ نے اس کو منع فرمایا،[1] بعض لوگ دھوکا دیتے تھے، چنانچہ حبان بن منقذؓ کے متعلق ہے کہ وہ اکثر دھوکا کھاتے تھے، آنحضرتؐ نے فرمایا کہ جب کچھ بیچو تو یہ کہدیا کرو کہ اس مین دھوکا نہ چلے گا اور مین چاہونگا تو ۳ دن مین اپنی چیز واپس لونگا،[2]

یہ روایت صحیح بخاری ، مسلم اور ابوداؤد مین بھی ہے، لیکن اس مین حبان کا نام نہین آیا ہے،

صنعت وحرفت | جہان تک قرائن سے پتہ چلتا ہے، انصار مین صنعت وحرفت کا بالکل رواج نہ تھا، یا تھا تو شاذ ونادر تھا، چنانچہ ابوشعیب انصاری کے متعلق مذکور ہے کہ انکا غلام قصاب تھا،[3] ایک انصاریہ کے غلام کو نجاری آتی تھی چنانچہ انھون نے آنحضرتؐ کے لیے اس سے ایک منبر بنوایا تھا، جو مسجد نبوی مین رکھا گیا، اس سے پہلے مسجد نبوی مین منبر نہ تھا،[4] فروہ بن عمرو بیاضی کا غلام ابوہند حجام تھا،[5]

تعلیم | انصار مین جہالت کی عمومیت کیساتھ چند تعلیم یافتہ لوگ بھی موجود تھے، جو عربی مین لکھ پڑھ لیتے تھے، چنانچہ اسلام کے اوائل مین حسب ذیل حضرات لکھنا جانتے تھے، سعد بن عبادہؓ، منذر بن عمروؓ، ابی بن کعبؓ، زید بن ثابتؓ، رافع بن مالکؓ، اسید بن حضیرؓ، معن بن عدی البلویؓ، بشیر بن سعدؓ، سعد بن ربیعؓ، اوس بن خولیؓ، عبداللہ بن ابی منافق، انمین زید بن ثابتؓ عربی کیساتھ عبرانی مین بھی خط وکتابت کرتے تھے، جو شخص کتابت کے ساتھ تیر اندازی اور تیراکی بھی سیکھتا اس کو کلمہ اور کامل کا خطاب دیا جاتا تھا، چنانچہ جاہلیت قدیم مین دو شخص ان کمالات کے جامع ہوئے تھے، سوید بن صامت اور حضیر کتائب،[6] اسلام کے زمانہ مین بھی رافع بن مالکؓ، سعد بن عبادہؓ، اسید بن حضیرؓ، عبداللہ بن ابی، اوس بن خولیؓ، انھین خطابات سے مخاطب تھے،

---

[1] صحیح مسلم ص ۱۴۶، [2] ہدایہ ص ۲۲ ج ۳، [3] صحیح بخاری ص ۲۷۹ ج ۱، [4] ایضاً ص ۲۸۱، [5] سیرت ابن ہشام ص ۱۷۳ ج ۱،

[6] فتوح البلدان ص ۴۷۹،

زمانۂ اسلام

انصار مین اسلام کی ابتداء

یہ بار بار لکھا جا چکا ہے کہ انصار ایام جاہلیت مین حج کرتے تھے، اور سالانہ مکہ آتے تھے، اس کے علاوہ باہمی خانہ جنگیون کے باعث ان مین جو کمزوری پیدا ہو گئی تھی اس کا یہ اثر تھا کہ یہود ان کو دابنا چاہتے تھے، اور مدینہ کو ان کے قبضہ سے نکال لینے کی فکر کرتے تھے، پھر خود اوس و خزرج مین اس قدر عناد پیدا ہو گیا تھا کہ اوس، قریش کے حلیف بننے کے لئے مکہ آئے تھے لیکن ابو جہل کی وجہ سے یہ تعلقات قائم نہ ہو سکے اور انکو ناکام واپس ہونا پڑا، یہ وجوہات تھے جن کی وجہ سے انصار کو مکہ آنا پڑتا تھا،

نبوت کے ابتدائی زمانہ مین انصار کی آمد و رفت مکہ مین برابر جاری تھی چنانچہ سب سے پہلے اہل مدینہ مین سے جس کو حامل وحی کی زبان سے دعوت اور قرآن مجید کی آیات سننے کا اتفاق ہوا وہ سوید بن صامت تھا، سوید قبیلہ عمرو ابن عوف مین ایک ممتاز آدمی تھا، اور چونکہ صحت جسمانی، شرافت نسب اور شاعری کا جامع تھا، اس لئے اس کے قبیلے والے اس کو عام عرب کی عادت کے مطابق کامل کے لقب سے پکارتے تھے، وہ حج یا عمرہ کی غرض سے مکہ آیا تو آنحضرت صلعم سے ملاقات ہوئی، اسلام کی تبلیغ سنکر بولا کہ "جو تمھارے پاس ہے وہی میرے پاس بھی ہے"، آنحضرت نے فرمایا، "تمھارے پاس کیا ہے؟" کہا "صحیفۂ لقمان" ارشاد ہوا "مجھ کو سناؤ"، اس نے کچھ سنایا تو آنحضرت نے خوشنودی ظاہر کی اور فرمایا "میرے پاس اس سے بھی بہتر چیز ہے اور وہ قرآن ہے"، اس نے قرآن سنا تو بہت پسند کیا، لیکن نتیجہ صرف اس قدر نکلا، کہ ابن ہشام کے قول کے مطابق

فلم یبعد منہ — وہ اسلام سے دور نہیں رہا

مکہ سے مدینہ واپس ہوا اور وہان خزرج نے اس کو قتل کر دیا، عمرو بن عوف کا گمان ہے کہ

وہ مسلمان مرا، یہ بعاث سے قبل کا واقعہ ہے[1]،

اِس کے بعد ابوالمیسر انس بن رافع، عبدالاشہل کے چند آدمیوں کو لیکر جن میں ایاس بن معاذ بھی تھے، قریش سے حلف قائم کرنے کے لئے مکہ آیا، آنحضرتؐ کو خبر ہوئی تو اُس مجمع کے پاس تشریف لائے اور اسلام کی دعوت دی، قرآن مجید کو سن کر ایاسؓ کہ ابھی کم سن تھے بول اُٹھے کہ "تم جس کام کے لئے آئے ہو، یہ اُس سے بہتر ہے"، ابوالمیسر نے یہ سُنکر ایاسؓ کے کچھ کنکریاں پھینک ماریں جس سے وہ خاموش ہو رہے، اور مدینہ پہونچکر وفات پائی، آنحضرتؐ کی اتنی دیر کی صحبت میں ایاسؓ نے اسلام کو جو کچھ سمجھا تھا وہ اُس سے ظاہر ہے کہ مرتے وقت وہ برابر تکبیر کہتے اور خدا کی حمد لوگوں کو سناتے رہے، اسی وجہ سے ان کے قبیلے کے لوگ ان کو مسلمان سمجھتے تھے[2]، اور بے شبہ وہ مسلمان تھے بھی، رضی اللہ تعالی عنہ

ابن واضح کاتب عباسی نے لکھا ہے کہ ایاسؓ اوسیوں کیساتھ آئے تھے، اور ان کے ہمراہ اسعد بن زرارہ بھی تھے، لیکن ہمارے خیال میں یہ اُنکی غلطی ہے، اوسی جس مقصد سے آئے تھے وہ یہ تھا کہ خزرج سے مقابلہ کرنے کے لئے قریش کے حلیف بنیں، اِس بنا پر وہ خزرج کے کسی آدمی کو اپنے ساتھ نہیں لاسکتے تھے، اور چونکہ اسعد بن زرارہ بنو نجار سے تھے جو خزرج کا ایک خاندان تھا اُس لئے ان کا ساتھ آنا کیونکر ممکن تھا؟ یہ صرف ہمارا قیاس نہیں ہے، بلکہ واقعات بھی اُس کی تائید کر رہے ہیں، جنگ بعبث اور مضرس میں جب اوس نے شکست کھائی تو قریش سے حلف کا تعلق قائم کرنے مکہ گئے تھے، لیکن کس طرح گئے تھے؟ اُس کا جواب ابن اثیر کی زبان سے سننا چاہیے[3]،

واظھروا انھم یریدون العمرۃ وکانت	اور انھوں (اوس) نے حلف کیلئے جاتے
عادتھم انہ اذا اراد احدھم العمرۃ	وقت ظاہر کیا کہ وہ عمرہ کی غرض سے جارہے ہیں

---

[1] سیرت ابن ہشام ص ۲۳۲ و ۲۳۳ ج ۱، [2] مسند ابن حنبل ص ۴۲۷ ج ۵، [3] ابن اثیر ص ۵۰۷ و ۵۰۸ ج ۱،

او النحل لم یعرض الیہ خصمہ و یعلق المعتمر علی بیتہ کرانیف النخل ففعلوا ذلک……	اور یہ اُن کی عادت تھی کہ جب کوئی حج یا عمرہ کی غرض سے جاتا تو دشمن اُس سے تعرض نہ کرتا تھا اور عمرہ کرنے والا اپنے دروازہ پر کھجور کی جڑین کاٹ کر لٹکا دیتا تھا چنانچہ اِن لوگون نے بھی جڑین لٹکائی تھین؂

جب اَوس و خزرج کی باہمی عداوتون کا یہ حال تھا تو پھر وہ ایسے اہم معاملہ مین دوسرے خاندان کے آدمی کو کیون کر ساتھ لا سکتے تھے ؟

اصل یہ ہے کہ ہمارے مورخ نے دو جداگانہ واقعات کو ایک واقعہ سمجھ لیا ہے، اور اِسی وجہ سے خلط مبحث ہو گیا ہے، چنانچہ اُنھون نے آگے چلکر لکھا ہے کہ "یہ تمام لوگ مسلمان ہو گئے تھے" حالانکہ جس جماعت مین ایاس تھے اُس مین سے ایک متنفس بھی مسلمان نہین ہوا اور خود ایاس نے بھی علانیہ اسلام کا اظہار نہین کیا، بلکہ کنکریان کھا کر چپ ہو رہے، اور سب کے ساتھ مدینہ واپس گئے،[۲]

ہمارے مورخ نے اِس واقعہ اور عقبۂ اولیٰ کی بیعت کو ایک سمجھ لیا، حالانکہ اِن دونون مین کم از کم ایک سال کا فصل ہے، عقبۂ اولیٰ مین اسعد بن زرارہ بے شک موجود تھے، لیکن اُسوقت ایاس بن معاذ کا پتہ تک نہ تھا کیونکہ وہ جنگِ بعاث مین فوت ہو چکے تھے،

اِس غلطی کی ایک وجہ اور بھی ہے، اِس امر مین اختلاف ہے کہ انصار مین سب سے پہلے کون صاحب مسلمان ہوئے ؟ بعض لوگون نے رافع بن مالک زرقی اور معاذ بن عفرا کا نام لیا ہے، بعض اسعد بن زرارہ اور ذکوان کو پہلا مسلمان سمجھتے ہین[۳] اور بعض جابر ابن عبداللہ بن رباب کو اولیت کا مستحق جانتے ہین[۴]، ابن واضح نے غالباً دوسری جماعت کا ساتھ دیا ہے، لیکن اُس سے اولاً تو اُن کا مقصد حاصل

[۱] یعقوبی ص ۳۸ ج ۲، [۲] سیرابن ہشام ص ۲۴۴ ج ۱، [۳] طبقات ابن سعد ص ۱۴۶ ج قسم ۱، [۴] زرقانی ص ۳۱۲ ج ۱،

نہیں ہوا یعنی یہ نہ لکھ سکے کہ اسعد بن زرارہ نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا، دوسرے اس خلط بحث کی وجہ سے کچھ ایسی پیچیدگیاں پیدا ہوگئیں جو قدیم مورخین کی تشویش واضطراب سے بدرجہا زیادہ خطرناک ہیں،

بیعت عقبۂ اولی

یہ بیعت درحقیقت انصار میں اشاعت اسلام کا دیباچہ تھی، آنحضرت ابتداءً اسلام کی نہایت مخفی طور پر اشاعت کرتے تھے، لیکن جب اس پر بھی مشرکین کا بغض وعناد بڑھتا گیا اور اسلام کی ترقی کی راہ میں رکاوٹیں پیدا ہونے لگیں تو آنحضرتؐ نے توحید کا وعظ علی الاعلان شروع کر دیا اور مجنہ، عکاظ اور منا وغیرہ میں جاکر عرب کے دیگر قبائل کے سامنے دین الٰہی کی منادی شروع کی، اور اپنے کو ان کے وطن چلنے کے لئے پیش کیا، لیکن بار بار کی تکرار کے باوجود کچھ نتیجہ نہ نکلا چنانچہ آپ اس عرصہ میں جن جن قبائل کے پاس تشریف لے گئے ان کے نام یہ ہیں،

عامر بن صعصعہ، محارب، فزارہ، غسان، مرہ، حنیفہ، سلیم، عبس، نضر، بکا، کندہ، کلب، حارث ابن کعب، عذرہ، حضارمہ[1]

لیکن جب خدا کو اپنے دین کو غالب، آنحضرت صلعم کی مدد اور آپ سے جو کچھ وعدے کئے تھے ان کے پورا کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی تو اس نے آنحضرتؐ کو انصار کے خیموں میں پہونچا دیا جو ایام حج میں بمقام منیٰ نصب تھے، انصار کا یہ گروہ جس کی تعداد ۶۔ یا ۸ بیان کی جاتی ہے قبیلۂ خزرج سے تھا[2] آپ نے ان کو دین الٰہی کی دعوت دی اور قرآن مجید کی چند آیتیں سنائیں تو سب کے سب مسلمان ہوگئے اور آپ سے مدد اور نصرت کا وعدہ کیا، اور یہ کہا کہ ہمارے درمیان باہمی لڑائیوں کی وجہ سے سخت عداوت پھیلی ہوئی ہے، اس لئے پہلے ہم کو ان نزاعوں کا فیصلہ کرنا ہے، پھر آپ کو اپنے ہاں بلائیں گے، اور اگر موجودہ حالت میں آپ تشریف لے گئے تو کامیابی

---

[1] زاد المعاد ابن قیم ص ۵۰ ج ۱، [2] زرقانی ص ۳۰۶ ج ۱،

کی کچھ زیادہ اُمید نہین، اور ہم آیندہ سال آپ کے پاس پھر آئین گے،،

یہ مختصر جماعت حسب ذیل اصحاب پر مشتمل تھی، اسعد بن زرارہؓ، عوف بن حارث بن عفراؓ، رافع بن مالک، قطبہ بن عامر بن حدیدہ، عقبہ بن عامر بن نابی، جابر بن عبد اللہ بن ریابؓ،

اس امر مین اختلاف ہے کہ اس جماعت مین سب سے پہلے کن بزرگ نے اسلام کی دعوت کو لبیک کہا تھا؛ ابن کلبی اور ابو نعیم نے رافع بن مالک کو پہلا مسلمان سمجھا ہے[۱] اور طبقات مین اس کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ مسجد بنی زریق مین سب سے پہلے قرآن پڑھا گیا[۲]، قاضی ابن عبد البر نے جابر بن عبد اللہ بن ریاب کی نسبت گمان کیا ہے[۳]، مغلطائی نے اسعد بن زرارہ اور ذکوان بن عبد قیس کو سب پر مقدم رکھا ہے[۴]، اور ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ سب سے پہلے معاذ بن عفراء نے بیعت کی تھی[۵]، لیکن اصل یہ ہے کہ اس کا فیصلہ بہت مشکل ہے اس لئے ہم بھی صاحب طبقات کی تقلید کر کے صرف اس قدر کہتے ہین کہ لم یکن قبلھم احد یعنی ان لوگون سے قبل کوئی مسلمان نہین ہوا تھا،

بعض لوگون نے اس تعداد مین دو آدمیون کا اور اضافہ کیا ہے، وہ دو بزرگ یہ ہین ابو الہیثم بن التیہان اور عویم بن ساعدہ، لیکن یہ دونون خزرج کے قبیلہ سے نہ تھے بلکہ اوس سے تھے اور یہ یقیناً معلوم ہے کہ اس جماعت مین قبیلۂ اوس کا ایک آدمی بھی موجود نہ تھا، علامہ ابن قیم لکھتے ہین[۶]

لقی عند العقبۃ فی الموسم ستۃ نفر من الانصار کلھم من الخزرج	آنحضرت نے حج کے زمانہ مین انصار کے ۶ آدمیون سے ملے جو کل کے کل خزرج سے تھے،

ابن ہشام اپنی سیرت مین لکھتے ہین

قال ابن اسحاق وہم فیما ذکر	ابن اسحاق کا قول ہے کہ وہ جہانتک

---

[۱] طبقات ابن سعد ص ۱۰۶ ج ۳ ق ۲، [۲] ج اقسم ۱ ص ۱۴۷، [۳] اسد الغابہ ص ۵۰۷ ج ۲، [۴] طبقات ص ۱۴۶، [۵] استیعاب ص ۶۶ ج ۱، [۶] زرقانی ص ۳۱۳ ج ۱

لی ستة نفر من الخزرج — مجھے علم ہے خزرج کے ۶۔ آدمی تھے

علامہ قسطلانی فرماتے ہین[۱]

فاسلم منهم ستة نفر و کلهم من الخزرج — پس ان میں سے ۶۔ آدمی مسلمان ہوئے جو سب کے سب خزرجی تھے،

بعض لوگون نے عبادہؓ بن صامت کا جابرؓ بن عبداللہ بن رباب کے بجائے نام لیا ہے، لیکن یہ وہ خیال ہے جس کی خود حضرت عبادہؓ نے تردید کردی ہے، چنانچہ فرماتے ہین[۲]،

کنت فیمن حضر العقبة الاولی — مین ان لوگون مین ہون جو عقبۂ اولی مین موجود تھے

وکنا اثنی عشر رجلا ...... — اور ہم بارہ آدمی تھے،

صحیح بخاری مین حضرت عبادہؓ سے منقول ہے[۳]،

انا من النقباء الذین بایعوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم — مین ان نقباء مین ہون جنھون نے آنحضرت صلعم سے بیعت کی تھی،

اور یہ ظاہر ہے کہ ۱۲۔ آدمیون کی تعداد ہمارے موجودہ عنوان کے ایک سال بعد پوری ہوئی ہے، علامہ ابن اثیر، حضرت عبادہؓ کے حالات مین لکھتے ہین[۴]،

شهد العقبة الاولی والثانیة — انھون نے عقبۂ اولی اور ثانیہ مین شرکت کی،

اس مقام پر یہ بات لحاظ کے قابل ہے کہ مذکورہ بالا روایتون مین جس عقبۂ اولی اور ثانیہ کا ذکر آیا ہے، وہ ہمارے نزدیک ثانیہ اور ثالثہ ہے، پہلی بیعت ہمارے نزدیک وہ ہے جس کا ہم موجودہ عنوان مین تذکرہ کررہے ہیں اور اس کا ہمارے مصنفین رجال اور مورخین کے ہان کوئی نام نہین، اصل یہ ہے کہ عقبہ

---

[۱] زرقانی ص ۳۰۰ ج ۱، [۲] مسند ابن حنبل ص ۳۲۳ ج ۵، [۳] صحیح بخاری ص ۵۵۰ ج ۱، [۴] اسد الغابہ ص ۱۰۶ ج ۳،

بقیہ صفحہ ۷۳، [۵] اسد الغابہ ص ۷۹ ج ۴، [۶] زاد المعاد ص ۳۰۶ ج ۱، [۷] سیرت ابن ہشام ص ۲۲۵ ج ۱،

مین انصار نے ۳ مرتبہ بیعت کی ہے، پہلے سال ۶ - آدمی تھے، دوسرے سال ۱۲ اور تیسرے سال ۷۵؛ مورخین ۱۲ - اشخاص کی بیعت کو عقبۂ اولیٰ اور ۷۰ - کی بیعت کو عقبۂ ثانیہ کہتے ہین ولا مشاحة فی الاصطلاح، لیکن ہم نے جو تقسیم کی ہے وہ زیادہ صاف اور واضح ہے، اور علامہ ابن حجر عسقلانی بھی ہماری تائید مین موجود ہین، وہ فرماتے ہین،

اِنَّ الانصار اجتمعوا بالنبی صلعم	انصار آنحضرت صلعم سے منا کی گھاٹی
ثلث مرات بعقبة منیٰ	مین ۳ - مرتبہ ملے،

علامہ ابن اثیر نے بھی ہماری تقسیم سے موافقت ظاہر کی ہے اور لکھا ہے کہ بعض لوگ اُس بیعت کو جس مین ۶ - آدمی شامل تھے عقبہ نہین کہتے ہین بلکہ صرف ۲ بیعتوں کا نام عقبہ رکھتے ہین

بیعتِ عقبۂ ثانیہ | یہ ہمارے مورخین کی اصطلاح مین عقبۂ اُولیٰ ہے، یاد ہوگا کہ گذشتہ بیعت مین انصار نے آنحضرت صلعم سے دوسرے سال آنیکا وعدہ کیا تھا، چنانچہ ان لوگون نے مدینہ پہونچکر اسلام کی دعوت دی تو اُس کا یہ اثر ہوا کہ کچھ لوگ مسلمان ہوئے اور اکثر گھرون مین آنحضرت صلعم کا چرچا ہونے لگا،[۲] دوسرے سال اُن ۶ - آدمیون کے ساتھ ۶ مسلمان اور ساتھ ہو گئے اور ۱۲ - اصحاب کا مقدس قافلہ حاملِ وحی و رسالت کی زیارت کے لئے مکہ روانہ ہوا،

یہان آنحضرت صلعم سے عقبہ مین ملاقات ہوئی اور ان شرائط پر بیعت لی گئی،

۱۔ شرک نہ کرین گے، ۲۔ چوری نہ کرین گے، ۳۔ زنا نہ کرین گے، ۴۔ اولاد کو قتل نہ کرین گے، ۵۔ کسی پر بہتان نہ باندھین گے، ۶۔ آنحضرت صلعم کی اچھی باتون مین نافرمانی نہ کرین گے،

چونکہ اُس وقت تک جہاد فرض نہین ہوا تھا، اس لئے ان شرائط مین اُس کا تذکرہ نہین، آنحضرت صلعم نے بیعت لینے کے بعد فرمایا "اگر تم اس عہد کو پورا کرد وگے تو تم کو جنت ملیگی، ورنہ خدا کو اختیار ہوگا"

۱۔ اصابہ ص ۵۵ ج ۸، ۲۔ اسد الغابہ ص ۱۷ ج ۱، ۳۔ طبقات ابن سعد ص ۱۴۷ ج ۱ قسم ۱،

خواہ مغفرت کرے خواہ عذاب دے[1]،

بیعت کرکے یہ لوگ واپس ہوئے تو اب مدینہ مین نہایت سرعت سے اسلام ترقی کرنے لگا، حضرت اسعد بن زرارہ نے باجماعت نماز کا انتظام کیا[2] اور قبیلۂ نبیت کی نشیبی زمین مین گویا ایک مسجد کی بنیاد پڑی[3] بنو زریق مین بھی ایک مسجد بن چکی تھی[4] اِن کوششون کے ساتھ آنحضرت صلعم کو ایک خط لکھا اور اُس مین درخواست کی کہ ہماری تعلیم کے لئے ایک قاری بھیج بھیجئے، چنانچہ آنحضرت نے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو اس عظیم الشان کام کے لئے روانہ فرمایا، حضرت مصعبؓ اسعد بن زرارہ کے مکان مین اُترے اور قرآن مجید کی تعلیم شروع کی[5]، اہل مدینہ اُن کو مقری کہا کرتے تھے[6]، اُس کے ساتھ ہی نماز کی امامت بھی انھین کے سپرد ہوئی اور اس کی وجہ یہ تھی کہ انصار اپنی دیرینہ باہمی عداوتون کے باعث ایک دوسرے کے پیچھے نماز پڑھنا پسند نہین کرتے تھے[7]، غرض حضرت مصعبؓ کے مدینہ پہونچ جانے سے اشاعتِ اسلام مین نہایت نمایان ترقی ہوئی، اور سب سے بڑی کامیابی یہ ہوئی کہ حضرت سعدؓ بن معاذ اور اسیدؓ بن حضیر نے دین اسلام اختیار کیا، یہ دونون بزرگ قبیلۂ عبد الاشہل کے سردار تھے،

سعد بن معاذ و اسید بن حضیر کا اسلام

مصعب بن عمیرؓ نے اسلام کی منادی کا یہ طرز اختیار کیا تھا، کہ اسعد بن زرارہ کے ہمراہ ہر قبیلے مین جاتے اور وہان جو لوگ مسلمان ہوتے اُن سے باتین کرتے اور اسلام کی تبلیغ کرتے تھے، ایک روز عبد الاشہل اور ظفر کے محلّہ مین گئے تو چونکہ سعد بن معاذ ابھی تک مشرک تھے، اُن کو سخت ناگوار ہوا لیکن اسعد بن زرارہ کی وجہ سے کچھ بول نہ سکے، [اسعد بن معاذ، اسعد بن زرارہ کے خالہ زاد بھائی تھے،] تاہم اسید بن حضیر سے کہا کہ "تم جاکر مصعب کو منع کرو کہ وہ آیندہ سے ہمارے کمزور لوگون کو بیوقوف بنانے نہ آئین"،

[7] سیرۃ ابن ہشام ص ۲۳۴ ج ۱ و اسد الغابہ ج ۱ ص ۱۰۰

[1] مسند ابن حنبل ص ۳۲۳ ج ۵، [2] طبقات ابن سعد ص ۱۸۲ ج ۱ قسم ۱، [3] سیرت ابن ہشام ص ۲۳۰ ج ۱، [4،5] طبقات ص ۱۴۲ ج ۱ قسم ۱، [6] طبقات ابن سعد ص ۱۴۹ ج ۱ قسم ۱،

اسیدنے نیزہ اُٹھایا اور اُس باغ مین آپہونچے جہان مصعبؓ چند مسلمانون کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے،
اسعدؓ بن زرارہ نے کہا " دیکھنا اجانے نہ پائین! یہ اپنی قوم کے سردار ہین " مصعبؓ نے جواب دیا
" اگر وہ بیٹھین گے تو مین گفتگو کرونگا "، اسید بن حضیر نے آتے ہی نہایت سخت گفتگو کی جس کو حضرت مصعبؓ نے
نہایت متانت سے سُنا اور کہا " آپ بیٹھ کر میری کچھ باتین سُن سکتے ہین؟ اگر پسند ہون تو قبول کیجئے گا ورنہ
آپ کو اختیار ہے "، اسید نے کہا " تم نے انصاف کی بات کہی " اس کے بعد نیزہ گاڑ کر بیٹھ گئے حضرت
مصعبؓ نے اِن کے سامنے اسلام کی حقیقت بیان کی اور قرآن کی کچھ آیتین سُنائین، اثناء تقریر ہی
مین اسید پر جادو چل چکا تھا، قرآن ختم ہوا تو بولے " کتنا اچھا کلام ہے "، پھر پوچھا اس دین مین داخل ہونیکا
کیا طریقہ ہے؟ فرمایا " غسل کیجئے، کپڑے دھوئے، پھر کلمہ پڑھ کر نماز پڑھئے "، اسید نے اُٹھ کر غسل کیا،
اور کپڑے پاک کر کے دو رکعت نماز پڑھی، مسلمان ہونے کے بعد بولے " ابھی ایک آدمی باقی ہے،
اگر وہ مسلمان ہو گیا تو تمام قوم مسلمان ہو جائیگی "، یہ کہکر نیزہ لیا اور سعد بن معاذ کے گھر پہونچے، سعد
چند آدمیون کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے، اسیدؓ کے چہرہ پر اسلام کا جو نور چمک رہا تھا، اس کو دیکھ کر بولے
کہ " واللہ! اب وہ چہرہ نہین "، اسیدؓ اِن کے سامنے جا کر کھڑے ہو گئے، سعد نے کہا " کیا ہوا "
جواب دیا " مین نے اُن سے گفتگو کی، اور اُن کے مذہب مین کچھ مضائقہ نہین پایا، اور مجھے یہ معلوم ہوا ہے
کہ بنو حارثہ، اسعد بن زرارہ کو قتل کرنے جا رہے ہین، جس سے انکا منشا تمھاری توہین ہے، کیونکہ اسعد
تمھارے خالہ زاد ہین "، سعد بن معاذ نے سُنا تو غصہ سے بے تاب ہو گئے اور نیزہ لے کر نہایت تیزی سے
باغ مین پہونچے، وہان کچھ بھی نہ تھا حضرت مصعبؓ اور اسعدؓ بن زرارہ نہایت امن و سکون سے
بیٹھے ہوئے تھے، سعد نے بھی وہی گفتگو شروع کی جو اسید کر چکے تھے، حضرت مصعبؓ نے اِن کے
وہی جوابات دئے اور قرآن سُنایا جس کو سنتے ہی سعد بن معاذ کلمۂ شہادت پکار اُٹھے،
وہان سے مکان واپس ہوئے تو عبد الاشہل نے کہا " اب وہ چہرہ نہین " کھڑے ہو کر لوگون سے

پوچھا "میں تم میں کس درجہ کا آدمی ہون" سب نے کہا "سردار، صاحب فضل، اور رئیس عام" کہا "تو پھر مجھے تمھاری عورتون اور مردون سے گفتگو حرام ہے تا وقتیکہ تم بھی خدا اور اُس کے رسول پر ایمان نہ لاؤ" حضرت سعدؓ کا عبد الاشہل میں جو اثر تھا اُس کا یہ نتیجہ ہوا کہ تمام مرد و زن شام ہوتے ہوتے مسلمان ہو گئے[۱]

حضرت سعدؓ نے اب حضرت مصعبؓ کو اسعدؓ بن زرارہ کے مکان سے اپنے ہان منتقل کر لیا اور ان کے ساتھ مل کر اشاعت اسلام کی خدمت انجام دینے لگے[۱]،

اُس کا یہ اثر ہوا کہ انصار کے تمام خاندانون مین اسلام نہایت سرعت سے پھیلنے لگا، ابن سعد لکھتے ہین[۲]،

كان مصعب يأتي الانصار في
دورهم وقبائلهم فيدعوهم الى
الاسلام ويقرء عليهم القرآن فيسلم
الرجل والرجلان حتى ظهر الاسلام
وفشا في دور الانصار كلها والعوالي
. . . . .

مصعبؓ انصار کے گھرون اور خاندانون مین جا کر
ان کو اسلام کی دعوت دیتے تھے اور قرآن سناتے
تھے چنانچہ ان مین ایک دو آدمی مسلمان ہو جایا
کرتے تھے، یہان تک کہ اسلام بالکل ظاہر ہو گیا
اور انصار کے تمام گھرون اور بالائی حصّوں میں
پھیل گیا،

قبیلۂ خزرج مین تو پہلے ہی سے اسلام اشاعت پا چکا تھا، سعدؓ بن عبادہ سردار خزرج کی ایمان نے اور بھی لوگون کو متوجہ کر دیا، اور اب ان کی تعداد روز بروز بڑھنے لگی، البتہ اُمیہ بن زید، خطمہ، وائل اور واقف، (اوس اللہ) ابو قیس بن اسلت کی وجہ سے بدر اور احد تک رکے رہے[۳]،

---

[۱] سیرت ابن ہشام ص ۲۳۷ تا ۲۳۹ ج ۱، [۲] طبقات ص ۸۳ ج ۳، [۳] ابن ہشام ص ۲۳۹ ج ۱،

بیعتِ عقبۂ کبیرہ

آخر وہ وقت آیا کہ اِسلام کا خدائے قدوس اپنے پورے جاہ وجلال اور اُس کی آتشین بعثت اپنی پوری آب وتاب سے نمایان ہو، مدینہ مین حضرت مصعب بن عمیرؓ نے اپنے چند روزہ قیام مین جو کامیابی حاصل کی وہ درحقیقت اسلام کی سب سے نمایان فتح تھی، چنانچہ حج کے زمانہ مین جب وہ مکہ کے ارادہ سے روانہ ہوئے تو اِن کے ساتھ اوس وخزرج کا وہ مقدس قافلہ بھی تیار ہوا جو گو تعداد کے لحاظ سے صرف چند نفوس سے عبارت تھا تاہم اُن کے جوش وولولہ نے وہ منظر پیش کیا کہ روم وفارس کی سلطنتیں بھی پاش پاش ہوگئین،

اُس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ انصار کا قافلہ جس مین کافر ومسلم دونون شریک تھے اور جسکی تعداد ۵۰۰ تھی،[1] ذوالحجہ کے مہینہ مین مکہ آیا،[2] اور منا مین عقبہ کے قریب مقیم ہوا، اس اثنا مین براء بن معرورؓ رئیس خزرج کو آن حضرتؐ سے ملنے کی ضرورت پیش آئی، براءؓ مصعبؓ کے ہاتھ پر ایمان لائے تھے، اور تمام مسلمانون کے خلاف کعبہ کی سمت نماز پڑھتے تھے، اور مسلمان اور خود آنحضرتؐ بھی اِس وقت تک شام کی طرف رخ کرکے نماز پڑھا کرتے تھے، لوگ ٹوکتے اور عام جماعت کی مخالفت پر اُن کو برا کہتے تھے لیکن وہ اپنی رائے پر نہایت شدت سے عمل پیرا تھے، لیکن مکہ پہونچکر یہ خیال پیدا ہوا کہ شاید اُس عمل مین غلطی ہوئی ہو چنانچہ کعبؓ بن مالک سے کہا کہ ہم کو آن حضرت صلعم کے پاس چلنا چاہیے، براء اور کعبؓ دونون رسول اللہؐ سے ناواقف تھے، البتہ حضرت عباسؓ سے شناسائی تھی، لوگون نے پتہ بتلایا کہ آپ عباسؓ کے پاس بیٹھے ہین، گئے تو آن حضرتؐ نے حضرت عباسؓ سے اِن کے متعلق استفسار کیا، حضرت عباسؓ نے دونون بزرگون کا تعارف کرایا، کعب بن مالکؓ کا نام آن حضرتؐ نے سُنا

---

[1] طبقات ابن سعد ص ۱۴۹ ج اقسم ۱، [2] زرقانی ص ۳۶۷ ج ۱،

تو فرمایا شاعر؟ حضرت عباسؓ نے جواب دیا جی ہاں، اس قدر گفتگو کے بعد اصل مسئلہ پیش ہوا، براءؓ نے کہا یا نبی اللہ! میں اس سفر میں مسلمان ہو کر نکلا ہوں اور میرا خیال یہ ہے کہ کعبہ کی طرف پشت کرنے کے بجائے میں اُس کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھوں، اور میں ایسا کرتا ہوں لیکن میرے ساتھی مخالفت کرتے ہیں، اب آپ جو کچھ ارشاد فرمائے؟ آنحضرتؐ نے فرمایا تم ایک قبلہ پر ضرور ہو، لیکن ابھی صبر کرنا چاہیے، چنانچہ براء اِس کے بعد سے شام کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھنے لگے، عون بن ایوب انصاری نے اس واقعہ کو ایک شعر میں نظم کیا ہے، کہتے ہیں،

ومنا المصلی اول الناس مقبلا علی کعبۃ الرحمن بین المشاعر

براءؓ کے ساتھ انصار کے ایک اور رئیس عبداللہ بن عمرو بن حرام بھی اس جماعت کے ساتھ آئے تھے اور اب تک مشرک تھے، انصار نے خفیہ طور سے ان کو اسلام کی تبلیغ کی اور وہ بھی مسلمان ہو گئے،[1]

حج سے فارغ ہونے کے بعد آنحضرت نے ایک رات مقرر کی اور تنہائی رات کو یہ ۷۳ مسلمان عقبہ کی ایک گھاٹی میں ایک درخت کے نیچے جمع ہوئے، آپ حضرت عباسؓ کے ہمراہ تشریف لائے، اور حسب ذیل گفتگو شروع ہوئی،

حضرت عباسؓ: گروہ خزرج! محمد ہم میں جس درجہ کے آدمی ہیں اس سے تم بھی واقف ہو، اور ہم نے ان کی حفاظت میں قریش کا کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا ہے، اگر تم اپنے وعدوں پورا کر سکتے ہو اور ان کو دشمنوں سے بچا سکتے ہو، تو بہتر، اور اگر ان کو چھوڑ دینے کا ارادہ ہے تو صاف صاف اسی وقت کہدو، کیونکہ یہاں وہ اپنی قوم میں نہایت مامون اور مصئون ہیں،

انصار نے کہا ہم نے تمھاری گفتگو سنی، اب یا رسول اللہ! آپ فرمائیے، اور جو کچھ اپنے

[1] سیرابن ہشام ص ۲۴۰ و ۲۴۱ ج ۱، [2] طبری ص ۱۲۱۹ ج ۳،

اور اپنے خدا کے لئے پسند ہو اُس کو لیجئے، اس درخواست پر آنحضرت صلعم نے تکلم کا آغاز فرمایا اور قرآن مجید سنا کر اسلام کی دعوت دی، اور فرمایا کہ مین تم سے اِس شرط پر بیعت لیتا ہون کہ میری حفاظت اپنی جانون کے برابر کروگے، براء ابن معرور رئیس خزرج نے آپ کا ہاتھ پکڑ کر کہا بے شک! ہم آپ کی اسی طرح حفاظت کرین گے، آپ ہم سے بیعت لین، ہم نسلاً بعد نسلٍ سپہگر اور جنگجو واقع ہوئے ہین،، براء ابھی یہ گفتگو کر ہی رہے تھے کہ ابوالھیثم بن التیھان بولے،، یارسول اللہ! ہم یہودیون کے ہم عہد ہین اور اب ہم اُن کو قطع کردین گے، اِس بنا پر اگر آپ کبھی غلبہ پائین تو کیا ہمکو چھوڑ کر اپنی قوم مین جا ملیں گے،، آنحضرت یہ سنکر مسکرائے اور فرمایا،

بل الدم الدم! والھدم الھدم!	بلکہ میرا خون تمھارا خون، اور میرا ذمّہ تمھارا
انا منکم وانتم منی! احارب من	ذمّہ ہے! مین تم سے ہون اور تم مجھ سے ہو!
حاربتم واسالم من سالمتم	تم جس سے لڑوگے مین بھی لڑون گا، اور جس سے
	تم صلح کروگے مین بھی صلح کرون گا،

عباس بن عبادہ بن نضلہ انصاری نے کہا، گروہ خزرج! تمہین خبر ہے کہ تم اُن سے کس چیز پر بیعت کر رہے ہو؟ تم اُن سے عرب و عجم کی جنگ پر بیعت کرتے ہو! خوب سمجھ لو کہ اُس مین تمھاری جائدادین ضائع ہون گی اور شرفا قتل ہون گے، اور اگر ایسی حالت مین تم نے اُن کو چھوڑا تو خدا کی قسم اُس مین دین و دنیا دونون مین رسوائی ہے، اور اگر تم اپنے عہد پر قائم رہے اور وعدہ کو پورا کیا تو دین و دنیا دونون مین یہ سب سے بہتر ہے، اور اس کو تم حاصل کر سکتے ہو[۱]،

چونکہ یہ باتین نہایت جوش مین ہو رہی تھین اور لوگون کی آوازین کسی قدر بلند ہو گئی تھین، حضرت عباسؓ نے کہا،، آواز پست کرو، کیونکہ مشرکین کے جاسوس ادھر اُدھر پھر رہے ہون گے،

---

[۱] سیرۃ ابن ہشام ص ۲۴۲ و ۲۴۴ ج ۱،

اور تم میں سے ایک شخص نہایت اختصار کے ساتھ گفتگو کرے، حضرت اسعد بن زرارہ اس مقصد کے لئے سامنے آئے اور کہا، "محمد! تم اپنے رب کے لئے جو چاہو مانگو، پھر اپنے لئے اور اپنے اصحاب کے لئے مانگو، پھر ہمکو تبلاؤ کہ ہم کو خدا اور تم سے اس کا کیا اجر ملے گا"، آنحضرتؐ نے فرمایا، "تم سے خدا کے متعلق یہ کہتا ہون کہ تم اس کی عبادت کرو اور اس کا شریک کسی کو نہ ٹھراؤ، اور اپنے اور اپنے اصحاب کے لئے یہ چاہتا ہون کہ ہمکو پناہ دو، مدد کرو، اور جس طرح اپنی جانون کی حفاظت کرتے ہو ہماری بھی کرو"، انصار نے کہا اگر یہ تمام باتین کرین تو ہم کو کیا ملے گا؟ ارشاد ہوا "جنت"، بولے "تو جو کچھ آپ چاہتے ہین ہم اس کے لئے راضی ہین[۱]"

شعبی کہا کرتے تھے کہ اتنا مختصر اور بلیغ خطبہ آج تک نہین سنا گیا[۲]،

خطبہ ختم ہونے کے بعد لوگ بیعت کے لئے بڑھے، کہتے ہین کہ سب سے پہلے براءؓ بن معرور نے بیعت کی، بعض کا خیال ابو الہیثمؓ اور اسعد بن زرارہ کی طرف بھی ہے[۳]، ان لوگون کے بعد باقی جماعت نے بیعت کی، آنحضرتؐ نے بیعت لیکر فرمایا کہ "موسیٰ نے بنو اسرائیل مین ۱۲ نقیب منتخب کئے تھے، تم بھی اپنی جماعت مین سے ۱۲۔ آدمی منتخب کرو"، چنانچہ جو لوگ منتخب ہوئے ان کے اسماء گرامی یہ ہین،

ابو امامہ اسعد بن زرارہؓ، سعدؓ بن ربیع، عبد اللہ بن رواحہؓ، رافعؓ بن مالک بن عجلانؓ،
براءؓ بن معرورؓ، عبد اللہ بن عمرو بن حرامؓ، عبادہ بن صامتؓ، سعد بن عبادہؓ، منذرؓ بن عمرو بن خنیس،
(یہ ۹ اصحاب خزرج سے تھے) اسیدؓ بن حضیر، سعد بن ابو الہیثم بن التیہانؓ[۴]،
(یہ ۳ صاحب اوس سے تھے)

بعض لوگون نے ابو الہیثم کے بجائے رفاعہ بن عبد المنذر کا نام لیا ہے لیکن یہ کچھ زیادہ قابل لحاظ نہین، حضرت کعب بن مالکؓ نے جو انصار کے مشہور شاعر تھے اور اس بیعت مین شریک تھے،

[۱] مسند ابن حنبل ص ۱۱۹ و ۱۲۰ ج ۴، [۲] طبقات ابن سعد ص ۱۴۸ ج ۳ ق ۲، [۳] ایضاً ص ۱۵۰ ج ۳ قسم ۱، [۴] اسد الغابہ ص ۲۰ ج ۱

نقباء کے نام اپنی ایک نظم مین بیان کئے ہین لیکن اُس مین رفاعہؓ کا نام نہین بلکہ اُن کے بجائے ابوالہیثم کا ہے[1]،

غرض نقباء کا انتخاب ہوچکا تو آن حضرتؐ نے اُن کو مخاطب کرکے فرمایا "تم اپنی آبادی کے اسی طرح ذمہ دار ہو جس طرح کہ حواری، عیسیٰؑ بن مریم کے ذمہ دار تھے، اور مین اپنی قوم کا ذمہ دار ہون"، سب نے کہا "بے شک"،

یہ تمام مراحل طے ہوچکے تو حضرت عباسؓ کا وہ خیال صحیح ثابت ہوا، یعنی ایک شیطان (جاسوس) نے زور سے آواز دی کہ یا اہل المنازل! تمہین کچھ مذمم (یہ مشرکین نے آنحضرتؐ کا نام محمد کے بجائے رکھا تھا) اور ان بے دینون کی خبر ہے؟ یہ سب تم سے لڑنے کے لئے تیار ہوئے ہین"، آنحضرتؐ نے یہ سُنکر انصار سے کہا کہ تم اپنی فرودگاہ پر واپس جاؤ، حضرت عباسؓ بن عبادہ بن نضلہ سے نرہا گیا، بولے "خدا کی قسم! اگر آپ چاہین تو ہم کل اہل منیٰ پر تلوارین لیکر ٹوٹ پڑین!" فرمایا ابھی ہمین اس کا حکم نہین[2]،

غرض انصار اپنے خیمون مین آکر سو رہے، صبح کو اُنکے قیام گاہ مین رؤسائے قریش کی ایک جماعت پہونچی اور کہا کہ ہم کو معلوم ہوا ہے کہ رات تم نے ہم سے لڑنے کے لئے محمد سے بیعت کی، حالانکہ تمام عرب مین ہم تم سے لڑنا سب سے بُرا سمجھتے ہین"، مشرکین انصار کو چونکہ اس بیعت کا بالکل علم نہ تھا اس لئے سب نے قسم کھا کر انکار کیا، اور عبداللہ بن ابی رئیس خزرج نے کہا "یہ بالکل جھوٹ ہے، اگر یہ واقعہ پیش آتا تو مجھ سے ضرور مشورہ لیا جاتا"، قریش یہ سُنکر واپس گئے لیکن اُن کے آدمی ہر طرف موجود تھے، اور انصار کے اِن آدمیون کی ہر جگہ تلاش تھی، چونکہ اِن لوگون کو اب اپنی جانون کا خوف پیدا ہوگیا تھا، اِس لئے سب کے سب خفیہ مدینہ روانہ ہوئے[3]

[1] سیرت ابن ہشام ص ۲۴۴، ج ۱، [2] طبقات ص ۱۵۰ ج ۱ قسم ۱، [3] ابن ہشام ص ۲۴۵ ج ۱،

قریش کو کچھ پتہ نہ چل سکا، لیکن سعدؓ بن عبادہ سردار خزرج اتفاقاً ہاتھ آ گئے، قریش کے آدمیون نے انکو سخت تکلیف دی اور مارتے پیٹتے مکہ لائے، یہان مطعم بن عدی اور حارث بن امیہ نے اُن کو چھڑایا، اب انصار کو سعدؓ بن عبادہ کی فکر لاحق ہوئی اور سب نے بالاتفاق مکہ چلنے کے نسبت طے کر لیا، اتنے مین حضرت سعدؓ آتے دکھائی دئے، اور ان کو لیکر سب خوش خوش مدینہ روانہ ہوگئے۔[۱]

جیساکہ اوپر معلوم ہوا یہ بیعت عرب و عجم کی جنگ پر بیعت تھی، اس لئے ہم کو اب اُن جانباز نذکو نام بتانے چاہئین جنھون نے اسلام اور آن حضرتؐ کو اُس وقت پناہ دی جبکہ اُن کے لئے اور کوئی جائے پناہ نہ تھی اور اُس وقت اپنے کو خدمت کے لئے پیش کیا جبکہ عرب کا کوئی قبیلہ اس میدان مین اترنے کی ہمت نہین کرتا تھا، ان بزرگون کی مجموعی تعداد ۷۵، ہے ۷۳، مرد اور ۲، عورتین، تفصیل حسب ذیل ہے،

۱- قبیلۂ اوس-

عبدالاشہل : اسیدؓ بن حضیرؓ، ابوالہیثمؓ بن التیہان، سلمہؓ بن سلامۃ بن وقش،

حارثہ : ظہیرؓ بن رافع، ابو بردہ بن نیار، نہیرؓ بن الہیثم،

عمرو بن عوف : سعدؓ بن خیثمہ، رفاعہؓ بن عبدالمنذر، عبداللہؓ بن جبیر، معنؓ بن عدیؓ، عویمؓ ابن ساعدہؓ، -

قبیلۂ اوس سے کل گیارہ اصحاب اس بیعت مین شریک تھے،

قبیلۂ خزرج

نجار : ابو ایوبؓ خالد بن زید، معاذؓ بن حارث بن رفاعہ، عوفؓ بن حارث، عمارہؓ بن حزم، اسعدؓ بن زرارہ، رفاعہؓ بن حارث، سہلؓ بن عتیک، اوسؓ بن ثابت بن منذر، ابو طلحہؓ زید بن سہل،

---

[۱] طبقات ابن سعد ص ۵۰ ج ا قسم ا،

قیس بن ابو صعصعہ، عمرو بن غزیہ،

حارث بن خزرج : سعد بن ربیع، خارجہ بن زید بن ابی زہیر، عبداللہ بن رواحہ،
بشیر بن سعد، عبداللہ بن زید بن ثعلبہ، ابومسعود عقبہ بن عمرو، خلاد بن سوید بن ثعلبہ

بیاضہ : زیاد بن لبید، فروہ بن عمرو، خالد بن قیس بن مالک،

زریق : رافع بن مالک بن عجلان، ذکوان بن عبد قیس، عباد قیس بن عامر، حارث
بن قیس،

سلمہ : براء بن معرور، سنان بن صیفی، طفیل بن نعمان، معقل بن منذر، یزید بن منذر،
مسعود ابن یزید، ضحاک بن حارثہ، یزید بن خذام، جبار بن صخر، طفیل بن مالک، بشر بن براء،
کعب بن مالک، سلیم بن عمرو، قطبہ بن عامر، یزید بن عامر، ابوالیسر کعب بن عمرو، صیفی بن سواد
ثعلبہ ابن غنمہ، عمرو بن غنمہ، عبس بن عامر، عبداللہ بن انیس، خالد بن عمرو بن عدی، عبداللہ بن عمرو
ابن حرام، جابر بن عبداللہ، معاذ بن عمرو بن جموح، ثابت بن الجذع، عمیر بن حارث، خدیج
بن سلامہ، معاذ بن جبل،

عوف بن خزرج : عبادہ بن صامت، عباس بن عبادہ بن نضلہ، ابو عبدالرحمن بن یزید، عمرو
ابن حارث، رفاعہ بن عمرو، عقبہ بن وہب،

ساعدہ : سعد بن عبادہ سردار خزرج، منذر بن عمرو بن خنیس،

دو عورتیں بھی اس بیعت میں شریک تھیں، نسیبہ بنت کعب، اور ام منیع، اول
الذکر بنو نجار اور دوسری بنو سلمہ سے تھیں،

قبیلہ خزرج کے مبائعین کی تعداد ۶۲ ہے، اور اگر اس کے ساتھ قبیلہ اوس کے مبائعین
شامل کر لئے جائیں تو یہ تعداد عورتوں کو ملا کر ۷۵ ہو جاتی ہے، (سیرت ابن ہشام ص ۴۹ تا ۵۵ ج ۲)

اِن بزرگون مین بعض ایسے بھی تھے جو بیعت کے بعد مدینہ واپس آئے لیکن پھر آن حضرتؐ کے پاس مکہ چلے گئے، اور کچھ دن اقامت کرکے مہاجرین کے ساتھ ہجرت کی، ایسے لوگون کو مہاجری انصاری کہا جاتا ہے اِن بزرگون کی تعداد ۴ ہے، اور اُن کے اسماء گرامی یہ ہین، ذکوانؓ بن عبد قیس، عقبہؓ بن وہب، عباسؓ بن عبادہ بن نضلہ، زیادؓ بن لبید،

مدینہ مین بیعتِ عقبہ کا اثر اِس بیعت کا یہ اثر ہوا کہ انصار نے نہایت گرمجوشی سے بُت پرستی کی بیخ کنی شروع کی، اور مذہب اسلام کو نہایت آزادانہ طور سے اہل شہر کے سامنے پیش کیا، چنانچہ بنو سلمہ کی نسبت لکھا ہے کہ جب معاذ بن جبلؓ اور معاذ بن عمروؓ وغیرہ مسلمان ہوگئے تو انھون نے عمرو بن جموح رئیس سلمہ کے مسلمان کرنے کی عجیب ترکیب نکالی، عمرو نے عام رؤسا کی طرح اپنے گھر مین پوجا کرنے کی ایک جگہ علیحدہ بنالی تھی اور وہان مناۃ کی ایک لکڑی کی مورت رکھی تھی، جب عمرو کے بیٹے معاذ اور خاندان سلمہ کے چند نوجوان مسلمان ہوگئے تو سب نے بالاتفاق عمرو کا بت رات کو گھر سے اُٹھانا اور کسی گڑھے مین پھینکنا شروع کیا، مناۃ کو اس صورت سے مشرکین دیکھتے تو اُن کو سخت عبرت ہوتی تھی، اور عمرو کو بھی اپنے دیوتا کی اِس اہانت پر سخت غصہ آتا تھا، لیکن چونکہ مجرمون کا پتہ نہ چلتا تھا اس لیے پیچ وتاب کھا کر رہ جاتا، پھر اُس کو نہلاتا، خوشبو لگاتا، اور گھر پہونچا آتا تھا، غرض چند روز یہی نوبت رہی تو عمرو کو غیب سے ہدایت ہوئی، ایک دن صبح بُت اُٹھانے آیا تو اُس کی گردن مین تلوار باندھ دی، اور کہا "مجھکو تو اُس آدمی کی خبر نہین ملتی، اگر تم خود کچھ کرسکتے ہو تو یہ تلوار حاضر ہے،، رات کو یہ لڑکے آئے تو تلوار اُس کے گلے سے اُتار لی اور رسی کے ایک سرے مین مرا ہوا کُتا اور دوسرے مین اس بُت کو باندھکر کنوئین مین لٹکا دیا، لوگ آتے اور یہ تماشا دیکھتے تھے، عمرو صبح کو بُت ڈھونڈھنے نکلا اور اس کو

---

[1] طبقات ابن ہشام ص ۱۵۲ ج ا قسم ا

اِس ردّی حالت میں پایا تو چشم بصیرت وا ہو گئی، مسلمانوں کو اِس واقعہ کی اطلاع ملی تو اُنھوں نے اُس کے سامنے اسلام پیش کیا اور وہ مسلمان ہو گیا حضرت عمروؓ بن جموح نے اپنے اِس واقعہ کو خود نظم کیا ہے اور اُس میں اپنے مسلمان ہونے پر خدا کا بڑا شکر ادا کیا ہے[1]

حضرت سہلؓ بن حنیف کے متعلق بھی تصریح آئی ہے کہ وہ رات کو اپنی قوم کے بت خانوں یا پوجا کی جگہوں میں گھس جاتے، اور بتوں کو توڑ ڈالتے تھے، چونکہ یہ بت لکڑی کے ہوتے تھے، اِس لئے وہ ایک مسلمان بیوہ کو لا کر دیتے کہ تم اِس کو جلا ڈالنا" حضرت علی علیہ السلام کو یہ واقعہ اُس عورت سے معلوم ہوا تھا چنانچہ جب حضرت سہلؓ کا انتقال ہوا تو حضرت علی نے لوگوں سے اِن کی اِس خدمتِ جلیلہ کا تذکرہ فرمایا[2]

اِن واقعات سے یہ معلوم ہوا کہ بیعتِ عقبہ کے بعد مشرکین انصار میں مدافعت کی قوت بھی باقی نہ تھی، یہی وجہ ہے کہ عبداللہ بن ابی اور دیگر منافقین گو حقیقتاً مسلمان نہ تھے، لیکن چار و ناچار اِن کو بھی مسلمان بننا پڑا تھا، ورنہ اِن کے لئے مدینہ میں زندگی بسر کرنے کی کوئی صورت باقی نہ رہ گئی تھی،

---

[1] سیرت ابن ہشام ص ۲۴۸ ج ۱ [2] طبری ص ۱۲۴۴ ج ۳

ہجرت مہاجرین رضؓ

قریش نے انصار کے اسلام کو نہایت خوف اور دہشت کی نگاہ سے دیکھا تھا، اور چونکہ وہ جانتے تھے کہ انصار ایک جنگجو قوم ہے اور وہ آنحضرتؐ اور صحابہ کی پوری طرح حفاظت کرے گی اور مسلمان مدینہ ضرور ہجرت کرین گے، اس لئے بیعت عقبہ کے بعد انھون نے مسلمانون پر پہلے سے زیادہ ظلم وستم شروع کیا یہان تک کہ ایک وقت وہ بھی آگیا کہ سرزمین بطحا اپنی کشادگی کے باوجود مسلمانون پر تنگ ہوگئی،

صحابہ نے قریش کے اس ظلم وتعدّی کی بارگاہِ رسالت مین فریاد کی تو ارشاد ہوا کہ مین نے تمھاری ہجرت گاہ خواب مین دیکھی ہے، وہان کھجور کے درخت کثرت سے ہین اور وہ دو سنگستانون کے درمیان واقع ہے، چونکہ یہ صفت مدینہ کے ساتھ سراۃ مین بھی پائی جاتی تھی اس لئے آپ کا ذہن سراۃ کی طرف منتقل ہوا، چند روز کے بعد آپ ایک دن بہت مسرور تشریف لائے اور کہا کہ "تمھارا دارالہجرت متعیّن ہوگیا، اب جس کا جی چاہے یثرب چلا جائے" چنانچہ اجازت پاتے ہی صحابہؓ نے ہجرت کی خفیہ طور پر تیاریان شروع کین، ابوسلمہؓ بن عبدالاسد نے سب سے پہلے ہجرت کی، ابن ہشام نے لکھا ہے کہ انھون نے بیعت عقبہ سے بھی ایک سال قبل ہجرت کی تھی، ابوسلمہؓ کے بعد عامرؓ بن ربیعہ اپنی بیوی لیلیٰؓ بنت ابی حثمہ کے ہمراہ مدینہ آئے، پھر عبداللہ بن جحشؓ، عبدؓ بن جحش ابواحمدؓ، مدینہ آئے، پھر مہاجرین متواتر پہونچنے لگے، چنانچہ عکاشہؓ بن محصن، شجاعؓ، عقبہؓ (پسران وہب) اربدؓ بن جمیرہ، منقذ بن نباتہ، سعیدؓ بن رقیش، محرز بن نضلہ، یزید بن رقیش، قیس بن جابر، عمرو بن محصن، مالک بن عمر، صفوانؓ بن عمرو، ثقیفؓ بن عمرو، ربیعہؓ بن اکثم، زبیرؓ بن عبیدہ، تمامؓ، سنجرہؓ، محمد بن عبداللہ

جحش، زینبؓ بنت جحش، ام حبیبؓ، جذامہؓ بنت جندل، ام قیسؓ بنت محصن، ام حبیبؓ بنت ثمامہ، امنہ بنت رقیش، سخبرہؓ بنت تمیم، حمنہؓ بنت جحش، نے ہجرت کی، ان کے بعد حضرت عمرؓ اور عیاشؓ بن ابی ربیعہؓ آئے، ان کے بعد زیدؓ بن خطابؓ، عمروؓ، عبداللہؓ (پسران سراقہ بن معتمر) خنیسؓ بن حذافہ، سعیدؓ بن زید، واقدؓ بن عبداللہ، خولیؓ، مالکؓ (پسران ابی خولی) ایاسؓ، عاقلؓ، عامرؓ، خالدؓ (پسران بکیر) اور ان کے حلفاء آئے، اور رفاعہؓ بن عبدالمنذر کے گھر میں قبا میں قیام کیا، پھر باقی اصحاب آئے اور مدینہ میں مختلف جگہوں میں قیام کیا، چنانچہ اس کی تفصیل حسب ذیل ہے،

اسمائے مہاجرین	اسمائے انصار	نام قبیلہ یا محلہ
حضرت طلحہؓ، صہیبؓ	خبیب بن اساف	سنح، حارث بن خزرج
حضرت حمزہؓ، زیدؓ بن حارثہؓ، ابو مرثدؓ، ابو مرثدؓ، انسہؓ، ابوکبشہؓ	کلثوم بن الہدم	قبا
عبیدہؓ بن حارثؓ، طفیلؓ، حصینؓ، مسطحؓ بن اثاثہ، سویبطؓ بن سعد، طلیبؓ بن عمیرؓ، خبابؓ بن الارتؓ	عبداللہ	حارث بن خزرج
حضرت زبیرؓ، ابو سبرہؓ	منذرؓ بن محمد حجبی	عصبہ
مصعبؓ بن عمیرؓ	سعدؓ بن معاذ	عبدالاشہل
ابو حذیفہؓ، سالمؓ	تبیتہ بنت یعارؓ	قبا
عتبہؓ بن غزوانؓ	عبادؓ بن بشرؓ	عبدالاشہل

اسمائے مہاجرین	اسمائے انصار	نام قبیلہ یا محلہ
حضرت عثمانؓ	اوس بن ثابتؓ	نجار
غراب مہاجرینؓ	سعد بن خثیمہؓ	قبا

اِن لوگون کے ہجرت کرنے کے بعد مکہ مین آن حضرت صلعم حضرت ابوبکرؓ اور حضرت علیؓ کے سوا کوئی نہ رہ گیا تھا، البتہ وہ لوگ مستثنیٰ تھے جو یا قید تھے، یا بیمار، اور یا ہجرت سے معذور،[1]

ہجرت نبوی صلعم

بیعت عقبہ سے تقریباً ڈھائی مہینہ[2] کے بعد وہ زمانہ آیا کہ جب خود آنحضرت صلعم نے ہجرت کا عزم فرمایا، صحابہ کے مکہ چھوڑ کر مدینہ چلے جانے سے گو ایک حد تک قریش کو سکون نصیب ہو گیا تھا، لیکن آنحضرت کی موجودگی اب بھی اُن کے دل مین کھٹک پیدا کرتی تھی، اور آپ کی ہجرت کا خیال اُن کو اور بھی آتش زیر پا بنا رہا تھا، چنانچہ اِس مقصد کے لئے اُنھون نے دار الندوہ مین ایک مجلس شوریٰ طلب کی اور نجد کے ایک بوڑھے شیطان کے مشورہ سے آپ کے قتل کا فتویٰ صادر کیا، لیکن آپ حضرت ابوبکرؓ کے ہمراہ مکہ سے نکلکر ایک غار مین پناہ گزین ہو گئے اور وہان سے خفیہ مدینہ کا رخ فرمایا،

مدینہ مین آپ کا نہایت بے تابی سے انتظار ہو رہا تھا، انصار اور مہاجرین روزانہ صبح اُٹھ کر عقبہ کے سنگستان تک جلتے اور جب دھوپ سے زمین تپ اُٹھتی اُس وقت واپس آتے تھے، ایک روز اسی طرح انتظار کے بعد واپس ہو رہے تھے، کہ ایک یہودی نے

[1] طبقات ابن سعد ص ۱۵۲ ج ۱ قسم ۱، سیرت ابن ہشام ص ۲۵۰ تا ۲۶۳ ج ۱

ٹیلہ پر سے آواز دی بنو قیلہ! (انصار کی دادی کا نام ہے) لو! تمھارے صاحب آ گئے، انصار یہ سنکر اٹھے اور آن حضرت صلعم کی زیارت سے مشرف ہوئے، اُس وقت صحابہ کے جوش کی عجیب حالت تھی، تمام مسلمان ہتھیاروں سے آراستہ تھے اور عمرو بن عوف کے محلہ میں تکبیر کا اِس قدر شور تھا کہ زمین لرز اُٹھتی تھی،

آن حضرت پہلے قبا میں اترے اور کلثوم بن الہدم کے مکان میں قیام فرمایا، لوگوں سے ملنے جلنے کے لئے سعد بن خثیمہ کے مکان میں نشست رہتی تھی، اِس لئے بعض کو شبہ ہوا اور اُنھوں نے انحضرت کا مسکن سعد کے مکان کو سمجھا، یہاں آپ ابن اسحاق کی روایت کے مطابق ۴ روز اور صحیح بخاری کے رو سے ۱۴ روز مقیم رہے اور ایک مسجد کی بنیاد قائم کی،

جمعہ کے روز مدینہ تشریف لیجانے کا خیال ہوا اور بنو نجار کو اطلاع کرائی، بنو نجار ہتھیار سج سج کر خیر مقدم کے لئے قبا پہونچے اور کہا بسم اللہ! تشریف لے چلئے" کوکب رسالت قبا سے روانہ ہوا تو شہر یثرب کے در و دیوار طلعت اقدس سے جگمگا اُٹھے، اللہ اکبر! مدینہ منورہ کی تاریخ میں یہ کتنا مبارک دن تھا، انصار کے تمام قبیلے شہنشاہ رسالت کے انتظار میں ہتھیاروں سے آراستہ دو رویہ صف بستہ تھے، رؤسا اپنے اپنے محلوں میں قرینے سے ایستادہ تھے، پردہ نشین خواتین گھر سے باہر نکل آئی تھیں، مدینہ کے حبشی غلام جوشِ مسرت میں اپنے اپنے فوجی کرتب دکھا رہے تھے، اور خاندان نجار کی لڑکیاں دف بجا بجا کر "طلع البدر" کا ترانۂ خیر مقدم گا رہی تھیں، غرض اِس شان و شکوہ سے آن حضرت کا داخلہ ہوا کہ وداع کی گھاٹیاں مسرت کے ترانوں سے گونج اُٹھیں، اور مدینہ کے روزنہائے دیوار نے اپنی آنکھوں سے وہ دیکھا جو کبھی نہ دیکھا تھا!

اب ہر شخص منتظر تھا کہ دیکھئے میزبانِ دو عالم کی مہمانی کا شرف کس کو حاصل ہو، چنانچہ

جب آپ رانوناکی مسجد سے نماز پڑھ کر باہر آئے اور بنو سالم مین پہونچے تو عتبان بن مالک رضؓ، اور عباس رضؓ بن عبادہ بن نضلہ نے اَھلاً وَسَھلاً کہا اور قیام کے لئے اپنا مکان پیش کیا، پھر بالترتیب بیاضہ مین زیاد بن لبیدؓ، اور فروہ بن عمروؓ، ساعدہ مین سعد بن عبادہؓ سردار قبیلۂ خزرج، اور منذر بن عمروؓ، حارث بن خزرج مین سعد بن ربیعؓ خارجہ بن زیدؓ اور عبد اللہ بن رواحہؓ، عدی بن نجار مین سلیطؓ بن قیس، اور ابو سلیط اسیرہؓ بن ابی خارجہ نے آپ کا خیر مقدم کیا اور اپنے اپنے گھرون مین قیام کی خواہش ظاہر کی، لیکن کارکنانِ قضا و قدر نے اِس شرف کے لئے جس گھر کو تاکا تھا وہ حضرت ابو ایوبؓ کا کاشانہ تھا، اِس لئے جس شخص نے آپ سے اِس کی خواہش کی جواب ملا خلوا سبیلھا فانھا مامورۃ ! اِس کو چھوڑ دو، یہ حکم کی پابند ہے، آخر ندائے وحی نے سفر کی منزل متعین کی اور ناقۂ قصوا نے خانۂ ابو ایوبؓ کے سامنے دم لیا، اب بنو نجار مین قیام کا مسئلہ پیش ہوا اور اُمیدوار ہر طرف سے ہجوم کر آئے، لیکن اسی اثنا مین حضرت ابو ایوبؓ انصاری نے آکر کہا "میرا مکان یہ ہے اور یہ اِس کا دروازہ ہے"، آپ نے اجازت دی تو اُنھون نے مہبطِ وحی و رسالت کو اپنے گھر مین اتار لیا،[۱]

مُبارک منزلے کان خانہ را ماہے چنین باشد

ہمایون کشورے کان عرصہ را شاہے چنین باشد

یہان پہونچتے ہی اشاعتِ اسلام کا کام نہایت تیزی سے شروع ہو گیا، جس وقت آپ شہر آ رہے تھے، ایک گھر کی بیوی آپ کی منتظر تھین، مکان کے سامنے گذر ہوا تو اُنھون نے اپنے تمام گھر والون کے ساتھ اسلام قبول کیا،[۲]

حضرت عبد اللہ بن سلامؓ یہود کے ایک بڑے عالم تھے، وہ بھی اب تک اسلام سے

---

۱ صحیح بخاری ص ۵۵۵ و ۵۶۰ ج ۱، طبقات ابن سعد ص ۱۵۷ و ۱۶۰ ج ۱، ابن ہشام ص ۲۶۷ تا ۲۷۰ ج ۱، ۲ اسد الغابہ ج ۵ ص ۶۰۲

محروم تھے، خانۂ ابوایوبؓ میں جب آنحضرتؐ مقیم ہوگئے تو اُنھوں نے بھی آکر کلمہ شہادت پڑھا[۱]،

تعمیر مسجد نبوی

چونکہ بنو نجار میں اب تک مستقل طور سے کوئی مسجد نہیں بنی تھی اس لئے آں حضرتؐ جہاں موجود ہوتے وہیں نماز ادا فرما لیتے تھے، چند روز کے بعد ایک مسجد کی تعمیر کا خیال پیدا ہوا، جس جگہ اس وقت مسجد نبوی ہے، یہ انصار کے چھوہارے پھیلانے کی جگہ تھی، اور حضرت اسعد بن زرارہؓ نے مسلمان ہوکر نماز باجماعت کا یہیں انتظام کیا تھا، اس لئے آپ کو مسجد کا خیال پیدا ہوا تو اسی مقام کو منتخب فرمایا جہاں کہ آپ کی تشریف آوری سے قبل ہی چند مقدس نفوس کے ہاتھوں گویا ایک مسجد کی بنیاد پڑ چکی تھی،

یہ زمین سہل اور سُہیل نامی دو یتیموں کی مِلک تھی جو حضرت اسعد بن زرارہؓ کی آغوش تربیت میں پرورش پاتے تھے، آپ نے اُن سے قیمت پوچھی تو بولے کہ "ہم یہ زمین آپ کے لئے ہبہ کرتے ہیں"، لیکن آپ نے اس کو ناپسند کیا اور اُس کی قیمت ادا فرمائی، اِس امر میں اختلاف ہے کہ زمین کا روپیہ کس نے دیا تھا، صحیح بخاری میں کوئی تصریح نہیں، واقدی نے زہری کے سلسلہ سے لکھا ہے کہ اس کے دام حضرت ابوبکرؓ کے روپئے سے دئے گئے تھے، ایک روایت میں ہے کہ حضرت اسعد بن زرارہؓ نے اس زمین کے معاوضہ میں ان کو بنو بیاضہ میں ایک باغ دیا تھا[۲]، اور عجب نہیں کہ یہ صحیح بھی ہو کیونکہ صحیح بخاری میں یہ بالتصریح مذکور ہے کہ وہ لڑکے اُنھیں کے زیر تربیت تھے، زبیر اور ابومعشر کے نزدیک اس کی قیمت حضرت ابوایوبؓ نے ادا کی تھی[۳]،

غرض زمین کا معاملہ طے ہونے پر اس کی تعمیر کا سلسلہ شروع ہوا، لیکن جانتے ہو کہ اِس مقدس مسجد کے کون لوگ معمار تھے؟ یہ مسجد خدا کی تھی اس لئے اُس کے مزدور وہ تھے جو خدا کے محبوب اور اُس کے محبوب کے پیارے تھے، یعنی انصار کرام اور مہاجرین اولین! (رضوان اللہ علیہم) اور پھر اس کا سب سے

(۱) صحیح بخاری ص ۵۵۶ ج ۱ (۲) زرقانی ص ۴۲۲ (۳) فتح الباری ص ۱۹۳ ج ۷

بڑا معمار وہ تھا جس نے قصرِ نبوت میں آخری اینٹ لگائی تھی، اور جس کی غلامی پر جبریلِ امین بھی ناز کیا کرتے تھے، وہ اپنے باپ (حضرت ابراہیمؑ) کی طرح خدائے قدوس کی عبادت کے لئے عرب کے ظلمتکدہ میں ایک گھر تیار کر رہا تھا، اور عبد اللہ بن رواحہؓ انصاری کا یہ شعر پڑھ رہا تھا،

اللّٰھم ان الاجر اجر الاٰخرۃ ۔۔۔ فارحم الانصار والمھاجرۃ[۱]

خدایا! اجر تو بس آخرت کا اجر ہے ۔۔۔ پس تو انصار اور مہاجرین پر رحم فرما

مسجد نبوی کے ساتھ آپ کی سکونت کے لئے چند مکانات بھی بنائے گئے، اور جب یہ عمارتیں تیار ہوگئیں تو آپ حضرت ابو ایوبؓ انصاری کے مکان سے اپنے مکان میں منتقل ہوگئے،[۲]

یہود سے معاہدہ

اس کے بعد یہود اور مسلمانوں میں ایک معاہدہ لکھا گیا جس میں یہود کو ان کے مذہب پر قائم رہنے اور ان کے جان و مال کی حفاظت کرنے کی اجازت دی گئی اور یہ شرط کی گئی کہ اگر مسلمان کسی قبیلہ سے جنگ کریں تو یہود پر ان کی اعانت لازمی ہوگی، یہود کے ساتھ خود انصار و مہاجرین کے باہمی تعلقات کا بھی اس میں تذکرہ کیا گیا تھا،[۳]

مواخاۃ

ہجرتِ مقدسہ کے وجود پر جو آسمانی برکتیں موقوف تھیں ان میں سے ایک نعمتِ عظمیٰ مواخاۃ بھی ہے، مواخاۃ مذہبِ اسلام اور آنحضرت صلعم کی زندگی کا وہ عظیم الشان واقعہ ہے جس کی نظیر اخلاق اور تمدن دونوں کی تاریخ یکسر خالی ہے، اہلِ عرب عموماً اور اہلِ یثرب خصوصاً باہمی معرکہ آرائیوں کی بدولت حسد، دشمنی، بغض اور کینہ توزی کے اسدرجہ عادی ہوگئے تھے کہ غیر تو غیر خود اپنوں پر بھی کسی کو اعتماد نہ ہوتا تھا، اوس و خزرج بھائی بھائی تھے لیکن پیہم خانہ جنگیوں نے وہ دن دکھایا تھا کہ ایک دوسرے کی صورت سے بھی نفرت کرتے تھے، واقعات شاہد ہیں کہ جب حضرت مصعب بن عمیرؓ داعیِ اسلام بن کر مدینہ آئے تو انصار نے ان کو صرف اس وجہ سے امام بنایا تھا کہ وہ اپنے کسی ہم قبیلہ کے پیچھے

۱؎ صحیح بخاری ص ۵۵۵ ج ۱، ۲؎ سیرۃ ابن ہشام ص ۵۰۷ ج ۱، ۳؎ ایضاً ص ۲۷۸،

نماز نہین پڑھنا چاہتے تھے[1]، لیکن اسلام کی برکات اور آن حضرت صلعم کے فیضِ صحبت سے یہ حالت بہت جلد بدل گئی، اور وہ دن آگیا کہ انصار باہمی بغض و عناد کو چھوڑ کر مہاجرین اور اجنبی مسلمانون کے ساتھ وہ کرین جو دنیا خود اپنے بڑے سے بڑے عزیز کے ساتھ نہین کر سکتی، ہجرت کے ۵ ماہ بعد[2] آن حضرت صلعم نے حضرت انس رضہ کے مکان مین انصار و مہاجرین کا ایک مجمع طلب کیا[3] اور اُن مین برادری قائم کی، کہتے ہین کہ اِن بزرگون کی تعداد ۹۰ تھی جن مین نصف مہاجرین اور نصف انصار تھے، ابنِ سعد نے واقدی سے یہی روایت کی ہے، بعض کا خیال ہے کہ دونون فریق ۵۰ - ۵۰ تھے، اِس لحاظ سے یہ تعداد ۹۰ کے بجائے ۱۰۰ ہو جاتی ہے، اِن بزرگون مین سے بعض کے نام ہم کو معلوم ہو سکے ہین اور وہ یہ ہین،

	مہاجرین	انصار
۱ -	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم	حضرت علیؓ } یہ دونون مہاجر تھے،
۲ -	حضرت حمزہ رضہ	زید بن حارثہ رضہ }
۳ -	جعفر طیار رضہ	معاذ بن جبل رضہ
۴ -	ابوبکر صدیق رضہ	خارجہ بن زہیر رضہ
۵ -	عمر بن خطاب رضہ	عتبان بن مالک رضہ
۶ -	ابو عبیدہ رضہ	سعد بن معاذ رضہ
۷ -	عبد الرحمن بن عوف رضہ	سعد بن ربیع رضہ
۸ -	زبیر بن عوام رضہ	سلمہ بن سلامہ بن وقش رضہ
۹ -	عثمان بن عفان رضہ	اوس بن ثابت بن منذر رضہ
۱۰ -	طلحہ بن عبید اللہ رضہ	کعب بن مالک رضہ

[1] اسد الغابہ ص ۳۷۹ ج ۴، [2] زرقانی ص ۳۴۴ ج ۱، [3] صحیح بخاری ص ۳۰۶ ج ۱،

۱۱-	سعید بن زید رضہ	ابی بن کعب رضہ
۱۲-	مصعب بن عمیر رضہ	ابو ایوب خالد بن زید رضہ
۱۳-	ابو حذیفہ بن عتبہ رضہ	عباد بن بشر بن وقش رضہ
۱۴-	ابوذر غفاری رضہ	منذر بن عمرو رضہ
۱۵-	عمار بن یاسر رضہ	حذیفہ بن یمان رضہ
۱۶-	حاطب بن ابی بلتعہ رضہ	عویم بن ساعدہ رضہ
۱۷	سلمان فارسی رضہ	ابو الدردار رضہ
۱۸	بلال حبشی رضہ	ابو رویحہ خثعمی رضہ

اس مواخاۃ کا کیا اثر ہوا؟ اس کا جواب ذیل کے واقعات مین ملتا ہے،

مہاجرین جس وقت مکہ سے مدینہ آئے ہین تو ان کے پاس کچھ نہ تھا، انصار نے اپنی جائداد ان کے لئے علیحدہ کردین، لیکن آنحضرت صلعم نے انکار کیا تو انصار نے کہا کہ مہاجرین ان کی زمینین جوتین بوئین اور اس محنت کے معاوضہ مین نصف پھل لے لیا کرین[۱]، آنحضرت اور مہاجرین نے اس رائے کو پسند کیا،

انصار کی وراثت بجائے ان کے اعزہ کے مہاجرین کو ملتی تھی، جب یہ آیت (وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ) نازل ہوئی تو وراثت کا یہ طریقہ منسوخ ہوگیا[۲]

عام انصار کے ساتھ حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ نے مواخاۃ کا عجیب و غریب منظر پیش کیا، حضرت عبد الرحمان بن عوف رضہ ان کے اسلامی بھائی بنائے گئے تو انھون نے درخواست کی کہ میرا آدھا مال لے لین اور دو بیویون مین ایک بیوی بھی منتخب کرلین (حضرت سعد کے دو بیویان تھین) حضرت

---

[۱] سیرت ابن ہشام ص ۱۸۱ و ۲۲ ج ۱، [۲] صحیح مسلم ص ۸، ج ۲، [۳] صحیح بخاری ص ۳۰۶ ج ۱،

عبدالرحمٰن نے یہ الفاظ سُنے تو اُن کے لئے خیر و برکت کی دُعا کی[۱]

آن حضرت صلعم نے انصار کو بحرین مین زمین دینا چاہی، تو اُنھون نے صرف اِس بنا پر لینے سے انکار کیا کہ قریش کو بھی اِسی قدر ملنا چاہیئے[۲]

غزوہ موتہ مین اُمرائے لشکر کی شہادت کے بعد کوئی امیر نہ تھا، ایک انصاری نے جھنڈا لیجا کر حضرت خالدؓ کو دیا، اُنھون نے ہر چند چاہا کہ انصاری امیر بن جائین لیکن وہ برابر انکار کرتے رہے اور بولے کہ مین اِس کو صرف تمھارے لئے لایا ہون[۳]

اِن واقعات سے معلوم ہوا کہ مواخاۃ کی بدولت انصار مین ایثار کا عجیب و غریب مادہ پیدا ہو گیا تھا، نفسانیت بالکل فنا ہو گئی تھی، اور جاہلیت کی تمام ادعائی آوازین پست ہو گئی تھین،

اذان

آن حضرتؐ کی مکی زندگی کچھ ایسی پُرپیچ اور مشکلات مین گھری ہوئی گذری تھی کہ نماز کے علاوہ اور کوئی شے مسلمانون پر فرض نہین ہو سکتی تھی، مدینہ آکر جب کسی قدر امن و سکون میسر ہوا تو فرائض کی حدبندی ہوئی اور احکامات مین اضافہ شروع ہوا، چنانچہ زکوٰۃ فرض ہوئی، روزے مقرر کئے گئے، حدود قائم ہوئے اور حرام و حلال کی تشریح کی گئی، اِس وقت تک آن حضرتؐ نماز کے لئے جو جماعت قائم کرتے تھے، اُس کی صرف یہ صورت ہوتی تھی کہ لوگ نماز کے اوقات مین آکر جمع ہو جاتے تھے اور نماز ہو جاتی تھی، لیکن اِس کی اطلاع کا مسلمانون کے پاس کوئی ذریعہ نہ تھا، ظاہر ہے کہ یہ بالکل غیر منتظم حالت تھی اِسی بنا پر آن حضرتؐ کا ارادہ ہوا کہ نماز کے وقت یہود کی طرح بوق بجایا جائے، پھر ناقوس کا خیال ہوا، اِسی اثنا مین انصار کے ایک شخص حضرت عبداللہ بن زید بن عبدربہؓ نے خواب دیکھا اور اُس مین اذان کے کلمات سنے، بیدار ہو کر آن حضرتؐ سے بیان کیا تو ارشاد ہوا کہ تمھارا خواب سچا ہے، اِس کے بعد حکم ہوا کہ بلال کو سکھا دو، حضرت بلالؓ اذان دے ہی رہے تھے کہ حضرت عمرؓ نے اپنا خواب آکر بیان کیا اور کہا مین نے بھی یہی کلمات خواب مین سُنے ہین، آن حضرتؐ یہ سُنکر بہت

۱ صحیح بخاری ص ۱۷۰ ج ۱، ۲ ایضاً ص ۳۳۳ ج ۱، ۳ طبقات ابن سعد ص ۹۴ ج ۲ قسم ۱،

خوش ہوئے اور دو مسلمانون کے اِس اتفاق پر خدا کا شکر ادا کیا[1]

اِس مقام پر یہ بات لحاظ کے قابل ہے کہ اذان جو درحقیقت نماز کا دیباچہ اور اسلام کا شعار اعظم ہے، ایک انصاری کی رائے سے قائم ہوئی، اور یہ وہ شرف ہے جو انصار کے ناصیۂ کمال پر ہمیشہ غرۂ عظمت بن کر نمایان رہے گا،

حضرت ابوایوب انصاری رضہ

نام ونسب اور ابتدائی حالات خالد نام، ابوایوب کنیت، قبیلۂ خزرج کے خاندان نجّار سے تھے، سلسلۂ نسب یہ ہے، خالد بن زید بن کلیب بن ثعلبہ بن عبدعوف خزرجی، خاندان نجار گو قبائل مدینہ مین خود بھی ممتاز تھا، تاہم اِس شرف نے کہ حامل نبوت کی وہان ناہنالی قرابت تھی، اُس کو مدینہ کے اور قبائل سے ممتاز تر کردیا تھا، ابوایوب رضہ اِس خاندان کے رئیس تھے،

اسلام حضرت ابوایوب انصاری رضہ بھی اُون منتخب بزرگان مدینہ مین ہین، جنھون نے، عقبہ کی گھاٹی مین جاکر آنحضرت صلعم کے دست مبارک پر اسلام کی بیعت کی تھی،

حضرت ابوایوب رضہ مکہ سے دولت ایمان لے کر ملٹے تو اِن کی فیاض طبعی نے گوارا نہ کیا کہ اِس نعمت کو صرف اپنی ذات تک محدود رکھین، اِس لئے اپنے اہل وعیال، اعزہ واقارب، اور دوست واحباب کو ایمان کی تلقین کی، اور اپنی بیوی کو حلقۂ توحید مین داخل کیا،

حامل نبوت کی میزبانی خدا نے اہل مدینہ کے قبول دعوت سے اسلام کو ایک امن عطا کردیا، اور مسلمان مہاجرین مکہ اور اطراف سے آآکر مدینہ مین پناہ گزین ہوئے، لیکن جو وجود مقدس قریش کی ستمگاریون کا حقیقی نشانہ تھا وہ اب تک ستمگارون کے حلقہ مین تھا، آخرماہ ربیع الاوّل مین نبوت کے تیرہوین سال وہ بھی عازم

[1] سیرت ابن ہشام ص ۴۳۳ ج ۱، وجامع ترمذی ص ۲۷،

مدینہ ہوا، اہل مدینہ بڑی بیتابی سے آن حضرتؐ صلعم کی آمد آمد کا انتظار کر رہے تھے، انصار کا ایک گروہ جس مین
حضرت ابوایوب رضؓ بھی تھے روزانہ حرّہ تک جو مدینہ سے ۳-۴ میل ہے، صبح اُٹھ کر جاتا تھا اور دوپہر تک حضور
کا انتظار کر کے نامراد واپس آتا تھا، ایک روز اسی طرح یہ لوگ بے نیل مرام واپس ہو رہے تھے کہ ایک یہودی
نے دور سے آنحضرتؐ صلعم کو قرینہ سے پہچان کر انصار کو تشریف آوری کا مژدہ سنایا، انصار جن مین بنو نجار
سب کے پیش پیش تھے ہتھیار سج سج کر خیر مقدم کے لئے آگے بڑھے،

مدینہ سے متصل قبا نام ایک آبادی تھی، آنحضرتؐ صلعم کچھ دنون قبا مین رونق افروز رہے اُس کے
بعد مدینہ کا عزم فرمایا، اللہ اکبر! مدینے کی تاریخ مین یہ عجیب مُبارک دن تھا، بنو نجار اور تمام انصار ہتھیارون
سے آراستہ دو رویہ صف بستہ تھے، رؤسا اپنے اپنے محلّون مین قرینے سے ایستادہ تھے، پردہ نشین خواتین
گھر سے باہر نکل آئی تھین، مدینہ کے حبشی غلام جوشِ مسرت مین اپنے اپنے فوجی کرتب دکھا رہے تھے
درخاندان نجار کی لڑکیان دف بجا بجا کر "طلع البدر" کا ترانۂ خیر مقدم گا رہی تھین، غرض اُس شان
وشکوہ سے آن حضرتؐ صلعم کا شہر مین داخلہ ہوا کہ دداع کی گھاٹیان مسّرت کے ترانون سے گونج اٹھین؛
اور مدینہ کے روزنہائے دیوار نے اپنی آنکھون سے وہ دیکھا جو کبھی نہ دیکھا تھا،

اب ہر شخص منتظر تھا کہ دیکھئے میزبانِ دو عالم کی مہمانی کا شرف کس کو حاصل ہو، جدھر سے آپ
کا گذر ہوتا لوگ اهلاً وسهلاً مرحباً کہتے ہوئے آگے بڑھتے اور عرض کرتے، کہ حضور یہ گھر حاضر ہے
لیکن کارکنان قضا و قدر نے اس شرف کے لئے جس گھر کو تاکا تھا وہ ابوایوبؓ کا کاشانہ تھا، آنحضرتؐ
صلعم نے لوگون سے فرمایا خلوا سبیلها فانها مامورة، امام مالک کا قول ہے کہ اُس وقت
آن حضرتؐ پر وحی کی حالت طاری تھی، اور آپ اپنے قیام گاہ کی تجویز مین حکم الٰہی کے منتظر تھے، آخر
ندائے وحی نے تسکین کا سرمایہ بہم پہونچایا اور ناقۂ قصوا نے خانۂ ابوایوبؓ کے سامنے سفر کی منزل
ختم کی، حضرت ابوایوبؓ سامنے آئے اور درخواست کی کہ میرا گھر قریب ہے، اجازت ہو تو اسباب

اُتارلون، اُمیدوارون کا ہجوم اب بھی باقی تھا اور لوگون کا اصرار، اجازت سے مانع تھا، آخر لوگون نے قرعہ ڈالا، ابوایوبؓ کا نام نکلا حضرت ابوایوبؓ کو اِس فخرلازوال کے حصول سے جو مسرت ہوئی ہوگی اُس کا کون اندازہ کر سکتا ہے؟

آن حضرت صلعم ابوایوبؓ کے گھر مین تقریباً ۷ مہینے تک فروکش رہے، اس عرصہ مین حضرت ابوایوبؓ نے نہایت عقیدت مندانہ جوش کے ساتھ آپ کی میزبانی کی، اُن کے مکان کے اوپر نیچے دو حصے تھے، اُنھون نے اُوپر کا حصہ آن حضرت صلعم کے لئے مخصوص کیا، لیکن آپ نے اپنی اور زائرین کی آسانی کی خاطر نیچے کا حصہ پسند فرمایا، ایک دفعہ اتفاق سے کوٹھے پر پانی کا جو گھڑا تھا وہ ٹوٹ گیا چھت معمولی تھی ڈر تھا کہ پانی نیچے ٹپکے اور آن حضرت صلعم کو تکلیف ہو، گھر مین میان بیوی کے اُوڑھنے کے لئے صرف ایک ہی لحاف تھا، دونون نے لحاف پانی پر ڈالدیا کہ پانی جذب ہو کر رہجائے، بااین ہمہ یہ تکلیف اِن میزبانون کے لئے کوئی بڑی زحمت نہ تھی، کہ اسلام کی خاطر اُس سے بھی بڑی بڑی اور شدید تکلیفون کے تحمل کا وہ عزم کر چکے تھے، تاہم یہ خیال کہ وہ اُوپر اور خود حامل وحی نیچے ہے ایسا سوہانِ روح تھا جس نے ابوایوبؓ اور ام ایوبؓ کو ایک دفعہ شب بھر بیدار رکھا، اور دونون میان بیوی نے اِس سوءِ ادب کے خوف سے چھت کے کونون مین بیٹھ کر رات بسر کی، صبح ابوایوبؓ آن حضرت صلعم کی خدمت مین حاضر ہوئے، اور رات کا واقعہ عرض کیا، اور درخواست کی، کہ حضور اوپر اقامت فرمائین، جان نثار نیچے رہین گے، چنانچہ آنحضرت صلعم نے درخواست منظور فرمائی، اور بالاخانہ پر تشریف لے گئے،

آن حضرت صلعم جب تک ان کے مکان مین تشریف فرما رہے، عموماً انصار یا خود ابوایوبؓ، آن حضرت صلعم کی خدمت مین روزانہ کھانا بھیجا کرتے تھے، کھانے سے جو کچھ بچ جاتا، آپ ابوایوبؓ کے پاس بھیجدیتے تھے، ابوایوبؓ آنحضرت صلعم کی انگلیون کے نشان دیکھتے، اور جس طرف سے آن حضرت نے

(۱) صحیح مسلم ص ۱۹۰ ج ۲،

نوش فرمایا ہوتا، وہین اُنگلی رکھتے اور کھاتے، ایک دفعہ کھانا واپس آیا تو معلوم ہوا کہ حضور نے تناول نہین فرمایا، مضطربانہ خدمتِ اقدس مین پہنچے، اور نہ کھانیکا سبب دریافت کیا، ارشاد ہوا کہ کھانے مین لہسن تھا اور مین لہسن پسند نہین کرتا، ابو ایوبؓ نے کہا اِنی اکرہ ما تکرہ جو آپ کو ناپسند ہو یا رسول اللہ مین بھی اُس کو ناپسند کرون گا،[۱]

مواخاۃ ہجرت کے بعد آن حضرتؐ نے مہاجرین و انصار کو باہم بھائی بھائی بنا دیا، آپ نے حضرت انسؓ کے مکان مین مہاجرین و انصار کو جمع کیا اور اتحادِ مذاق اور رتبہ اور درجہ کے لحاظ سے ایک ایک مہاجر کو ایک ایک انصار کا بھائی بنایا، اُس موقع پر حضرت ابو ایوبؓ انصاری کو جس مہاجر کا بھائی قرار دیا وہ یثرب کے اولین داعی اسلام حضرت مصعبؓ بن عمیر قریشی تھے، مصعبؓ بن عمیر وہ پرجوش صحابی ہین جنھون نے اسلام کی خاطر بڑی بڑی سختیان جھیلی تھین، اور ہجرت نبوی سے پہلے اسلام کے سب سے اول داعی بنا کر آن حضرت صلعم نے ان کو مدینہ بھیجا تھا، ابو ایوبؓ کی اُن سے مواخاۃ یہ معنی رکھتی ہے کہ یہ بھی اپنے اندر اسی قسم کا جوش اور ولولہ رکھتے ہین، اور آخرِ اُن کی زندگی کے واقعات نے اس کو سچ کر دیا،

غزوات اور عام حالات ابو ایوبؓ، آن حضرت صلعم کے ساتھ تمام غزوات مین دیگر اکابر صحابہ کی طرح برابر کے شریک رہے، اور اس التزام سے شریک رہے، کہ ایک غزوہ کے شرف شرکت سے بھی محروم نہین رہے، آن حضرتؐ کے مشہور غزوات مین پہلا غزوہ بدر ہے، حضرت ابو ایوبؓ اس مین شریک تھے، بدر کے بعد وہ احد، خندق، بیعت الرضوان، وغیرہ اور تمام غزوات مین بھی آن حضرت صلعم کے ہم رکاب رہے، آن حضرت صلعم کی وفات کے بعد بھی اُن کی زندگی کا بیشتر حصہ جہاد مین صرف ہوا، حضرت علیؓ کے عہد خلافت مین جو لڑائیان پیش آئین، ان مین سے جنگ خوارج مین وہ شریک تھے اور جناب امیرؓ کی معیت مین مدائن تشریف لے گئے،

---

[۱] صحیح مسلم ص ۱۹۸ ج ۲،

جناب امیر کو آپ کی ذات پر جو اعتماد اور آپ کی قابلیت و حسن تدبیر کا جو اعتراف تھا وہ اس سے ظاہر ہوگا کہ جب اُنھوں نے کوفہ کو دار الخلافہ قرار دیا تو مدینہ مین حضرت ابوایوبؓ کو اپنا جانشین چھوڑ گئے، اور وہ اس عہد مین امیر مدینہ رہے،

آنحضرت صلعم کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اُن کی سابقہ حسن خدمت کی بنا پر بارگاہ خلافت سے حسب ترتیب ماہانہ وظائف ملتے تھے، حضرت ابوایوبؓ کا وظیفہ پہلے ۴ ہزار درہم تھا حضرت علیؓ نے اپنے زمانہ خلافت مین بیس ہزار کر دیا، پہلے ۸ غلام اُن کی زمین کی کاشت کے لئے مقرر تھے جناب امیرؓ نے ۴۰ غلام مرحمت فرمائے،

آل واولاد حضرت ابوایوبؓ کی زوجہ کا نام حضرت ام ایوب انصاریہؓ ہے، اور وہ مشہور صحابیہ ہین اُن کی اولاد کی صحیح تعداد معلوم نہین، اس قدر معلوم ہے کہ ثابت، خالد، محمد تین بیٹے اور عمرہ لڑکی اِن کے بطن سے تولد ہوئی،

اس حسن خدمت اور محبت کی یادگار مین جو آپ کو آنحضرت صلعم کی ذات سے تھی، تمام اصحابؓ اور اہل بیتؓ آپ سے بہ محبت وعظمت پیش آتے تھے، حضرت ابن عباسؓ، حضرت علیؓ کی طرف سے بصرہ کے گورنر تھے، اسی زمانہ مین آپ حضرت ابن عباسؓ کی ملاقات کو بصرہ تشریف لے گئے، ابن عباسؓ نے کہا کہ مین چاہتا ہون کہ جس طرح آپ نے آنحضرت صلعم کی اقامت کے لئے اپنا گھر خالی کر دیا تھا مین بھی آپ کے لئے اپنا گھر خالی کر دون، یہ کہکر اپنے تمام اہل وعیال کو دوسرے مکان مین منتقل کر دیا، اور مکان مع اُس تمام ساز وسامان کے جو گھر مین موجود تھا آپ کی نذر کر دیا،

مصر کا سفر حضرت علیؓ کے بعد امیر معاویہ کی حکومت کا زمانہ آیا، عقبہ بن عامر جہنی اُن کی طرف سے مصر کے گورنر تھے، حضرت عقبہ کے عہد امارت مین حضرت ابوایوبؓ کو دو مرتبہ سفر مصر کا اتفاق ہوا، پہلا سفر طلب حدیث کے لئے تھا، اُنہین معلوم ہوا تھا کہ حضرت عقبہ کسی خاص حدیث کی روایت کرتے ہین،

صرف سماع حدیث کے لئے اور صرف ایک حدیث کے لئے حضرت ابو ایوبؓ نے عالم پیری میں سفر مصر کی زحمت گوارا کی، مصر ہونچکر پہلے مسلمہ بن مخلد کے مکان پر گئے، حضرت مسلمہ نے خبر پائی تو جلدی سے گھر سے باہر نکل آئے اور معانقہ کیا، پھر پوچھا کہ کیسے تشریف لانا ہوا؟ حضرت ابو ایوبؓ نے فرمایا کہ مجکو عقبہ کا مکان بتا دیجئے مسلمہ سے رخصت ہوکر عقبہ کے مکان پر پہونچے، ان سے ستر المسلم کی حدیث دریافت فرمائی اور کہا کہ اس وقت آپ کے سوا اس حدیث کا جاننے والا کوئی نہیں، حدیث سنکر اونٹ پر سوار ہوئے اور سیدھے مدینہ منورہ واپس چلے آئے[۱]

غزوۂ روم کی شرکت | دوسری بار غزوہ روم کی شرکت کے ارادہ سے مصر تشریف لائے، فتح قسطنطنیہ کی آنحضرت صلعم بشارت دے گئے تھے، امرائے اسلام منتظر تھے کہ دیکھئے یہ پیشگوئی کس جانباز کے ہاتھ سے پوری ہو، شام کے دار الحکومت ہونے کے سبب سے حضرت معاویہ کو اس کا سب سے زیادہ موقع حاصل تھا چنانچہ سنہ ۵۲ھ میں امیر معاویہ نے روم پر فوج کشی کی، یزید بن معاویہ اس لشکر کا سپہ سالار تھا، دیگر اصحاب کبار کی طرح حضرت ابو ایوبؓ بھی اس پرجوش فوج کے ایک سپاہی تھے، مصر و شام وغیرہ ممالک اسلام کے الگ الگ دستے تھے، مصری فوج کے سر عسکر گورنر مصر مشہور صحابی عقبہ بن عامر جہنی تھے، ایک دستہ فضالہ بن عبید کے ماتحت تھا، ایک جماعت عبد الرحمن بن خالد بن ولید کے زیر قیادت تھی، رومی بڑے سروسامان سے لڑائی کے لئے تیار ہوئے اور ایک فوج گران مسلمانوں کے تقابلہ کے لئے بھیجی، مسلمانوں نے بھی مقابلہ کی تیاریاں کیں، ان کی تعداد بھی دشمنوں سے کم نہ تھی، جوش کا یہ عالم تھا کہ ایک ایک مسلمان رومیوں کی پوری پوری صف سے معرکہ آرا تھا، ایک صاحب کے جوش کی یہ کیفیت تھی کہ رومیوں کی صفوں کو چیر کر تنہا اندر گھس گئے، اس تہور کو دیکھ کر عام مسلمانوں نے بیک آواز کہا کہ صریح آیت قرآنی لا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ (اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو) کے خلاف ہے، ابو ایوبؓ انصاری آگے

(۱) مسند احمد ج ۴ ص ۱۵۳،

بڑھے اور فوج کو مخاطب کرکے فرمایا، لوگو! تم نے اس آیۂ شریفہ کے یہ معنی سمجھے ؟ حالانکہ اس کا تعلق انصار کے ارادۂ تجارت سے ہے، اسلام کے امن و فراخی کے بعد انصار نے یہ ارادہ کیا کہ گذشتہ سالہائے جہاد و مشغولیت مین جو نقصانات اٹھانے پڑے ہین ان کی تلافی کیجائے،

پس ہلاکت جہاد مین نہیں، بلکہ ترک جہاد اور فراہمی مال مین ہے،

وفات اسی سفر جہاد مین عام وبا پھیلی اور مجاہدین کی بڑی تعداد اس کے نذر ہوگئی، حضرت ابو ایوبؓ بھی اس وبا مین بیمار ہوئے، یزید عیادت کے لئے گیا اور پوچھا کہ کوئی وصیت کرنی ہو تو فرمائیے تعمیل کی جائے، آپ نے فرمایا، تم دشمن کی سرزمین مین جہان تک جا سکو میرا جنازہ وہین لے جاکر دفن کرو، چنانچہ وفات کے بعد اس کی تعمیل کی گئی، تمام فوج نے ہتھیار سجکر رات کو لاش قسطنطنیہ کی دیوارون کے نیچے دفن کی، نماز مین جس قدر مسلمان فوج مین تھے سب شامل تھے، دفن کرنے کے بعد یزید نے کفار کی بے ادبی کے خوف سے مزار کو زمین کے برابر کرادیا، صبح کو رومیون نے مسلمانون سے پوچھا کہ رات آپ لوگ کچھ مصروف سے نظر آتے تھے، بات کیا تھی مسلمانون نے کہا کہ ہمارے پیغمبر کے ایک بڑے جلیل القدر دوست نے وفات پائی، ان کے دفن مین مشغول تھے، لیکن جہان ہم نے دفن کیا ہے تمہین معلوم ہے، اگر مزار اقدس کیساتھ کوئی گستاخی تمہاری طرف سے روا رکھی گئی، تو یاد رکھو اسلام کی وسیع الحدود حکومت مین کہین ناقوس نہ بج سکے گا،

حضرت ابو ایوبؓ کا مزار دیوار قسطنطنیہ کے قریب ہی اور اب تک زیارت گاہ خلائق ہے، رومی قحط کے زمانہ مین مزار اقدس پر جمع ہوتے تھے، اس کے وسیلے سے باران رحمت مانگتے تھے اور خدا کے لطف و کرم کا تماشا دیکھتے تھے،

فضل وکمال حضرت ابو ایوبؓ کا فضل و کمال اس قدر مسلم تھا کہ خود صحابہ ان سے مسائل دریافت کرتے تھے، حضرت ابن عباسؓ، ابن عمرؓ، براءؓ بن عازب، انسؓ بن مالک، ابو امامہؓ، زیدؓ بن خالد جہنی، مقدام بن

معدی کرب، جابرؓ بن سمرہ، عبداللہؓ بن یزید خطمی کہ سب آنحضرتؐ کے تربیت یافتہ تھے، باایں ہمہ ابوایوبؓ کے فیض سے بے نیاز نہیں تھے، تابعین میں سعید بن مسیب، عروہ بن زبیر، سالم بن عبداللہ، عطاء بن یسار، عطاء بن یزید لیثی، ابوسلمہ، عبدالرحمن بن ابی لیلی، بڑے پایہ کے لوگ ہیں تاہم وہ حضرت ابوایوبؓ کے عام ارادتمندوں میں داخل تھے،

حضرت ابوایوبؓ کو فضل وکمال میں مرجعیت عامہ حاصل تھی، صحابہ کرام جب کسی مسئلہ میں اختلاف کرتے ان کی طرف رجوع کرتے تھے، ابن عباس اور مسور بن مخرمہ میں اختلاف ہوا کہ محرم حالت جنابت میں غسل کرتے وقت سر ہاتھ سے مل سکتا ہے یا نہیں؟ ابن عباسؓ کا خیال تھا کہ سر دھو سکتا ہے مگر مسورؓ کہتے تھے کہ سر دھونا جائز نہیں، دونوں بزرگوں نے عبداللہؓ بن حسین کو حضرت ابوایوبؓ کی خدمت میں بھیجا، حسن اتفاق یہ کہ وہ اس وقت غسل ہی کر رہے تھے، عبداللہؓ نے مسئلہ پوچھا تو اُنھوں نے اپنا سر باہر نکال کر ملنا شروع کیا، اور فرمایا کہ دیکھو آنحضرت صلعم اسی طرح غسل کرتے تھے[1]،

عاصم بن سفیان ثقفی غزوہ سلاسل میں شرکت کی غرض سے گھر سے نکلے تھے[2]، ابھی منزل مقصود سے دور تھے، کہ اختتام جنگ کی خبر آئی، انھیں نہایت افسوس ہوا، امیر معاویہ کے دربار میں آئے تو اس وقت ابوایوبؓ اور عقبہؓ بن عامر بھی موجود تھے، ان کی موجودگی میں عاصم نے حضرت ابوایوبؓ سے مسئلہ دریافت کیا اور ان دونوں بزرگوں سے نہیں پوچھا حضرت ابوایوبؓ کو یہ گوارا نہ ہوا، مسئلہ کا جواب دیکر عقبہ سے تصدیق کرالی کہ ان کو کسی قسم کا خیال نہ پیدا ہو،

ابن اسحٰقؓ (مولی بنی ہاشم) اور بہت سے بزرگوں میں یہ بحث درپیش تھی کہ نبیذ کس کس برتن میں بنا سکتے ہیں؟ اور فرع مابہ النزاع تھا حضرت ابوایوبؓ انصاری کا ادہر سے گذر ہوا تو لوگوں نے ایک آدمی کو تحقیق مسئلہ کے لئے روانہ کیا، حضرت ابوایوبؓ نے فرمایا کہ آنحضرتؐ نے مزفت میں نبیذ بنانے کی ممانعت

---

[1] صحیح بخاری ص ۲۴۸ ج ۱، (۲) مسند احمد ص ۴۲۳ ج ۵، ونسائی، باب فضل الوضو،

کی ہے، اُس شخص نے قبر کا لفظ دہرایا مگر حضرت ابو ایوبؓ نے پھر یہی جواب دیا،[۱]

حضرت ابو ایوبؓ کے حب علم اور نشر معارف کی انتہا یہ ہے کہ بستر مرگ پر بھی اُن کی زبان اشاعت حدیث کا مقدس فرض ادا کر رہی تھی، وفات سے قبل اُنھون نے آنحضرت صلعم سے دو حدیثین روایت کین، جو پہلے کبھی اُنھون نے بیان نہین کی تھین، اُن کی رحلت کے بعد عام اعلان کے ذریعہ سے وہ لوگون تک پہونچائی گئین،[۲]

اخلاق حضرت ابو ایوبؓ کے مجموعۂ اخلاق مین تین چیزین سب سے زیادہ نمایان تھین، حب رسول، جوشِ ایمان، اور حق گوئی، آنحضرت صلعم کے ساتھ ابو ایوبؓ کو جو محبت تھی، اور حضرت رسالت پناہ صلعم کے ساتھ جو آداب وہ ملحوظ رکھتے تھے، میزبانی کے ذکر مین وہ واقعات گذر چکے ہین

وفات نبوی کے بعد جان نثارون کے لئے روضۂ اقدس کے سوا اور کیا شے مایۂ تسلی ہو سکتی تھی؟ ایک دفعہ حضرت ابو ایوبؓ آنحضرت صلعم کے روضۂ اطہر کے پاس تشریف رکھتے تھے، اور اپنا چہرہ ضریح اقدس سے مس کر رہے تھے، اُس زمانہ مین مروان مدینہ کا گورنر تھا، وہ آگیا اس کو بظاہر یہ فعل خلاف سنت نظر آیا، لیکن ابو ایوبؓ سے زیادہ مروان واقفِ رموز نہ تھا، اصل اعتراض کو سمجھ کر آپ نے فرمایا، مین آنحضرت صلعم کی خدمت مین حاضر ہوا ہون، اینٹ اور پتھر کے پاس نہین آیا،[۳]

جوشِ ایمان کا تماشا تم اوپر دیکھ چکے ہو، غزوات نبوی مین سے کسی غزوہ کی شرکت سے وہ محروم نہ تھے، اسّی برس کی عمر مین بھی وہ مصر کی راہ سے بحر روم کو عبور کر کے قسطنطنیہ کی دیوارون کے نیچے اعلاء کلمۃ اللہ مین مصروف تھے،

حق گوئی کا یہ عالم تھا کہ حکومت اور امارت کا دبدبہ و شان بھی اُس سے باز نہین رکھ سکتا تھا، ایک دفعہ مصر کے گورنر عقبہ بن عامر جہنی نے جو خود صحابی تھے، کسی سبب سے مغرب کی نماز مین دیر کر دی، حضرت ابو ایوبؓ

---

[۱] مسند احمد ص ۴۱۶ ج ۵، [۲] ص ۴۱۴ و ص ۴۲۲ ج ۵ مسند احمد، [۳] ص ۴۲۲ ج ۵ مسند احمد،

نے اُٹھ کر پوچھا مَا هٰذِهِ الصَّلٰوةُ يَا عُقبة؛ عقبہؓ! یہ کیسی نماز ہے؟ حضرت عقبہؓ نے کہا ایک کام کی وجہ سے دیر ہو گئی، آپ نے کہا تم صاحب رسول اللہ ہو، تمہارے اس فعل سے لوگوں کو گمان ہو گا کہ شاید آنحضرت صلعم اسی وقت نماز پڑھتے تھے، حالانکہ آنحضرتؐ نے مغرب کے وقت تعجیل کی تاکید فرمائی ہے،

حضرت خالد بن ولید کے صاحبزادے عبدالرحمٰن نے کسی جنگ میں چار قیدیوں کو ہاتھ پاؤں بندھوا کر قتل کرا دیا، حضرت ابوایوب انصاریؓ کو خبر ہوئی تو انہوں نے فرمایا کہ اس قسم کے وحشیانہ قتل سے آنحضرتؐ نے ممانعت فرمائی ہے، اور میں تو اس طرح مرغی کا مارنا بھی پسند نہیں کرتا![92]

غزوۂ روم کے زمانہ میں جہاز میں بہت سے قیدی افسر تقسیمات کی زیر نگرانی تھے، حضرت ابوایوبؓ ادھر سے گذرے تو دیکھا قیدیوں میں ایک عورت بھی ہے جو زار و زار رو رہی ہے، حضرت ابوایوبؓ نے سبب پوچھا لوگوں نے کہا کہ اس کا بچہ اس سے چھین کر الگ کر دیا گیا ہے، حضرت ابوایوبؓ نے لڑکے کا ہاتھ پکڑ کر عورت کے ہاتھ میں دیدیا، افسر نے امیر سے اس کی شکایت کی، امیر نے باز پرس کی تو بولے، رسول اللہ نے اس طریقۂ ستم کی ممانعت کی ہے، اور بس![93]

حضرت ابوایوبؓ کی حریت ضمیر کا یہ فطری تقاضا تھا کہ جو بات اسلام کے خلاف دیکھیں اس پر لوگوں کو متنبہ کریں، چنانچہ جب وہ شام اور مصر تشریف لے گئے، اور وہاں پاخانے قبلہ رخ بنے ہوئے دیکھے، تو بار بار کہا، کیا کہوں؟ یہاں پاخانے قبلہ رخ بنے ہیں، حالانکہ آنحضرت صلعم نے اس کی ممانعت فرمائی ہے،[94]

حضرت ابوایوبؓ کی حیا کا یہ حال تھا کہ کنوئیں پر نہاتے تو چاروں طرف سے کپڑا تان لیتے تھے،[95]

---

[91] مسند احمد ص ۱۴۷ ج ۵ [92] ایضاً ص ۴۲۲ ج ۵، [93] ایضاً ص ۴۱۳ ج ۵ [94] ایضاً ص ۴۱۵ ج ۵ [95] صحیح بخاری ص ۲۴۷ ج ۱

حضرت انس بن نضرؓ

نام ونسب وخاندان | انس نام، خاندان نجار سے ہین سلسلۂ نسب یہ ہے انس بن نضر بن ضمضم بن زید بن حرام حضرت انس بن مالکؓ کے چچا ہین، سلمٰی بنت عمرو جو عبد المطلب (جد رسول اللہ صلعم) کی والدہ تھین، اسی خاندان سے تھین اور رشتہ مین حضرت انس بن نضر کی پھوپھی ہوتی تھین، حضرت انسؓ اپنے خاندانکے رئیس تھے،

اسلام | عقبۂ ثانیہ مین مشرف بہ اسلام ہوئے،

غزوات اور وفات | غزوۂ بدر مین کسی سبب سے شریک نہ ہو سکے تو آنحضرتؐ سے کہا یا رسول اللہ! افسوس ہے کہ آپکے پہلے غزوہ مین مین موجود نہ تھا لیکن اگر زندگی باقی ہے تو لوگ آیندہ دیکھ لین گے کہ مین کیا کرتا ہون!

شوال ۳ھ مین غزوۂ احد ہوا، لڑائی کی شدت کا یہ عالم تھا کہ بڑے بڑے جان بازون کے قدم اکھڑ گئے تھے، صرف چند آدمی آنحضرتؐ کے ساتھ باقی تھے، حضرت انسؓ نے میدان خالی دیکھا تو خود بڑھے، سعد بن معاذ سے ملاقات ہوئی تو کہا کہان جاتے ہو؟ جنت وہ ہے!! خدا کی قسم مین احد کی طرف سے جنت کی خوشبو محسوس کرتا ہون!! یہ کہکر نہایت جوش مین میدان کا قصد کیا، اور نہایت جوان مردی سے لڑکر جان دی، اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

حضرت انس کا بدن زخمون سے بالکل چھلنی تھا شمار کیا گیا تو اسّی سے اوپر زخم نکلے! کفار نے نعش کو مثلہ کر دیا تھا اس لئے شناخت نہ ہو سکی، ربیع بنت نضر نے کہ حضرت انسؓ کی بہن تھین، انگلی سے اپنے بھائی کو پہچانا،

اخلاق | جوش ایمان کا شاہد خود ان کی شہادت کا واقعہ ہے، غزوۂ احد کے متعلق جو آیتین نازل ہوئین

ان میں حضرت انسؓ جیسے بزرگون کی نہایت مدح کی گئی ہے، حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہین کہ یہ آیت میرے چچا انس بن نضر کے متعلق نازل ہوئی، من المومنین رجال صدقوا ما عاھدوا اللہ علیہ، فمنھم من قضی نحبہ ومنھم من ینتظر الآیہ، یعنی مسلمانون مین بہت سے ایسے لوگ ہین جو اپنے وعدہ مین بالکل سچے ہین، ان مین سے بعض اپنی قرار داد کو انجام تک پہنچا چکے ہین اور بعض وقت کا انتظار کر رہے ہین،

توکل کا اندازہ اس واقعہ سے کرنا چاہئے، ان کی بہن ربیع بنت نضر نے انصار کی ایک لڑکی کا دانت توڑ دیا تھا اس کی قوم قصاص کی طالب ہوئی، آنحضرت صلعم نے قصاص کا فیصلہ کیا تو انس بن نضر نے آگر کہا یا رسول اللہ! خدا کی قسم! ربیع کا دانت نہ توڑا جائیگا! ارشاد ہوا خدا کا یہی حکم ہے، حضرت انسؓ نے جس ذات پر اعتماد کرکے قسم کھائی تھی اس نے یہ صورت نکالی کہ لڑکی کے ورثہ دیت لینے پر راضی ہوگئے، اب ربیع قصاص سے بچ گئین، آنحضرتؐ نے فرمایا کہ خدا کے بعض بندے ایسے بھی ہین کہ جب قسم کھاتے ہین تو خدا ان کی قسم پوری کرتا ہے[1]

حضرت انس بن مالکؓ

نام ونسب اور ابتدائی حالات: انس نام، ابوحمزہ کنیت، خادم رسول اللہ لقب، قبیلۂ نجار سے ہین، جو انصا مدینہ کا معزز ترین خاندان تھا نسب نامہ یہ ہے، انس بن مالک بن نضر بن ضمضم بن زید بن حرام بن جندب بن عامر بن غنم بن عدی بن نجار، والدہ ماجدہ کا نام حضرت ام سلیم سہلہ بنت ملحان انصاریہ ہے جن کا سلسلۂ نسب تین واسطون سے حضرت انس کے آبائی سلسلہ مین مل جاتا ہے، اور رشتہ مین وہ

[1] بخاری ج ۲ ص ۶۴

آن حضرت صلعم کی خالہ ہوتی تھین،

حضرت انسؓ، ہجرت نبوی صلعم سے دس سال پیشتر شہر یثرب مین ۶۱۲ء مین پیدا ہوئے، ۸-۹ سال کا سن تھا کہ مان باپ مین کسی بات پر نزاع ہوئی اور باپ ناراض ہو کر شام چلے گئے، اور وہین انتقال کیا، مان نے دوسرا نکاح ابو طلحہ سے کیا، جن کا شمار قبیلۂ خزرج کے متمول اشخاص مین تھا، اور اپنے ساتھ حضرت انسؓ کو ابو طلحہ کے گھر لائین، حضرت انسؓ نے انہی کے گھر مین پرورش پائی،

قبل اسلام، عربون کی جہالت کا مرقع دیکھنا ہو تو اس تصویر کو بھی دیکھو، باپ (ابو طلحہ) کی صحبت مین جب بادہ و جام کا دور چلتا، تو بیٹا (انسؓ) ساقی گری کرتا، وہ پہلے دوسرون کو پلاتے اور بعد مین خود پیتے تھے[1]، عرب کا ذوق شراب نوشی دیکھنا ہو تو یہ منظر دیکھو، ۸-۱۰ برس کا خورد سال بچہ کس رغبت اور شوق سے شراب پیتا ہے، اور کوئی اس کو روکنے ٹوکنے والا نہین،

حضرت انس کا نام ان کے چچا انس بن نضر کے نام پر رکھا گیا تھا، کنیت نہ تھی، وہ آن حضرت صلعم نے تجویز فرمائی، اور بڑی مناسبت سے تجویز فرمائی، انس ایک خاص قسم کی سبزی جس کا نام حمزہ تھا چنا کرتے تھے، آن حضرت صلعم اسی مناسبت سے ان کی کنیت ابو حمزہ پسند فرمائی،

اسلام | حضرت انسؓ کا سن ۸-۹ سال کا تھا کہ مدینہ مین اسلام کی صدا بلند ہوئی، بنو نجار نے قبول اسلام مین جو پیشدستی کی تھی اس کا اثر یہ تھا کہ اس قبیلہ کے اکثر افراد آنحضرت صلعم کی تشریف آوری یثرب سے قبل توحید و رسالت کے علمبردار ہو چکے تھے، حضرت انسؓ کی والدہ (ام سلیمؓ) نے عقبۂ ثانیہ سے پیشتر دین اسلام اختیار کر لیا تھا، والد بت پرست تھے مگر اپنی زوجہ (ام سلیم) سے ان کے قبول اسلام پر غصہ ہو کر شام چلے گئے تھے، ادھر ام سلیم نے ابو طلحہ سے اس شرط پر نکاح کیا تھا کہ مذہب اسلام قبول کرین، وہ مسلمان ہو چکے تھے، اور عقبۂ ثانیہ مین آنحضرتؐ کے دست حق پرست پر مکہ جا کر بیعت کی تھی، اس بنا پر حضرت

[1] مسند احمد ج ۳، ص ۱۸۱

انس کا گھر نورِ ایمان کا ایک چراغ تھا، انکی جنتی ماں (ام سلیم رض) شمع اسلام کی پروانہ تھی اور ان کا محترم باپ (ابو طلحہ) دین حنیف کا ایک پرجوش فدائی تھا، بیٹے نے انھین والدین کی آغوش محبت مین تربیت پائی، اور مسلمان ہوا،

خدمت رسول ۱۰ سال کی عمر ہوگی کہ وہ یوم مسعود آیا جس کے انتظار مین اہل یثرب نے مہینون راتین کاٹی تھین یعنی رسول اللہ صلعم یثرب تشریف لائے، اور شہر یثرب کو مدینۃ النبی ہونے کا شرف عطا فرمایا، حضرت انس رض اسوقت گو صغیر السن تھے لیکن پرجوش تھے جس ساعت سعید مین مدینۂ طیبہ کا افق آفتاب نبوت کی نورانی شعاعون سے منور ہو رہا تھا حضرت انس رض اور بہت سے کم سن لڑکے "جاء رسول اللہ، جاء رسول اللہ" کا مژدۂ جان بخش اہل یثرب کو سنا رہے تھے، اور نہایت جوش مین خوشی خوشی شہر کا گشت لگا رہے تھے، جب "جاء محمد" کی آواز کان مین آتی مڑ کر دیکھتے[1] کہ شاید کاروان قدس منزل مقصود پر خیمہ زن ہوا ہے، لیکن گرد کاروان کے سوا کچھ نظر نہ آتا، اتنے مین گرد ہٹی اور نہایت شوکت و شان سے کوکبۂ نبوت نمودار ہوا، حضرت انس رض کی عقیدت مند نگاہ رخ انور پر پڑی، اور تصدیق قلبی اور اقرار لسانی نے صحابیت کا ممتاز شرف بارگاہ نبوت سے حاصل کیا،

آنحضرت صلعم نے مدینہ مین اقامت فرمائی تو حضرت ابو طلحہ، حضرت انس رض کو لیکر حضور مین حاضر ہوئے اور درخواست کی کہ انس کو اپنی غلامی مین لے لیجئے، آنحضرت صلعم نے منظور فرمایا اور حضرت انس رض خادمانِ خاص کے زمرہ مین داخل ہوگئے،

حضرت انس رض نے آنحضرت صلعم کی وفات تک اپنے فرض کو نہایت خوبی سے انجام دیا، وہ کم و بیش دس برس حامل نبوت کی خدمت کرتے رہے، اور ہمیشہ اس شرف پر ان کو ناز رہا، معمول تھا کہ فجر کی نماز سے پیشتر در اقدس پر حاضر ہوتے اور دوپہر کو اپنے گھر واپس آتے، دوسرے وقت پھر حاضر ہوتے اور عصر تک رہتے،

[1] مسند احمد ج ۳ ص ۲۲۲

نمازِ عصر پڑھ کر اپنے گھر کا رخ کرتے تھے، محلہ مین ایک مسجد تھی وہان لوگ اِن کا انتظار کرتے، جب یہ پہونچتے اُس وقت وہان نماز ہوتی تھی[۱]،

اِن اوقات کے ماسوا بھی وہ آنحضرتؐ کے احکام کی تعمیل کے لئے حاضر رہتے تھے، ایک مرتبہ حضرت انسؓ، آن حضرتؐ کے کامون سے فارغ ہوکر گھر روانہ ہوئے، دوپہر کا وقت تھا اور لڑکے کھیل رہے تھے حضرت انسؓ بھی کھڑے ہوکر تماشا دیکھنے لگے، اتنے مین آن حضرتؐ اُدھر تشریف لائے، لڑکون نے دور سے دیکھ کر انسؓ سے کہا کہ رسول اللہ آرہے ہین، آن حضرتؐ نے انسؓ کا ہاتھ پکڑا اور کسی کام سے روانہ کیا، اور خود ایک دیوار کے سایہ مین تشریف فرما رہے، حضرت انسؓ واپس ہوئے تو حضورؐ نے مکان کی طرف مراجعت فرمائی، کام کی مصروفیت مین حضرت انسؓ کو دیر ہوگئی تھی، گھر گئے تو ام سلیمؓ نے پوچھا آج دیر کہان لگائی؟ اُنھون کہا کہ رسول اللہ کے ایک کام سے گیا تھا، وہ بولین بتاؤ کیا کام تھا؟ اُنھون نے کہا کہ ایک پوشیدہ بات تھی، حضرت ام سلیمؓ نے کہا کہ اُس کو کسی سے نہ کہنا، چنانچہ حضرت انسؓ نے کسی پر ظاہر نہین کیا،

ایک مرتبہ ثابت سے کہ تلامذۂ خاص مین تھے فرمایا کہ اگر مین کسی شخص کو اِس راز سے آگاہ کرتا تو وہ تم تھے لیکن مین بیان نہ کرونگا[۲]،

حضرت انسؓ ہمیشہ آنحضرتؐ کے ساتھ رہتے تھے، سفر وحضر کی اِس مین تخصیص نہ تھی اور خلوت وجلوت کا اِن کے لئے ایک حکم تھا، نزولِ حجاب سے پہلے وہ آنحضرتؐ کے گھر مین آتے جاتے تھے،

ایک دن نمازِ فجر سے قبل آن حضرت صلعم نے فرمایا کہ روزہ کا ارادہ کرتا ہون، مجھے کچھ کھلاؤ حضرت انسؓ جلدی سے اُٹھے اور کچھ خرمے اور پانی لیکر حاضر ہوئے، آنحضرتؐ نے سحری کھائی اور پھر نمازِ فجر کے لئے تیار ہوئے[۳]،

داخلۂ خیبر کے وقت جبکہ نبوت کا جاہ وجلال، فاتح کی شان وشوکت رکھتا تھا، حضرت انسؓ

[۱] مسند احمد ج ۳ ص ۲۳۲، [۲] مسند احمد ج ۳ ص ۱۰۹ و ۱۹۵، [۳] مسند احمد ج ۳ ص ۱۹۷،

انسؓ کے قدم آنحضرت صلعم کے قدم کو چھوگئے جس سے ازار مبارک کھسک گیا تھا اور آنحضرتؐ کے زانوئے مقدس کی سفیدی لوگون کو نظر آئی، حضور نے کچھ خیال نہ فرمایا اور حضرت انسؓ کی اس خطا سے درگذر کی[1]

حضرت انسؓ، آنحضرتؐ کے تمام کام نہایت مستعدی اور تندہی سے بجالاتے اور اپنی فرمان برداری سے حضور کو خوش رکھتے تھے، حضرت انسؓ فرماتے ہین کہ مین نے دس برس آنحضرتؐ کی خدمت کی لیکن کبھی آپ خفا نہ ہوئے، اور کبھی کسی کام کی نسبت یہ نہ فرمایا کہ اب تک کیون نہ ہوا، آنحضرتؐ کو بھی ان سے خاص محبت ہوگئی تھی، ان کو "بیٹا" اور کبھی کبھی پیار مین "انیس" کہکر مخاطب فرماتے تھے، اس کے علاوہ ان کے گھر اکثر تشریف لیجاتے، چھوہارے نوش فرماتے، کھانا موجود ہوتا تو کھانا تناول فرماتے، دوپہر کا وقت ہوتا تو آرام کرتے، نماز پڑھتے اور حضرت انسؓ کے لئے دعا مانگتے،

پہلے گذرچکا ہے، حضرت انسؓ کی مان حضرت ام سلیمؓ آنحضرت صلعم کی رشتہ مین خالہ ہوتی تھین، وہ آنحضرتؐ سے بہت محبت کرتی تھین، اور آنحضرتؐ کو بھی ان کا حد درجہ خیال تھا، غزوۂ خیبر مین صفیہؓ اسیر ہوکر آئین اور آنحضرتؐ نے نکاح کا خیال ظاہر فرمایا، تو حضرت ام سلیمؓ کے پاس بھیجدیا، ام سلیمؓ نے شادی کا سامان کیا، اور حضرت صفیہؓ کو دلہن بناکر شب کو آنحضرتؐ کے خیمۂ اطہر مین پہونچایا[2]

اسی طرح جب آنحضرت صلعم نے حضرت زینبؓ سے عقد کیا، تو ام سلیمؓ نے ایک لگن مین مالیدہ بناکر آنحضرتؐ کی خدمت مین بھیجا، آپ نے صحابہؓ کو طلب فرمایا اور ایک مختصر سا جلسۂ دعوت ترتیب دیا،[3]

غرض ان مختلف خصوصیتون نے حضرت انسؓ کو خاندان نبوت کا ایک ممبر بنا دیا تھا، آنحضرتؐ کبھی کبھی خوش طبعی مین ان سے مزاح فرماتے تھے، ابوحمزہ ان کی کنیت اسی مزاح کا نتیجہ تھی، ایک مرتبہ مزاح مین ارشاد فرمایا، "یاذالاذنین" یعنی اے دو کان والے،

عام حالات | بارگاہ اقدس مین حضرت انسؓ کو جو قرب واختصاص تھا، وہ تم اوپر پڑھ چکے ہو، تم نے دیکھا

---

[1] مسند احمد ص ۲۰۲ ج ۳، [2] مسند احمد ج ۳، [3] مسند احمد ج ۳، ص ۱۹۳

ہوگا کہ سفر و حضر اور خلوت و جلوت میں وہ کس استقلال سے آنحضرتؐ کے شریک صحبت رہتے تھے، یہی جوش محبت تھا جس نے میدانِ جنگ میں بھی آقا سے علیحدہ نہ ہونے دیا، غزوۂ بدر میں وہ کچھ بھی نہ تھے یعنی صرف ۱۲ برس کا سن تھا، لیکن مجاہدینِ اسلام کے پہلو بہ پہلو میدان جنگ میں موجود تھے اور آن حضرتؐ کی خدمت گذاری کا فرض بجالا رہے تھے، ان کی اس کم سنی سے لوگون کو شرکت بدر مین اشتباہ ہوتا تھا، چنانچہ ایک شخص نے پوچھا کہ آپ بدر مین موجود تھے، حضرت انسؓ نے فرمایا مین بدر سے کہان غائب ہو سکتا تھا؟

واقعۂ بدر سے ایک سال بعد غزوۂ احد واقع ہوا، اس مین بھی حضرت انسؓ بہت کم عمر تھے، ذی قعدہ ۶ھ مین حدیبیہ اور بیعت الرضوان پیش آئی، یہ وقت حضرت انسؓ کے شباب کا تھا یعنی ۱۶ برس کا سن تھا اور اب وہ میدانِ جنگ مین نبرد آزمائی کے قابل ہوگئے تھے، ۷ھ مین آن حضرتؐ نے عمرۃ القضا کیا، اس مین حضرت انسؓ تمام جان نثارون کی طرح آن حضرتؐ کے ہمرکاب تھے، اسی سنہ مین خیبر پر فوج کشی ہوئی، اس غزوہ مین حضرت انسؓ، ابو طلحہؓ کے ردیف تھے اور آن حضرت صلعم سے اس قدر قریب تھے کہ ان کا قدم آن حضرتؐ کے قدم سے مس کر رہا تھا، ۸ھ مین مکہ، اور طائف مین معرکون کا بازار گرم ہوا، اور ۱۰ھ مین آن حضرت صلعم نے حجۃ الوداع یعنی آخری حج کیا، ان سب واقعات مین حضرت انسؓ نے شرکت کی، اور سعادت دنیوی و اخروی سے بہرہ اندوز ہوئے،

آنحضرتؐ کے غزوات کی تعداد اگرچہ ۲۶-۲۷ تک پہونچتی ہے، لیکن جن مقامون مین قتال کی نوبت آئی ہے، وہ صرف ۹ ہین، بدر، احد، خندق، قریظہ، مصطلق، خیبر، مکہ، حنین، طائف، حضرت انسؓ ان سب مین موجود تھے، موسیٰ ابن انسؓ سے ایک شخص نے سوال کیا کہ آپ کے پدر بزرگوار، آنحضرتؐ کے کتنے معرکون مین شریک تھے، ؟ انھون نے کہا ۸ مین، غالباً انھون نے بدر کو شامل نہین کیا، جس کا سبب یہ ہے کہ بدر مین حضرت انسؓ، اس عمر تک نہین پہونچے تھے، جو جہاد کی شرکت کے لئے ضروری قرار دی گئی ہے،

آن حضرت صلعم کے بعد حضرت ابوبکرؓ خلیفہ ہوئے، اُنھون نے حضرت انسؓ کو بحرین مین صدقات کا افسر بنانا چاہا پہلے حضرت عمرؓ سے مشورہ کیا حضرت عمرؓ نے کہا کہ انسؓ بہت ہوشیار شخص ہین، آپ نے جو خدمت اُن کے لئے تجویز کی ہے مین اُس کی تائید کرتا ہون، چنانچہ حضرت انسؓ کو بارگاہ خلافت مین طلب فرمایا، اور بحرین کا عامل بنا کر بھیجا،

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد خلافت مین حضرت انسؓ کو تعلیم فقہ کے لئے، ایک جماعت کے ساتھ بصرہ روانہ کیا، اُس جماعت مین تقریباً ۱۰ اشخاص تھے، حضرت انسؓ نے مستقل طور سے بصرہ مین سکونت اختیار کی، اور زندگی کا بقیہ حصہ یہین بسر کیا،

ان مشاغل کے ماسوا جو غزوات اُس عہد سے تعلّق رکھتے ہین، حضرت انسؓ نے اُن مین خصوصیت سے حصہ لیا ہے، فتوح عجم مین واقعۂ تستر خاص اہمیت رکھتا ہے، حضرت انسؓ اس معرکہ مین پیدل فوج کے افسر اعلیٰ تھے، شہر فتح ہونے کے بعد سپہ سالار عساکر عجم جس کا نام ہرمزان تھا، اور ایران کے خاندان شاہی سے تعلق رکھتا تھا، معہ اپنے اہل وعیال کے اسیر ہو کر اسلامی سپہ سالار اعظم حضرت ابوموسیٰ اشعری کے روبرو حاضر کیا گیا، حضرت ابوموسیٰ نے ہرمزان کو حضرت انسؓ رضی اللہ عنہ کے ہمراہ بارگاہ خلافت مین روانہ کیا، اور ۳۰۰ سپاہیون کا ایک دستہ ہرمزان کی حفاظت کے لئے حضرت انسؓ کی ماتحتی مین دیا، حضرت انسؓ مدینہ منورہ پہونچے اور اپنے مقدس وطن کی زیارت سے محبت کی آنکھین روشن کین،

کچھ دنون مدینہ منورہ مین ٹھہر کر بصرہ واپس ہوئے، ذوالحجہ ۲۳ھ مین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے شہادت حاصل کی، اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مسند آرائے خلافت ہوئے، اُن کا ابتدائی خلافت کا زمانہ نہایت پرامن تھا، یہان تک کہ لوگ اِن کو فاروق اعظمؓ پر ترجیح دیتے تھے، لیکن کچھ دنون کے بعد حالات نے نہایت خوفناک صورت اختیار کرلی، اور فتنون کا دروازہ دفعتہً کُھل گیا، آفاق عالم سے مفسدین اُٹھ کھڑے ہوئے، جابجا باغیانہ تحریکین نشو ونما پانے لگین، ملک کے ہر ہر گوشہ مین فتنہ وفساد

کی آگ مشتعل ہوئی، اور شورہ پشتون کے فوجی سیلاب نے دار الخلافت مدینہ منورہ کا رُخ کیا،

لیکن اس جور و استبداد کے خطۂ وسیع الاکناف مین بہت سی ایسی شخصیتین بھی تھین جن کو تندی وجور مرعوب نہین کرسکتے تھے، چنانچہ جب امام مظلوم کی صدائے حق دار الخلافہ کے ایک مقدس گوشہ سے بلند ہوئی توسب سے پہلے اِن حاملانِ صدا قت نے اسے سنا، اور حمایتِ حق پر کمر ہمت باندھ کر اٹھ کھڑے ہوئے،

سلطنتِ اسلامیہ کے ہر حصہ مین اِن بزرگون کا وجود تھا، بصرہ بھی جو عراقِ عرب کا صدر مقام تھا، اِن بزرگون سے خالی نہ تھا، چنانچہ جب بصرہ مین اِن ہولناک واقعات کی خبر پہونچی، تو حضرت انس ابن مالک، عمران بن حصین اور دیگر بزرگوار نصرتِ دین اور تائید اسلام کے لئے مستعد ہو گئے، اور اپنی پرجوش تقریرون سے تمام شہر مین آگ لگادی، لیکن یہ امداد پہونچنے بھی نہ پائی تھی کہ خلیفۂ اسلام شہید ہوچکا تھا،

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے مسندِ خلافت کو اپنے جلوس سے زینت بخشی، خلافت کو چھ ماہ بھی نہ گذرے تھے، کہ ایک عظیم الشان فتنہ نے بصرہ سے سر اٹھایا، بصرہ حضرت انس کا مستقل قرارگاہ تھا، اور وہان ان کا خاص اثر تھا لیکن یہ عجیب بات ہے کہ اس فتنہ سے اُن کا دامن بالکل آلودہ نہ ہوا، وہ دیگر صحابۂ کبار کی طرح گوشہ نشین رہے، اور اُس وقت تک نہ نکلے جب تک آتشِ فساد سرد نہ ہوگئی،

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بعد وہ عرصہ تک زندہ رہے، اور انقلابِ زمانہ کے عجیب وغریب مناظر دیکھتے رہے، لیکن انھون نے گوشۂ خلوت کو مقدم جانا اور شہرت کی گوناگون دل فریبیون پر اپنے نفس کو مائل نہ کیا،

بااین ہمہ وہ عمالِ حکومت کے دستِ ستم سے محفوظ نہ رہ سکے، عبد الملک ابن مروان کے زمانہ

خلافت مین حجاج بن یوسف ثقفی، سلطنت امویہ کے مشرقی ممالک کا گورنر تھا، اور ظلم و جور مین اپنا نظیر نہ رکھتا تھا، بصرہ آیا تو حضرت انسؓ کو بلا کر نہایت شدت سے تنبیہ کی اور لوگون مین ذلیل کرنے کی غرض سے گردن پر مہر لگوا دی،

حجاج کا خیال تھا کہ حضرت انسؓ ہوا کے رخ پر چلتے ہین چنانچہ ان کو دیکھ کر کہا انسؓ! یہ چال بازی! کبھی مختار کا ساتھ دیتے ہو اور کبھی ابن اشعث کا، مین نے تمھارے لئے بڑی سخت سزا تجویز کی ہے، حضرت انسؓ نے نہایت تحمل سے کام لے کر پوچھا خدا امیر کو صلاحیت دے کس کے لئے سزا تجویز ہوئی ہے، حجاج نے کہا، "تمھارے لئے" حضرت انسؓ خاموش ہو کر اپنے مکان واپس تشریف لائے اور خلیفہ عبد الملک کے پاس ایک خط جس مین حجاج کی شکایت لکھی تھی روانہ کیا، عبد الملک نے خط پڑھا تو غصہ سے بے تاب ہو گیا اور حجاج کو ایک تہدید آمیز خط لکھا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے فوراً اُن کے مکان پر جا کر معافی مانگو ورنہ تمھارے ساتھ بہت سخت برتاؤ کیا جائیگا، حجاج معہ درباریون کے خدمت اقدس مین حاضر ہوا اور معافی مانگی اور درخواست کی کہ خوشنودی کا ایک خط خلیفہ کے پاس بھیجدیجئے، چنانچہ حضرت انسؓ نے اس کی عرضداشت منظور کی اور فی الفور ایک خط روانہ کیا،

وفات عمر شریف اس وقت سو سے متجاوز ہو چکی تھی، ۹۳ھ مین پیمانۂ عمر لبریز ہو گیا، کچھ زمانہ تک بیمار رہے، شاگردون اور عقیدت مندون کا ہجوم رہتا تھا، اور دور دور سے لوگ ان کی عیادت کو آتے تھے جب وفات کا وقت قریب ہوا ثابت بنانی سے کہ تلامذۂ خاص مین تھے فرمایا کہ میری زبان کے نیچے آنحضرت صلعم کا موئے مبارک رکھ دو، ثابت نے حکم کی تعمیل کی، اسی حالت مین روح مطہر نے داعی اجل کو لبیک کہا انا للہ وانا الیہ راجعون۔

وفات کے وقت حضرت انسؓ عمر کے ۱۰۳ مرحلے طے کر چکے تھے، بصرہ مین سوائے ان کے اور کوئی صحابی زندہ نہ تھا، اور عموماً عالم اسلامی (بجز ابو الطفیل) صحابۂ کرام کے وجود سے خالی ہو چکا

تھا، نماز جنازہ مین اہل وعیال، تلامذہ اور احباب خاص کی معتدبہ تعداد موجود تھی، قطن بن مدرک کلابی نے نماز جنازہ پڑھائی، اور اپنے محل کے قریب موضع طف مین دفن کیے گئے،

حضرت انسؓ کی وفات سے لوگون کو سخت صدمہ ہوا، اور واقعی رنج والم کا مقام تھا، تربیت یافتگان نبوت ایک ایک کرکے اُٹھ گئے تھے، صرف دو شخص باقی تھے جن کی آنکھین شمع نبوت کے دیدار سے روشن ہوئی تھین، اب ان مین سے بھی ایک نے دُنیائے فانی سے قطع تعلق کرلیا تھا،

حضرت انسؓ کا انتقال ہوا تو مورق بولے افسوس! آج نصف علم جاتا رہا، لوگون نے کہا یہ کیون کر؟ کہا کہ میرے پاس ایک بدعتی آیا کرتا تھا، وہ جب حدیث کی مخالفت کرتا مین اسے حضرت انسؓ کے پاس حاضر کرتا تھا، حضرت انسؓ حدیث سُنا کر اُس کی تشفی کرتے تھے، اب کون صحابی ہے جس کے پاس جاؤن گا،

آل واولاد اور خانگی حالات | حضرت انسؓ کثرت اولاد مین تمام انصار پر فوقیت رکھتے تھے، اور یہ آنحضرت صلعم کی دعا کا اثر تھا، ایک مرتبہ آنحضرت ان کے مکان پر تشریف لائے، ام سلیمؓ نے عرض کیا کہ انسؓ کے لئے دعا فرمائیے، چنانچہ آنحضرتؐ نے دیر تک دعا کی اور اخیر میں یہ فقرہ زبان مبارک سے ارشاد فرمایا،

اللّٰھم اکثر مالہ وولدہ وادخلہ الجنۃ حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ "دو باتین پوری ہوئین اور تیسری کا منتظر ہون" مال کی یہ حالت تھی کہ انصار مین کوئی شخص ان کے برابر متمول نہ تھا، اولاد کی اتنی زیادتی تھی کہ خاص حضرت انسؓ کے ۸۰ لڑکے اور دو لڑکیاں (لڑکیون کے نام حفصہ اور ام عمرو تھا) تولد ہوئیں، اور پوتون کی تعداد اس پر مستزاد تھی، مختصر یہ کہ وفات کے وقت بیٹون اور پوتون کا ایک پورا کنبہ چھوڑا تھا جن کا شمار ۱۰۰ سے اوپر تھا، حضرت انسؓ کے مشہور بیٹون اور بیٹیون کے نام یہ ہین، عبد اللہ، عبید اللہ، زید، یحیٰ، خالد، موسیٰ، نضر، ابوبکر، براء، علاء، عمر، رملہ، امینہ، ام حرام

(نزہۃ الابرار فی الاسامی ومناقب الاخیار تالیف وجیہ الدین ابو الفضائل عمر بن عبد الرحمن بن ابی بکر قلی) حضرت انسؓ کو اپنی اولاد سے بہت محبت تھی، وہ اکثر اپنے مکان پر رہتے تھے اور ازدیاد الفت کا ایک بڑا سبب یہ بھی تھا، اپنے لڑکون کو خود تعلیم دیتے تھے، لڑکیون کو بھی حلقۂ درس مین بیٹھنے کی اجازت تھی، اُن کے کئی لڑکے فن حدیث مین شیخ اور امام کا منصب رکھتے تھے، اور طبقۂ تابعین مین خاص عظمت کی نظر سے دیکھے جاتے تھے اور یہ حضرت انسؓ کی تعلیم کا اثر تھا،

تعلیم کے ماسوا حضرت انسؓ بہت بڑے تیرانداز تھے، اپنے لڑکون کو تیراندازی کی بھی مشق کراتے تھے پہلے لڑکے نشانہ لگاتے جس مین بسا اوقات غلطی ہو جاتی، پھر حضرت انسؓ ایسا تیر جوڑ کر مارتے کہ نشانہ خالی نہ جاتا تھا، لڑکون کو تیراندازی کی مشق کرانا انصار مین ایام جاہلیت سے رائج تھا، مورّخ طبری نے کہ بڑے پایہ کے محدث بھی تھے، تاریخ کبیر مین اس کی تصریح کی ہے،

عام حالات حلیہ اور لباس

حضرت انسؓ کا مفصل حلیہ معلوم نہین، اس قدر معلوم ہے کہ خوبصورت اور موزون اندام تھے مہندی کا خضاب لگاتے تھے، ہاتھون مین خلوق (ایک قسم کی خوشبو تھی) ملتے تھے، جس کی زردی سے چمک پیدا ہوتی تھی، انگوٹھی پہنتے تھے، صاحب اسد الغابہ نے روایت کی ہے کہ انگوٹھی کے نگینہ پر شیر کی صورت کندہ تھی، ایام پیری مین دانت ہلنے لگے تو سونے کے تارون سے بندھوائے تھے، بچپن مین ان کے گیسو تھے آن حضرت صلعم ان کے سر پر ہاتھ پھیرتے تھے تو ان بالون کو بھی ہاتھ سے مس فرمایا تھا، ایک دفعہ حضرت انسؓ نے گیسو کٹوانا چاہا تو ام سلیمؓ نے کہا کہ آن حضرت نے ان بالون کو چھوا ہے، ان کو نہ کاٹو، حضرت انسؓ کے مزاج مین نفاست اور پاکیزگی تھی، اور چونکہ دنیا نے بھی ساتھ دیا تھا یعنی امیر کبیر تھے، اس لئے زندگی بہت خوش اسلوبی سے گذارتے تھے، کپڑے قیمتی پہنتے تھے، خز کا لباس اس زمانہ مین اکثر امرا پہنا کرتے تھے، حضرت انسؓ بھی خز کے کپڑے زیب تن کرتے اور اسی کا عمامہ باندھتے تھے، خوشبودار چیزون کو پسند کرتے، مزاج مین تکلف تھا، ایک باغ نہایت اہتمام سے لگایا تھا، جو سال مین دو مرتبہ پھلتا تھا، اس مین ایک پھول

تھا جو مشک کی طرح مہکتا تھا،

حضرت انسؓ نے بصرہ سے ۲ فرسخ باہر مقام طف مین ایک محل بنایا تھا، اور وہین اقامت پذیر تھے، اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ شہر کے اندر رہنے سے باہر بود و باش رکھنا زیادہ پسند کرتے تھے،

کھانا اچھا کھاتے تھے، دسترخوان پر اکثر چپاتی اور شوربہ ہوتا تھا، کبھی کبھی ترکاری بھی ڈالی جاتی تھی، لوکی کی فصل مین اکثر لوکی پڑتی تھی، جو اُن کو محبت رسول کی وجہ سے بہت محبوب تھی طبیعت فیاض اور سیر چشم واقع ہوئی تھی، کھانے کے وقت شاگرد موجود ہوتے تو اُن کو بھی شریک کر لیتے تھے،

صبح کو ناشتہ کرتے، اور ۲۰ یا اُس سے زیادہ چھوہارے نوش فرماتے، پانی پیتے تو تین مرتبہ مین ختم کرتے،

گفتگو بہت صاف کرتے اور ہر فقرہ کو ۳ مرتبہ بولتے، کسی کے مکان پر تشریف لیجاتے تو ۳ مرتبہ اندر جانے کی اجازت طلب کرتے تھے[1]،

باایں ہمہ علو مرتبت سادگی کو بالطبع پسند فرماتے تھے، لوگون سے نہایت بے تکلفانہ ملتے تھے، شاگردون سے بھی چندان تکلف نہ تھا، اکثر فرماتے کہ آنحضرتؐ کے زمانہ مین ہم لوگ بیٹھے ہوتے اور حضور تشریف لاتے لیکن ہم مین سے کوئی تعظیم کے لئے نہ اُٹھتا، حالانکہ رسول اللہؐ سے زیادہ ہم کو کون محبوب ہو سکتا تھا؟ اور اِس کا سبب یہ تھا کہ آن حضرتؐ اِن تکلفات کو ناپسند فرماتے تھے،

تحمل اور بردباری بھی اُن مین انتہا درجہ تک موجود تھی، وہ جس رتبہ کے شخص تھے اسلام مین اُن کا جو اعزاز تھا، آن حضرتؐ نے اُن کے جو مناقب بیان فرمائے تھے، حامل نبوت کی بارگاہ مین ان کو جو تقرب حاصل تھا، اِن باتون کا یہ اثر تھا کہ ہر شخص اُن کو محبت اور عظمت کی نگاہ سے دیکھتا تھا، لیکن حکومت اُمویہ کے چند حکام و عمال ایسے متکبر اور بانخوت تھے کہ اپنے جبروت اور سطوت کے سامنے کسی کی عظمت و بزرگی کو خاطر مین نہ لاتے تھے، حجاج ابن یوسف اُن تمام متمردون کا سرگرو

تھا، اس نے حضرت انسؓ کو جن الفاظ مین مخاطب کیا تھا، اور حضرت انسؓ نے جس بے نظیر حلم سے کام لیا تھا، اس کا حال اوپر گذر چکا ہے، اگر حضرت انسؓ کے بجائے کسی دوسرے شخص کے ساتھ یہ واقعہ پیش آتا تو ملک مین ایک قیامت برپا ہو جاتی،

اس تحمّل کے ساتھ عظمت و جلالت کا یہ عالم تھا کہ ان کے صرف ایک خط پر خلیفہ عبد الملک اموی نے حجاج بن یوسف ثقفی جیسے با اختیار امیر کو جو محض سلطنت کا رعب و دبدبہ قائم کرنے کے لئے بھیجا گیا تھا ایسا عتاب آمیز خط لکھا کہ خواص تو کجا ایک عام آدمی بھی اپنے لئے وہ الفاظ سننا گوارا نہ کریگا، اور جس کا یہ انجام ہوا کہ حجاج کو حضرت انسؓ سے معذرت کرنی پڑی،

شجاعت و بسالت کا کافی حصہ پایا تھا، بچپن مین اس قدر سریع السیر تھے کہ ایک مرتبہ مر الظہران مین خرگوش کو دوڑ کر پکڑ لیا تھا، حالانکہ ان کے تمام ہمسر ناکام واپس آئے تھے، بڑے ہوئے تو فنون سپہگری مین کمال حاصل کیا، وہ بہت بڑے شہسوار تھے، تیر اندازی مین ان کو خاص ملکہ تھا، اور گھوڑدوڑ مین بہت دلچسپی لیتے تھے،

علم و فضل

صحابہ مین ارباب روایت تو سیکڑون ہین، لیکن ان مین ایک مخصوص جماعت اُن لوگون کی ہے جو روایات مین صاحب اصول تھے، حضرت انسؓ بھی انہین لوگون مین تھے چنانچہ ان کے روایات کے استقصا سے حسب ذیل اصول مستنبط ہوتے ہین،

(۱) روایات کے بیان کرنے مین نہایت احتیاط کی، مسند احمد بن حنبل مین ہے

کان انس بن مالک الخ

(۲) جن حدیثون کے سمجھنے مین غلطی ہو سکتی تھی اُن کو نہین بیان کیا، اُن کا خود قول ہے

لولا ان اخشی الخ

(۳) جو حدیث صحابہ سے سنی تھی اور وہ جو ان حضرتؐ سے بلا واسطہ سنی تھی ان مین امتیاز قائم کیا

"کان انسؓ بن مالک اذا حدث عن رسول اللہ صلعم حدیثا، ففرغ منہ قال او کما قال رسول اللہ صلعم"، یعنی حضرت انسؓ، حدیث بیان کرنے وقت گھبرا جاتے تھے اور اخیر میں کہتے تھے کہ اس طرح یا جیسا آں حضرتؐ نے فرمایا تھا،

حضرت انسؓ نے علم حدیث کی کیا خدمت کی، کیونکر تعلیم حاصل کی، شاگردوں تک کس طرح اس فن شریف کو پہونچایا؟ اور ان کی مجموعی روایات کی تعداد کیا ہے؟

کسی علم کی سب سے بڑی خدمت اس کی اشاعت اور تعمیم ہوتی ہے، حضرت انسؓ اس باب میں اکثر صحابہؓ کے پیش پیش ہیں، انھوں نے اس مستعدی اور اہتمام سے نشر حدیث کی خدمت ادا کی ہے کہ اس سے زیادہ مشکل ہے، اس سے زیادہ اور کیا ہو سکتا ہے کہ انھوں نے تمام عمر اس دائرہ سے قدم باہر نہ نکالا، جس زمانہ میں تمام صحابہ میدان جنگ میں مصروف جہاد تھے، رسول اللہ کا خاص خادم جامع بصرہ میں دنیا سے الگ ہو کر قال رسول اللہ کا نغمۂ خلائق کو سنا رہا تھا،

توسیع علم کا حال شاگردوں کی تعداد سے معلوم ہوتا ہے، حضرت انسؓ کے حلقۂ درس میں مکہ معظمہ، مدینہ منورہ، بصرہ، کوفہ، اور شام کے طلبا شامل تھے، خلیفۂ وقت کے حدود حکومت میں اگر دنیا کے ظاہری حصے داخل تھے تو حضرت انسؓ کے زیر نگین دنیائے علم کا کل روحانی علاقہ تھا، وہ جس طرح ظاہری اور صلبی اولاد کی کثرت میں دنیا کے لئے ایک معجزہ تھے، اسی طرح معنوی اولاد کی بہتات میں ان کا پلہ بہت بھاری تھا،

حضرت انسؓ مکثرین صحابہ میں ہیں یعنی ان کی روایات کا شمار ہزاروں تک ہے، صحیح بخاری میں ان سے ۸۰ حدیثیں منقول ہیں، صحیح مسلم میں ۷۰، اور متفق علیہ روایات کی تعداد (۱۲۸) ہے،

حضرت انسؓ نے ابتداءً خود حامل وحی سے اکتساب علم کیا، بعد میں جن صحابۂ کرام کے دامن فیض سے وابستہ رہے ان کے نام نامی یہ ہیں، حضرت ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمان، فاطمہ زہراؓ، ابی بن کعب، عبدالرحمن بن عوف ابن مسعود، ابوذر، ابوطلحہ، معاذ بن جبلؓ، عبادہ بن صامتؓ، عبداللہ بن رواحہ، ثابت بن قیس بن شماس

مالک بن صعصعہ، ام سلیم، (والدۂ حضرت انسؓ) ام حرام، (خالہ حضرت انسؓ) ام الفضل، (زوجہ حضرت عباسؓ)

(رضی اللہ عنہم اجمعین)

حضرت انسؓ کے دائرۂ تلمذ میں اگرچہ ایک جہان داخل تھا، لیکن وہ بزرگ جو امام فن ہو کر نکلے اور آسمان حدیث کے مہر و ماہ ثابت ہوئے، ان کے نام نامی درج ذیل ہیں،

حسن بصری، سلیمان تیمی، ابو قلابہ، اسحاق بن ابی طلحہ، ابوبکر بن عبداللہ مزنی، قتادہ، ثابت بنانی، حمید الطویل، ثمامہ بن عبداللہ (حضرت انسؓ کے پوتے ہیں) جعد ابو عثمان، محمد بن سیرین انصاری، انس بن سیرین، زہری، یحییٰ بن سعید انصاری، ربیعہ الرائے، سعید بن جبیر، سلمہ بن وردان، (رحمہم اللہ تعالیٰ)

فقہ؛ علم حدیث کی طرح علم فقہ میں بھی حضرت انسؓ کو کمال حاصل تھا، فقہائے صحابہ کے تین طبقے ہیں، حضرت انسؓ کا شمار دوسرے طبقہ میں ہے جن کے اجتہادات و فتاویٰ اگر ترتیب دئے جائیں تو ایک مستقل رسالہ تیار ہو سکتا ہے،

ہم اوپر لکھ آئے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے حضرت انسؓ کو ایک جماعت کے ساتھ فقہ سکھانے کے لئے بصرہ روانہ کیا تھا، اس سے زیادہ ان کی فقہ دانی کی اور کیا دلیل ہو سکتی ہے،

صحابہ کے زمانہ میں تعلیم کا طریقہ عموماً حلقۂ درس تک محدود تھا، حضرت انسؓ بھی باقاعدہ تعلیم دیتے تھے، اثنائے درس میں کوئی شخص سوال کرتا اس کو جواب سے سرفراز فرماتے تھے، اس قسم کے سوال و جواب کا ایک مجموعہ ہے جس کا استقصاء طوالت سے خالی نہیں، یہاں چند مسائل درج کئے جاتے ہیں جن سے حضرت انسؓ کے طرز اجتہاد، جودت فہم، دقت نظر، اور اصابت رائے کا اندازہ ہو گا،

باب الاشربہ، علم فقہ کا ایک اہم ترین باب ہے، جس میں نبیذ کا ذکر آجانے سے خاص لطافت پیدا ہو گئی ہے، یہ مسئلہ کہ نبیذ چند مخصوص برتنوں میں بنانا مکروہ ہے، صحابہؓ میں عموماً متفق علیہ تھا حضرت انسؓ نے اس کو جس قدر وضاحت اور صفائی سے بیان کیا ہے وہ انہیں کا حصہ ہے، اس میں انہوں نے ان وجوہ

واسباب کی طرف اشارہ کیا ہے جن کے سبب سے ان برتنوں مین نبیذ پینے کی ممانعت آئی ہے،

قتادہ نے دریافت کیا کہ گھڑے مین نبیذ بنا سکتے ہین؟ حضرت انسؓ نے کہا کہ اگرچہ آن حضرتؐ نے اس کے متعلق کوئی رائے ظاہر نہین فرمائی، تاہم مین مکروہ سمجھتا ہون، یہ استدلال اس بنا پر ہے کہ جس چیز کی حلت وحرمت مین اشتباہ ہو، اس مین حرمت کا پہلو غالب ہوگا،

باب الاشربہ

ایک مرتبہ مختار بن فلفل نے پوچھا کہ کن ظروف مین نبیذ نہ پینا چاہیئے؟ کہا مزفتہ مین، کیونکہ ہر مسکر چیز حرام ہے، مختار نے کہا کہ شیشہ یا رانگے کے برتنون مین پی سکتے ہین؟ فرمایا ہان، پھر پوچھا کہ لوگ تو مکروہ سمجھتے ہین، فرمایا کہ جس چیز مین شک ہو اُسے چھوڑ دو! پھر استفسار کیا کہ نشہ لانے والی چیز حرام تو ہے لیکن ایک دو گھونٹ پینے مین کیا حرج ہے؟ حضرت انسؓ نے کہا جس کا زیادہ حصہ موجب سکر ہو اُس کا قلیل حصہ بھی حرام ہے، دیکھو! انگور، خرمے، گیہون، جو، وغیرہ سے شراب تیار ہوتی ہے، ان مین سے جس چیز مین نشہ پیدا ہو جائے، وہ شراب ہو جاتی ہے؟

حضرت انسؓ نے اس مسئلہ کو اگرچہ نہایت خوبی سے بیان کیا ہے، لیکن اس کی مزید تشریح کی ضرورت ہے، شارع علیہ السلام نے کتاب الاشربہ کے متعلق جو احکام ارشاد فرمائے ہین اور جو اس باب کے قواعد واصول کہے جا سکتے ہین، یہ ہین، (۱) کل شراب اسکر فهو حرام (صحیحین عن عائشہؓ) (۲) کل مسکر خمر وکل خمر حرام (صحیح مسلم عن ابن عمرؓ) ما اسکر کثیرہ فقلیلہ حرام (سنن عن ابن عمرؓ) ان مین سے پہلے کا مفہوم یہ ہے کہ جس پینے والی چیز مین نشہ آجائے، حرام ہے، دوسرے مین یہ بیان ہے کہ ہر منشی چیز شراب ہوتی ہے اور ہر قسم کی شراب حرام ہے، جس کا نتیجہ یہ متفرع ہوتا ہے کہ ہر منشی چیز حرام ہے، تیسرے کلیہ کا یہ منشا ہے کہ جو زیادہ پینے کی صورت مین نشہ پیدا کرے اس کا خفیف حصہ بھی پینا حرام ہے، حضرت انسؓ نے انہین باتون کا اپنے جواب مین ذکر کیا ہے، یہ اور بات ہے کہ سوالات کی بے ترتیبی سے جواب غیر مرتب ہو گیا ہے،

اب رہا یہ سوال کہ چند مخصوص برتنون مین نبیذ پینے کی کیون ممانعت آئی ہے، اس کی حقیقت یہ ہے

کہ عرب میں شراب رکھنے یا بنانے کے لئے وہ نفیس اور خوبصورت شیشے کے برتن جو آج یورپ نے ایجاد کیے ہیں موجود نہ تھے، وہاں عام طور پر کدو کی تُنبی صراحی و سبو کا کام دیتی تھی یا اور اسی نوع کے چند برتن تھے، جو قدرتی پھلوں کو خشک اور صاف کر کے بادہ نوشی کے لئے مخصوص کر لئے جاتے تھے، ظاہر ہے کہ ان چیزوں میں شراب رکھنے سے اس کا اثر برتن میں پہونچتا ہوگا اور دھونے کے بعد بھی زائل نہ ہوتا ہوگا، یہی راز ہے کہ اوائل اسلام میں جب شراب حرام ہوئی تو ان برتنوں کا استعمال بھی ناجائز کر دیا گیا، اگر بعد میں اس قسم کے برتنوں کا جن میں شراب نہ رکھی گئی ہو استعمال جائز قرار دیا جا سکتا تھا، لیکن پہلی صدی ہجری کا پرجوش مسلمان یہ گوارا نہیں کر سکتا تھا کہ ان برتنوں کے استعمال سے شراب نوشی کی یاد کو عہد اسلام میں از سر نو تازہ کرے،

کتاب الصلوة

ایک شخص نے سوال کیا کہ آنحضرت جوتے پہنکر نماز پڑھتے تھے؟ فرمایا ہاں! (جوتہ پہنکر نماز پڑھنا جائز ہے لیکن شرط یہ ہے کہ پاک ہو اور نجاست آلودہ نہ ہو، اگر کوئی شخص نیا جوتہ پہنکر نماز پڑھے تو کچھ حرج نہیں)

یحیی بن یزید ہنائی نے دریافت کیا کہ نماز میں قصر کب کرنا چاہیے؟ فرمایا کہ میں جب کوفہ جاتا تھا قصر کرتا تھا اور آنحضرت صلعم نے ۳ میل یا ۳ فرسخ کا راستہ طے کر کے قصر کیا تھا (اس کا یہ مطلب نہیں کہ ۳ میل سفر کرنے سے قصر جائز ہو جاتا ہے، بلکہ واقعہ یہ ہے کہ آنحضرت مکہ معظمہ کے ارادہ سے تشریف لے گئے تھے، راستہ میں جس مقام پر سب سے پہلے نزول اجلال ہوا وہ ذوالحلیفہ تھا، جو صحیح روایت کی بنا پر مدینہ سے ۶ میل کے فاصلہ پر واقع ہے، اور چونکہ حدود سفر میں داخل تھا، اس لئے آنحضرت نے قصر نماز پڑھی)

مختار[5] بن فلفل نے پوچھا کہ مریض کس طرح نماز پڑھے؟ حضرت انسؓ نے کہا بیٹھ کر پڑھے،

عبدالرحمن بن وردان مع دیگر اہالیان مدینہ حضرت انسؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے، حضرت انسؓ نے پوچھا، نماز (عصر) پڑھ چکے؟ کہا ہاں، پھر لوگوں نے استفسار کیا کہ آنحضرت صلعم عصر کی نماز کس وقت پڑھتے تھے؟ فرمایا کہ آفتاب خوب روشن اور بلند رہتا تھا،

حضرت انسؓ نے ایک جنازہ کی نماز پڑھائی، جنازہ مرد کا تھا اس لئے میت کے سرہانے کھڑے

اُس کے بعد دوسرا جنازہ عورت کا لایا گیا حضرت انسؓ نے کمر کے سیدھ پر کھڑے ہو کر اُس کی نماز پڑھائی، علاء بن زیاد عدوی بھی نماز مین شریک تھے، اِس اُختلافِ قیام کا حضرت انسؓ سے سبب پوچھا حضرت انسؓ نے کہا کہ آنحضرتؐ ایسا ہی کرتے تھے، علاء مجمع کی جانب مخاطب ہوئے اور کہا کہ اُس کو یاد رکھنا!

ایک شخص نے مسئلہ پوچھا کہ حضرت عمرؓ نے رکوع کرنے کے بعد قنوت پڑھا ہے؟ فرمایا ہان، اور خود رسول اللہؐ نے پڑھا ہے، لیکن یہ حضرت انسؓ کا ذاتی اجتہاد ہے، ورنہ صحیح حدیثون سے ثابت ہے، کہ آن حضرتؐ اور عموماً صحابۂ کرام وتر مین رکوع کرنے کے قبل قنوت پڑھا کرتے تھے، امام شافعیؒ اِس مسئلہ مین حضرت انسؓ کے پیرو ہین، اور اُنھون نے اِس کے ثبوت مین ایک حدیث نقل کی ہے کہ حضرت علیؓ بھی رکوع کے بعد قنوت پڑھتے تھے لیکن یہ حدیث قطع نظر اس کے کہ منقطع ہے یعنی امام شافعی نے حکایۃً بیان کی ہے اور اپنی سند ہشیم تک چھوڑ دی ہے، سند ابن صیفیؔ اُس کے راویون مین ہشیم اور عطار کا نام بھی شامل ہے، اور اِن دونون کی ائمۂ فن حدیث نے تضعیف کی ہے)

(اس کے علاوہ ابن منذر نے الاشراف مین لکھا ہے کہ حضرت انسؓ اور فلان فلان صحابہ سے مجکو جو روایتین پہونچی ہین، سب مین رکوع سے قبل قنوت پڑھنے کا تذکرہ ہے اور یہی صحیح بھی ہے، کیونکہ صحیح مسلم مین حضرت انسؓ سے جو روایت آئی ہے اس مین اِس کی صاف تصریح ہے، عاصم نے حضرت انسؓ سے پوچھا کہ قنوت قبل رکوع پڑھنا چاہئے یا بعد رکوع؟ اُنھون نے کہا کہ قبل رکوع، عاصم نے کہا کہ لوگون کا تو یہ خیال ہے کہ آن حضرتؐ بعد رکوع پڑھتے تھے، حضرت انسؓ نے کہا کہ وہ ایک وقتی واقعہ تھا، چند قبائل نے مرتد ہو کر بہت سے صحابہ کو قتل کر دیا تھا، اس لئے آن حضرتؐ نے ایک مہینہ تک رکوع کے بعد قنوت پڑھ کر اُن کے لئے بد دعا کی تھی[۱]

تم نے دیکھا! کہ اِن مسائل مین حضرت انسؓ کس قدر صائب الرائے ہین، اِن کے اجتہادی مسائل کی بڑی خوبی یہ ہے کہ اکثر صحابہ کے اجتہاد کے موافق ہین، اور اُس لئے قطعاً صحیح ہین،

اخلاق حضرت انسؓ کے گلدستۂ اخلاق مین چار پھول ایسے نازک، لطیف اور شگفتہ ہین جن پر گلدستہ کی

---

[۱] اِن بحثون کے لئے دیکھو مسند احمد ج ۳ صفحات ۱۰۰ و ۱۱۲ و ۱۱۸ و ۱۲۶ و ۱۷۹ و ۲۰۴ و ۲۰۹ و ۲۴۷، وعمدۃ القاری شرح صحیح بخاری ص ۱۹ ۱۴ د ۲۰ ج ۳

[۲] اسد الغابہ ج ۱ ص ۱۳۳

حب رسولؐ

خوبصورتی کا تمام تر انحصار ہے، حب رسول، اتباع سنت، امر بالمعروف، حق گوئی، یہ حضرت انسؓ کے خاص اوصاف ہیں، حب رسول کا نقشہ تم اوپر دیکھ چکے ہو، جس زمانہ میں وہ دس برس کے نابالغ اور ناسمجھ بچے تھے، جوشِ محبت کا یہ عالم تھا کہ صبح اٹھ کر کاشانۂ نبوت کی زیارت سے آنکھوں کو مشرف کرتے تھے، صبح کاذب کی تاریکی میں ام سلیم کا کمسن بچہ بستر راحت سے اٹھتا تھا اور آں حضرتؐ کا سامانِ وضو مہیا کرنے کے لئے مسجد نبوی کا راستہ لیتا تھا، ایام شباب میں ان کی محبت کی کوئی حد نہ تھی، وہ شمع نبوت پر پروانہ وار شیفتہ تھے، آں حضرتؐ کی ایک نگاہ کرم حضرت انسؓ کے لئے باعث صد طمانیت و تسلی تھی، اور آقائے نامدار کی ایک آواز اُن کے قالب عقیدت میں نئی روح پھونکنے کا سبب بنتی تھی، رسول اللہؐ کے وصال کے بعد اگرچہ ظاہری آنکھیں دیدارِ محبوب کو ترس گئی تھیں، لیکن محبت کی معنوی آنکھوں پر باب فیض اب تک بند نہ ہوا تھا، چنانچہ کشتۂ عشق نبوت اکثر خواب میں رسول اللہؐ کی زیارت سے مشرف ہوتا تھا، اور صبح کو واقعات شبینہ کی یاد تازہ کرکے گریہ وزاری کا ایک طوفان بپا کرتا تھا، عاشق صادق کے تڑپانے اور تلملانے کے لئے محبوب کی ایک ایک چیز نشتر کا کام کرتی ہے، حضرت انسؓ بن مالک کا بعینہ یہی حال تھا، وہ تاجدار مدینہ کا ذکر خیر کرتے تھے اور فرطِ محبت سے بیقرار ہو جاتے تھے، ایک دن آں حضرتؐ کا حلیۂ مبارک بیان کر رہے تھے، رسول اللہؐ کا ایک ایک خال وخط زبانِ مدیح میں نبات محبت گھول رہا تھا، الفاظ جو ادا ہو رہے تھے، اسی عالم میں شوق زیارت کا زبردست جذبہ ظہور پذیر ہوا، حرمان نصیبی اور برگشتہ بختی نے وہ ایام سعید یاد دلائے جب ہادی برحق، عالم مادی کے گلی کوچوں میں پھرا کرتا، اور حضرت انسؓ اس کے شرف غلامی پر ناز کیا کرتے تھے، دفعتہً حالت میں ایک تغیر پیدا ہوا اور زبان سے بے اختیارانہ یہ جملہ نکلا، کہ قیامت میں رسول اللہؐ کا سامنا ہوگا تو عرض کروں گا کہ حضور کا ادنیٰ غلام انس حاضر ہے!

حضرت انسؓ کی ہر مجلس آں حضرتؐ کے ذکر خیر سے لبریز ہوتی تھی، وہ عہد نبوت کے واقعات اپنے تلامذہ کے گوش گذار کیا کرتے تھے، اثنائے ذکر میں دل میں ایک ٹیس اٹھتی جس سے حضرت انسؓ بیچین ہو جاتے تھے، لیکن یہ وہ درد تھا جس کا علاج طبیبوں کے اختیار سے باہر تھا، ناچار ہو کر گھر میں تشریف لیجاتے اور

آن حضرتؐ کے تبرکات نکال لاتے، ان ظاہری یادگاروں کو دیکھ کر دل کو تسکین دیتے، اور جمعیت خاطر کا سامان بہم پہنچاتے،

حضرت انسؓ کا جوش محبت اس درجہ بڑھا ہوا تھا کہ اس سے تمام مجلس متاثر تھی، ان کے تلامذہ کو رسول اللہؐ سے جو خاص محبت پیدا ہو گئی تھی، یہ بھی حضرت انسؓ کے ولولۂ محبت کا کرشمہ تھا، ثابتؒ حضرت انسؓ کے شاگرد رشید تھے، وہ بالکل اپنے اُستاذ کے رنگ میں رنگین تھے، ہمیشہ عہد نبوت کی نسبت سوالات کرتے اور ایک روز حضرت انسؓ سے پوچھا کہ آپ نے کبھی آن حضرتؐ کا ہاتھ چھوا تھا؟ حضرت انسؓ نے کہا ہاں، ثابتؒ کے دل میں سوزِ محبت نے بیقراری پیدا کی، حضرت انسؓ سے کہا کہ اپنا ہاتھ بڑھایئے، میں چوموں گا،

اتباع سنت

حبِ رسول کے بعد اتباع سنت کا درجہ ہے جو اسی پر متفرع ہے، کیونکہ محب صادق کی یہ شناخت ہوتی ہے کہ جو چیز اس کے محبوب کے مرغوب خاطر ہو، خود بھی اس کو پسند کرے، حضرت انسؓ کو آن حضرتؐ کی ذات ستودہ صفات سے جو عشق تھا، اس کا یہ لازمی نتیجہ تھا کہ وہ آن حضرتؐ کے اقوال و افعال کی پوری طور سے تقلید کریں، چنانچہ حضرت انسؓ کی زندگی مطہر کے متعدد واقعات اس پر روشنی ڈالتے ہیں،

اسلام کا سب سے بڑا رکن کلمۂ توحید کے بعد نماز ہے، آن حضرتؐ جس خضوع و خشوع اور جس آداب کے ساتھ نماز ادا کرتے تھے، صحابہؓ کوشش کرتے تھے کہ خود بھی اسی طریقہ پر کاربند ہوں، چنانچہ متعدد صحابیؓ آن حضرتؐ کی نماز سے ملتی ہوئی نماز پڑھتے تھے، لیکن حضرت انسؓ نے حامل وحی کے طرز و طریقہ سے جو مشابہت اختیار کی تھی وہ اک چراغ ہدایت تھا جو نبوت کے قلب منور سے حضرت انسؓ کے قلب مصفا میں روشن ہوا تھا، حضرت ابوہریرہؓ نے حضرت انسؓ کو نماز پڑھتے دیکھا تو کہا کہ میں نے ابن ام سلیم (انسؓ) سے بڑھ کر کسی کو آن حضرتؐ کے مشابہ نماز پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا،

نماز کے ماسوا آن حضرتؐ کا ہر قول اور ہر فعل صحابہ کی نگاہ میں تھا، حضرت انسؓ نے دس سال تک ناطق وحی کی خدمت انجام دی ہے، اور ہمیشہ ساتھ رہے ہیں، ایسی حالت میں رسول اللہؐ کا

کوئی عمل ایسا نہ تھا حضرت انسؓ سے مخفی رہ سکے، آں حضرتؐ جو کچھ ارشاد فرماتے، یا اپنے طریقِ عمل سے کسی امر کو ثابت کرتے، حضرت انسؓ اس کو اپنے حافظہ کے سپرد کر دیتے تھے، جب اس قسم کی کوئی صورت پیش آتی، تو وہ حافظہ سے اپنی امانت طلب کرتے، اور اس پر اس کو منطبق کرتے تھے، خلیفۂ دمشق نے حضرت انسؓ کو شام میں طلب کیا تھا وہاں سے واپسی کے وقت عین التمر میں قیام کرنا چاہا، شاگردوں اور محبان شاروں کو آمد آمد کی خبر پہلے سے معلوم ہو چکی تھی، اور وہ لوگ عین التمر میں موجود تھے، آبادی سے باہر ایک میدان تھا، حضرت انسؓ کا اونٹ اسی طرف سے آرہا تھا، نماز کا وقت تھا، اور حضرت انسؓ چوپایہ کے پیٹھ پر خالقِ دو جہان کی حمد وستائش کر رہے تھے، لیکن اونٹ قبلہ رخ نہ تھا، تلامذہ نے یہ حالت دیکھی تو استعجاب کے لہجہ میں پوچھا کہ کس طرح آپ نماز پڑھ رہے تھے، حضرت انسؓ نے فرمایا کہ اگر میں نے آں حضرتؐ کو اس طرح نماز پڑھتے نہ دیکھا ہوتا تو میں کبھی نہ پڑھتا،

ابراہیم بن ربیعہ، حضرت انسؓ کے حضور میں آئے نماز کا وقت تھا، حضرت انسؓ ایک کپڑا باندھے اور اسی کو اوڑھے یادِ الٰہی میں مصروف تھے، اور ایک چادر پاس رکھی ہوئی تھی، نماز سے فارغ ہوئے تو ابراہیم نے پوچھا کہ آپ ایک کپڑے سے نماز پڑھتے ہیں؟ حضرت انسؓ نے فرمایا ہاں، میں نے اس طرح آں حضرتؐ کو نماز پڑھتے دیکھا تھا، (آں حضرت صلعم نے اپنی حیات اقدس میں سب سے اخیر نماز جو حضرت ابوبکرؓ کے پیچھے پڑھی تھی، ایک کپڑے سے ادا فرمائی تھی، دیکھو مسند احمد ج ۳ صفحہ ۱۵۹)۔

آنحضرتؐ کی حیات طیبہ کا ہر نقش حضرت انسؓ کے لئے چراغ ہدایت تھا، حضرت انسؓ اسی کی روشنی میں شاہراہ عمل پر قدم رکھتے تھے، فرائض سے لے کر واجبات وسنن تک اس کا اثر محسوس ہوتا تھا، قربانی ہر صاحب استطاعت پر ضروری ہے، حضرت انسؓ رئیس اعظم تھے، جس قدر جانور چاہتے ذبح کر سکتے تھے، لیکن خیر القرون میں متابعت رسول کا درجہ، نام ونمود سے بالاتر تھا، وہاں قربانی شہرت کے لئے نہیں بلکہ ثواب کے لئے ہوتی تھی، آں حضرتؐ نے دو جانور قربانی کئے تھے، حضرت انسؓ پر اس کا اس قدر اثر تھا کہ وہ بھی دو ہی کرتے تھے،

حضرت انسؓ کے ایام صبا میں آں حضرت صلعم کا گذر لڑکوں کی طرف ہوا تھا، تو آپ نے السلام علیکم فرمایا تھا،

حضرت انسؓ نے باایں ہمہ کہ اس وقت صغیر السن تھے، اس واقعہ کو یاد رکھا اور زندگی کے زمانۂ مستقبل میں یہ سنت ادا کرکے، اپنے مناقب و اعمال میں ایک اسوۂ حسنہ کا بیش بہا اضافہ فرمایا،

اظہار حق گوئی اور حق پسندی حضرت انسؓ کے اوصاف میں سب سے نمایاں ہیں، آنحضرت صلعم، خلافت شیخین کے بعد جو والیان دیار و امصار مقرر ہوئے نہایت حدیث السن اور اسلامی تعلیم سے بالکل بیگانے تھے، اس لئے بیشتر اوقات ان سے ایسے افعال سرزد ہوتے تھے، جو قرآن و حدیث کے بالکل خلاف تھے، اصحاب رسول اللہ نے جنھوں نے اپنی جان بیچکر اسلام کا سودا کیا تھا، اس طرز کو کیونکر پسند کرسکتے تھے، ایسی صورت میں ان کے جوش ایمانی میں ایک ہیجان پیدا ہوتا تھا جس سے وہ بلا لومۃ لائم اظہار حق پر آمادہ ہو جاتے تھے، حضرت انسؓ، آنحضرت صلعم کے بعد زمانۂ دراز تک بقید حیات رہے، بڑے بڑے جبار اور قہار امرائے ان کو سابقہ پڑا، یہ ظالم بالاعلان احکام شریعت کی خلاف ورزی کرتے تھے، سنت نبویؐ کو پامال دیکھ کر وہ آپے سے باہر ہو جاتے تھے، اور مجمع عام میں ایسے امراء کو تنبیہ کرتے تھے،

عبید اللہ بن زیاد نے کہ مجسمۂ کبر و نخوت تھا اور یزید کی طرف سے عراق کا گورنر تھا، حضرت امام حسین علیہ السلام کے سر مبارک کو طشت میں رکھوا کر اپنے سامنے منگایا، وہ ملعون ہاتھ میں ایک چھڑی لئے تھا آنکھ پر مارتا اور آپ کے حسن کی نسبت نا ملائم الفاظ زبان سے نکالتا تھا، حضرت انسؓ مجبور تھے، اس کا کیا کر سکتے تھے؟ آخر نہ دیکھا گیا، غصہ سے بیتاب ہو گئے زبان کو حرکت دی اور کہا، کہ "یہ چہرہ آنحضرتؐ کے چہرے سے مشابہ ہے"،

حجاج بن یوسف ثقفی کہ سطوت و جبروت کا دیوتا تھا، اپنے بیٹے کو بصرہ کا قاضی بنانا چاہتا تھا، حدیث شریف میں قضا یا امارت کی خواہش کرنے کی ممانعت آئی ہے، حضرت انسؓ کو خبر ہوئی تو فرمایا کہ "آنحضرت صلعم نے اس کو منع کیا ہے"!

حکم بن ایوب، حکومت امویہ کا ایک امیر تھا، اس کی سفاکی انسانوں سے متجاوز ہوکر حیوانوں

تک پہونچی تھی، ایک دفعہ حضرت انسؓ اس کے مکان پر تشریف لے گئے تو دیکھا کہ ایک مرغی کے پاؤن باندھکر لوگ نشانہ لگا رہے ہین، جب تیر لگتا ہے تو بے اختیار پھڑپھڑاتی ہے، حضرت انسؓ یہ دیکھکر برہم ہوئے اور لوگون کو اس حرکت پر تنبیہ کی!

عمر بن عبدالعزیز ایامِ شاہزادگی مین، دولت اُمیہ کی طرف سے مدینہ منورہ کے گورنر تھے، اور چونکہ خاندان شاہی مین پرورش پائی تھی، اس لئے رموزِ ملت مین دخل نہ تھا، تاہم رواجِ زمانہ کے موافق نماز خود پڑھاتے تھے، اور اس مین بہت سی بے عنوانیان ہوتی تھین، حضرت انسؓ ہمیشہ ان کو ٹوکتے تھے، بار بار ٹوکنے پر انھون نے حضرت انسؓ سے کہا کہ آپ میری کیون مخالفت کرتے ہین؟ حضرت انسؓ نے فرمایا کہ مین نے رسول اللہ صلعم کو جس طرح نماز پڑھتے دیکھا ہے، اگر آپ اسی طرح پڑھائین تو میری عین خوشی ہے، اور اگر وہ صورت نہ اختیار کی گئی، تو آپ کے ساتھ نماز نہ پڑھون گا؟ عمر بن عبدالعزیز کی طبیعت صلاحیت پذیر واقع ہوئی تھی، ان جملون نے خاص اثر کیا، اور اسرارِ دین سیکھنے کی طرف توجہ صرف کی، حضرت انسؓ سے زیادہ اس کام کے لئے اور کون موزون ہوسکتا تھا، کچھ دنون کی صحبت مین ایسی معتدل نماز پڑھانے لگے کہ حضرت انسؓ کو بھی اپنا خیال تبدیل کرنے کی ضرورت لاحق ہوئی، قعدہ وقیام کی موزونیت دیکھکر حضرت انسؓ کے منہ سے بے ساختہ نکلا، کہ اس لڑکے سے زیادہ کسی شخص کی نماز آن حضرتؐ کی نماز سے مشابہ نہین ہے!

صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۵۸

حضرت انسؓ جس جرأت سے امراء کے دربار مین کام لیتے تھے، اسی شدت اور سختی سے عوام اور تلامذہ خاص کو بھی تنبیہ کرتے تھے، اظہارِ حق کے باب مین اُمرا اور غربا، دونون کا درجہ مساوی ہوتا تھا، خلیفہ عبدالملک اموی نے حضرت انسؓ اور بعض انصار کو جن کی تعداد ۴۰ کے قریب تھی، دمشق بلایا تھا، وہان سے واپسی کے وقت فج الناقہ پہونچکر عصر کا وقت آیا، چونکہ راہ سفر ابھی ختم نہ ہوئی تھی، حضرت انسؓ نے دو رکعت نماز پڑھائی اور اپنے خیمہ مین تشریف لے گئے، باقی تمام آدمیون نے دو اور بڑھاکر چار رکعتین پوری کین، حضرت انسؓ کو معلوم ہوا تو نہایت برہم ہوئے، اور فرمایا کہ جب خدا نے اس کی اجازت دی ہے تو لوگ اس رعایت سے

کیون فائدہ نہین اُٹھاتے، مین نے آن حضرتؐ صلعم سے سُنا ہے کہ ایک زمانہ مین لوگ دین مین بال کی کھال نکالین گے اور تعمق سے کام لین گے، لیکن حقیقت مین وہ بالکل کورے رہین گے،

ایک اور دفعہ کچھ لوگ نمازِ ظہر پڑھ کر حضرت انسؓ کی ملاقات کو آئے، اُنھون نے کنیز سے وضو کے لئے پانی مانگا، لوگون نے کہا کہ کس وقت کی نماز کی تیاری ہے؟ فرمایا عصر کی، حاضرین مین سے ایک شخص بولا کہ ہم تو ابھی ظہر پڑھ کر آرہے ہین، امرا کی سہل انگاری اور عوام کی غفلت دینی دیکھ کر حضرت انسؓ کو سخت غصہ آیا، اور سب سے خطاب کرکے کہا کہ وہ منافق کی نماز ہوتی ہے ابیکار بیٹھا رہتا ہے اور نماز کے لئے نہین اٹھتا، جب آفتاب غروب ہونے کے قریب آتا ہے جلدی سے اُٹھ کر مُرغ کی طرح چار چونچین مارتا ہے جس مین یادِ الٰہی کا بہت تھوڑا حصّہ شامل ہوتا ہے،

امر بالمعروف

حق گوئی کے بعد مگر اس سے متصل امر بالمعروف کا رتبہ ہے، قرآن مجید مین جہان پیروانِ دینِ حنیف کی مدح سرائی کی گئی ہے، امر بالمعروف کو امّت اسلامیہ کے خیر الامم ہونے پر سب سے پہلے بطور استشہاد پیش کیا ہے، حضرت انسؓ مین یہ وصف خاص طور پر پایا جاتا ہے،

عبید اللہ بن زیاد کی مجلس مین ایک مرتبہ حوض کوثر کا ذکر آیا، اس نے حوض کوثر کے وجود کی نسبت شک ظاہر کیا، حضرت انسؓ کو اس کی خبر ہوئی، ان کا ولولۂ امر بالمعروف کب چین لینے دیتا تھا، لوگون سے کہا کہ اسے مین جا کر سمجھاؤنگا؟ عبید اللہ کے ایوان امارت مین پہونچے اور فرمایا کہ آپ کے ہان حوض کوثر کا ذکر ہوا تھا؟ اس نے کہا جی ہان! کیا آن حضرتؐ نے اس کے متعلق کچھ فرمایا ہے؟ حضرت انسؓ رضی اللہ عنہ نے حدیث پڑھی اور مکان واپس تشریف لائے،

ایک انصاری سردار کے متعلق مصعب بن زبیر کو کچھ اطلاع ملی، (غالبًا سازش کی خبر مراد ہے) اس نے انصاری کو اس جرم مین ماخوذ کرنا چاہا، لوگون نے حضرت انسؓ کو خبر کی، وہ سیدھے دار الامارہ کی طرف روانہ ہوئے، امیر تخت پر بیٹھا تھا حضرت انسؓ نے سامنے پہونچکر حدیث پڑھی کہ آن حضرتؐ نے انصار کے

امراء کو یہ وصیت کی ہے، کہ ان کے ساتھ خاص رعایت کی جائے، ان کے اچھون سے سلوک کا اور برون سے درگذر کا برتاؤ کرنا چاہیئے، حدیث نبوی کا مصعب پر اس قدر اثر ہوا کہ تخت سے ہٹ گیا اور فرش پر اپنا رخسار رکھکر کہا کہ آن حضرت صلعم کا فرمان سر آنکھون پر اب مین انکو چھوڑتا ہون،

حضرت اُبی بن کعبؓ

نام ونسب اور ابتدائی حالات اُبی نام، ابو المنذر وابو الطفیل کنیت، سید القراء، سید الانصار، سید المسلمین اور الملئی القاب، قبیلۂ نجار (خزرج) کے خاندان معاویہ سے ہین، جو بنی حدیلہ کے نام سے مشہور تھا، (حدیلہ معاویہ کی مان کا نام تھا جو جشم بن خزرج کی اولاد مین تھی) سلسلۂ نسب یہ ہے،

اُبی بن کعب بن قیس بن عبید بن زید بن معاویہ بن عمرو بن مالک بن نجار، والدہ کا نام صہیلہ تھا جو عدی بن نجار کے سلسلہ سے تعلق رکھتی تھین اور حضرت ابو طلحہؓ کی حقیقی پھوپھی تھین، اس بنا پر حضرت ابو طلحہ اور حضرت اُبیؓ پھوپھی زاد بھائی تھے،

جیسا کہ اوپر گذر چکا حضرت اُبیؓ کی دو کنیتین تھین ابو المنذر اور ابو الطفیل، پہلی کنیت ان کی آنحضرت صلعم نے رکھی تھی، اور دوسری حضرت عمرؓ نے، ان کے ایک بیٹے طفیل کے نام کی مناسبت سے پسند فرمائی

حضرت اُبیؓ کے ابتدائی حالات بہت کم معلوم ہین، حضرت انسؓ بن مالک کی زبانی اتنا معلوم ہوتا ہے کہ اسلام سے پہلے ہی نوشت، اُبی بن کعبؓ کی فطرت ثانیہ بن گئی تھی، اور حضرت ابو طلحہ نے امیون کا جو حلقہ قائم کیا تھا، حضرت اُبی بن کعبؓ اس کے ایک ضروری رکن تھے،

اسلام مدینہ مین یہود کا کافی مذہبی اقتدار تھا، غالبًا وہ اسلام سے پہلے توراۃ پڑھ چکے تھے، اسی مذہبی

---

(۱) مسند احمد ص ۱۱۴ ج ۵،

واقفیت نے اُن کو اسلام کی آواز کی طرف متوجہ کیا ہوگا، چنانچہ، مدینہ کے جن انصار نے دوسری دفعہ جاکر آنحضرتؐ کے دستِ مبارک پر عقبہ میں بیعت کی تھی اُن میں حضرت اُبی بھی تھے اور یہی ان کے اسلام کی تاریخ ہے،

مواخاۃ

ہجرت کے بعد مہاجرین اور انصار میں جو برادری و مواخاۃ قائم ہوئی تھی اُس میں اُن کی سعید بن زید بن عمرو بن نفیل سے کہ عشرہ مبشرہ میں تھے، مواخاۃ ہوئی،

غزوات اور عام حالات

حضرت اُبی عہدِ نبوت کے غزوات میں بدر سے لیکر طائف تک کے تمام معرکوں میں شریک رہے، غزوۂ احد میں ایک تیر ہفت اندام میں لگا تھا، آنحضرت صلعم نے ایک طبیب بھیجا جس نے رگ کاٹ دی پھر اس رگ کو اپنے ہاتھ سے داغ دیا[1] حضرت اُبی نے عہدِ رسالت سے لیکر خلافت عثمانی تک اہم مذہبی اور ملکی خدمات انجام دیں ۹؁ھ میں جب زکوٰۃ فرض ہوئی، اور آنحضرتؐ نے تحصیل صدقات کے لئے عرب کے صوبہ جات میں عمّال روانہ فرمائے، تو حضرت اُبیؓ بھی خاندان ہائے بلی، عذرہ، اور بنی سعد میں عامل صدقہ مقرر ہو کر گئے اور نہایت تدین کے ساتھ یہ خدمت انجام دی چنانچہ ایک دفعہ ایک گاؤں میں گئے تو ایک شخص نے حسب معمول تمام جانور سامنے لاکر کھڑے کردیئے، کہ ان میں سے جس کو چاہیں انتخاب کرلیں، حضرت اُبیؓ نے اونٹ سے ایک دو برس کے بچّہ کو چھانٹا، جس کو اُس نے کہا اس کے لینے سے کیا فائدہ؟ نہ دودھ دیتی ہے اور نہ سواری کے قابل ہے، اگر آپ کو لینا ہے تو یہ اونٹنی حاضر ہے، موٹی تازی بھی ہے اور جوان بھی، حضرت اُبیؓ نے کہا "یہ کبھی نہ ہوگا، رسول اللہ صلعم کی ہدایت کے خلاف میں نہیں کرسکتا، اس سے یہ بہتر ہے کہ تم میرے ساتھ چلے چلو، مدینہ یہاں سے کچھ دور نہیں، آنحضرت صلعم، جو ارشاد فرمائیں اُس کی تعمیل کرنا، وہ اس بات پر راضی ہوگیا، اور حضرت اُبیؓ کے ساتھ اس اونٹنی کو لیکر مدینہ آیا، اور آنحضرتؐ کے سامنے تمام قصّہ دہرایا، آپ نے فرمایا کہ "اگر تمھاری مرضی یہی ہے تو اونٹنی دیدو قبول کرلیجائیگی، اور خدا تم کو اس کا اجر دیگا،، اوس نے منظور کیا، اور اونٹنی آپ کے حوالہ کرکے

[1] مسند جابر بن عبداللہ ج ۳، ص ۳۰۳ و ۳۰۴ و ۳۱۵

اپنے مکان واپس آیا،[1]

سلہ ھ مین آن حضرتؐ نے انتقال فرمایا، اور حضرت ابوبکرؓ خلافت کی مسند پر متمکن ہوئے اور اُن کے اِس عہد مین قرآن مجید کی ترتیب وتدوین کا اہم کام شروع ہوا، صحابہ کی جو جماعت اس خدمت پر مامور کی گئی تھی، حضرت اُبیؓ اُس کے سرگروہ تھے، وہ قرآن کے الفاظ بولتے تھے اور لوگ اُن کو لکھتے جاتے تھے، یہ جماعت چونکہ ارباب علم پر مشتمل تھی، اِس لئے جابجا کسی کسی آیت پر مذاکرہ ومباحثہ رہتا تھا، سورہ براۃ کی یہ آیت (ثم انصرفوا صرف اللہ قلوبھم بانھم قوم لا یفقھون) لکھی گئی تو لوگون نے کہا کہ یہ سب سے اخیر مین نازل ہوئی تھی، حضرت اُبیؓ نے کہا نہین اُس کے بعد دو آیتین مجھ کو رسول اللہؐ نے اور پڑھائی تھین، سب سے اخیر آیت لقد جاءکم رسول من انفسکم ہے،[2]

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت عمرؓ اُن کے جانشین ہوئے، حضرت عمرؓ نے اپنے عہد خلافت مین سیکڑون مفید باتون کا اضافہ فرمایا جس مین ایک مجلس شوریٰ کا قیام بھی ہے، یہ مجلس (کونسل) انصار و مہاجرین کے مقتدر اصحاب سے مرکب تھی، جن مین قبیلۂ خزرج کی طرف سے حضرت ابی بن کعب بھی ممبر تھے،[3]

خلافت فاروقی مین حضرت ابیؓ مدینہ منورہ مین بالاستقلال مقیم رہے، زیادہ تر درس وتدریس سے کام رہتا تھا، جب مجالس شوریٰ منعقد ہوتین یا کوئی مہم آپڑتی تو حضرت عمرؓ اُن سے استصواب فرماتے تھے،

حضرت ابیؓ اگرچہ حضرت عمرؓ کے تمام عہد خلافت مین مسند افتا پر متمکن رہے لیکن اُس کے سوا حکومت کا کوئی منصب اُن کو نہین ملا، ایک مرتبہ اُنھون نے حضرت عمرؓ سے پوچھا کہ آپ مجھے کسی جگہ کا عامل کیون نہین مقرر فرماتے، بولے کہ مین آپ کے دین کو دنیا مین ملوث نہین دیکھنا چاہتا،[4]

حضرت عمرؓ نے اپنے زمانہ خلافت مین نماز تراویح کو باجماعت کیا تو حضرت ابی بن کعب کو امامت

---

[1] مسند احمد ج ۵ ص ۱۴۲، [2] مسند احمد ج ۵، ص ۱۳۴، [3] کنز العمال ج ۳ ص ۱۳۴، [4] ایضاً ج ۳ ص ۱۶۳،

کے لئے منتخب فرمایا،[1]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بعد جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے سریر خلافت پر جلوس فرمایا، تو قرآن مجید میں لب ولہجہ کا اختلاف تمام ملک میں عام ہوچکا تھا، اس بنا پر حضرت عثمانؓ نے اس اختلاف کو مٹانا چاہا، اور خود اصحاب قرأت کو طلب فرماکر ہر شخص سے جدا جدا قرأت سنی، حضرت ابی بن کعب، عبد اللہ بن مسعود، اور معاذ بن جبل، سب نے قرآن پڑھا تو لہجہ تلفظ میں اختلاف نظر آیا، حضرت عثمانؓ نے کہا کہ میں تمام مسلمانوں کو ایک تلفظ کے قرآن پر جمع کرنا چاہتا ہوں،

قریش اور انصار میں ۱۲ شخص تھے جن کو قرآن پر پورا عبور تھا حضرت عثمانؓ نے ان لوگوں کو یہ کار اہم تفویض فرمایا، تو اب کی بھی حضرت ابی بن کعبؓ اس مجلس کے رئیس تھے، قرآن کے الفاظ حضرت ابیؓ بولتے، اور زید لکھتے تھے، اس لحاظ سے آج قرآن مجید کے جس قدر نسخے ہیں حضرت ابیؓ کی قرأت کے مطابق ہیں،[2]

وفات — ۳۵ھ میں عمر طبعی کو پہونچکر حضرت عثمانؓ کے زمانۂ خلافت میں جمعہ کے دن وفات پائی، حضرت عثمانؓ نے نماز جنازہ پڑھائی، اور مدینہ منورہ میں دفن کئے گئے،

آل واولاد — حضرت ابیؓ کی اولاد کی صحیح تعداد اگرچہ نامعلوم ہے، لیکن جن کے نام معلوم ہیں وہ یہ ہیں، طفیل، محمد، عبد اللہ، ربیع، ام عمرؓ ان میں سے اول الذکر دو بزرگ عہد رسالت میں پیدا ہوئے تھے،

حضرت ابیؓ کی زوجہ کا نام ام الطفیل ہے، وہ صحابیہ ہیں اور روایات حدیث کی فہرست میں ان کا نام داخل ہے،

حلیہ — حضرت ابیؓ کا حلیہ یہ تھا، قد میانہ، رنگ گورا مائل بہ سرخی، بدن دبلا،

اخلاق وعادات — مزاج میں تکلف تھا، مکان میں گدوں پر نشست کرتے تھے، غالباً دیوار میں آئینہ لگایا تھا،

---

[1] صحیح بخاری کتاب صلوٰۃ التراویح، [2] کنز العمال ص ۲۴۷، ۲۸۳ ج ۱، [3] نزہتہ الابرار قلمی [4] طبقات ص ۵۵

اور کنگھی کرتے وقت اُسی طرف بیٹھتے تھے، ایام پیری مین اگرچہ سر اور داڑھی کے بال سفید ہو گئے تھے
تاہم کنیز سر کے بال بناتی تھی،

مزاج تیز تھا، اور جب غصہ آجاتا تھا، تو اُس مین وہ کسی کا خیال نہین کرتے تھے،

اُنھون نے ایک شخص کو ایک آیت پڑھائی تھی، حضرت عمرؓ نے سُنا تو پوچھا، تم نے یہ کس سے سیکھا؟ اُس نے حضرت اُبیؓ کا نام لیا، حضرت عمرؓ اُس کو ساتھ لیکر ان کے مکان تشریف لائے اور استفسار کیا، اُنھون نے کہا مین نے رسول اللہؐ کے منہ سے ایسا ہی سیکھا تھا، حضرت عمرؓ نے مزید تحقیق کے لئے پھر پوچھا کیا رسول اللہؐ کے منہ سے آپ نے سیکھا ہے؟ جواب دیا جی ہان، حضرت عمرؓ نے اِس جملہ کو پھر دہرایا، تیسری مرتبہ حضرت اُبیؓ کو غصہ آگیا بولے "واللہ یہ آیت خدا نے جبریلؑ پر نازل کی تھی، اور جبریلؑ نے قلب محمدؐ پر نازل کی، اس مین خطاب اور اُس کے بیٹے سے مشورہ نہین لیا تھا، حضرت عمرؓ کانون پر ہاتھ رکھکر ان کے گھر سے تکبیر کہتے ہوئے نکل گئے [1]

اسی طرح ایک آیت کے متعلق اختلاف ہوا حضرت عمرؓ نے کہا اُبیؓ کو بلاؤ، وہ آئے تو وہ آیت پھر پڑھوائی اُنھون نے پڑھ کر حضرت عمرؓ کی ناک کی طرف انگلی سے اشارہ کیا، حضرت عمرؓ نے اس کو دوسری طرح پڑھا اور حضرت اُبیؓ کی ناک کی طرف اشارہ کیا، حضرت اُبیؓ نے کہا واللہ مجکو رسول اللہؐ نے اسی طرح پڑھایا تھا، حضرت عمرؓ نے کہا اب ہم آپ کی متابعت کرتے ہین [2]

حضرت ابو درداؓ شامیون کی ایک جماعت کو تعلیم قرآن کے لئے مدینہ لے آئے اور ان لوگون نے حضرت اُبیؓ سے قرآن پڑھا، ایک دن ان مین سے ایک شخص نے حضرت عمرؓ کے سامنے کوئی آیت پڑھی، اُنھون نے ٹوکا، اُس نے کہا مجھے اُبی بن کعبؓ نے پڑھایا ہے، حضرت عمرؓ نے اُس کے ساتھ ایک آدمی کر دیا کہ اُبی کو بلا لاؤ، اُس وقت حضرت اُبیؓ اپنے ہاتھ سے اُونٹ کو چارہ دے رہے تھے، یہ پہونچے اور کہا

---

[1] کنزالعمال ج ۱ ص ۲۸۷، [2] ایضاً ص ۲۸۵ ج ۱،

امیرالمومنین بُلاتے ہین، اُنھون نے پوچھا کیا کام ہے، اُنھون نے واقعہ بیان کیا حضرت اُبیؓ ان دونون پر بگڑے اور کہا تم لوگ باز نہیں آتے غصہ زیادہ تھا، اُسی طرح دامن چڑھائے اور ہاتھ مین چارہ لئے ہوئے، حضرت عمرؓ کے پاس چلے آئے حضرت عمرؓ نے اون سے اور زید بن ثابت سے آیت پڑھوائی، دونون کی قرأت مین اختلاف تھا حضرت عمرؓ نے زیدؓ کی تائید کی حضرت اُبیؓ برہم ہوئے اور کہا خدا کی قسم عمرؓ! تم خوب جانتے ہو کہ مین رسول اللہؐ کے پاس اندر ہوتا تھا اور تم لوگ باہر کھڑے رہتے تھے، اب آج میرے ساتھ یہ برتاؤ کیا جاتا ہے، واللہ اگر آپ کہین تو مین گھر مین بیٹھ رہون، نہ کسی سے بولون اور نہ درس قرآن دون یہان تک کہ موت میرا خاتمہ کردے، حضرت عمرؓ نے کہا نہین، جب خدا نے آپ کو علم دیا ہے تو آپ شوق سے پڑھائے[1]،

نہایت آزاد اور خوددار تھے، ابن عباسؓ مدینہ منورہ کے کسی کوچہ مین ایک آیت پڑھتے ہوئے جارہے تھے، پیچھے سے آواز آئی، ابن عباسؓ! کھڑے رہو، مڑکر دیکھا تو حضرت عمرؓ تھے، فرمایا کہ میرے غلام کو لیتے جاؤ اور اُبیؓ بن کعب سے پوچھنا کہ فلان آیت آپ نے اس طرح پڑھی ہے؟ حضرت ابن عباسؓ، حضرت اُبیؓ کے مکان تک پہونچے تھے کہ حضرت عمرؓ بھی تشریف لائے، اور اندر آنے کی اجازت طلب کی، اجازت ملی تو سب کے سب اندر پہونچے، حضرت اُبیؓ بال بنوارہے تھے، اور دیوار کی طرف رخ تھا، حضرت عمرؓ کو گدے پر بٹھایا گیا، حضرت اُبیؓ کی پشت حضرت عمرؓ کی طرف تھی، وہ اُسی حالت مین بیٹھے رہے، اور متوجہ نہ ہوئے، حضرت عمرؓ نے ابن عباسؓ سے کہا دیکھو یہ ہم کو کچھ نہیں سمجھتے! تھوڑی دیر کے بعد حضرت عمرؓ سے مخاطب ہوئے اور کہا "مرحبا یا امیرالمومنین میری ملاقات کے لئے تشریف لائے یا کوئی اور غرض تھی" حضرت عمرؓ نے کہا کام سے آیا ہون، حضرت عمرؓ نے ایک آیت پڑھی اور کہا یہ تو بہت سخت ہے، (یعنی بلفظہٖ) انھون نے کہا مین نے قرآن اُس سے سیکھا جس نے جبریلؑ سے سیکھا تھا، وہ تو نہایت نرم اور تر ہے،

[1] کنزالعمال ج ۱ ص ۲۸۵

حضرت عمرؓ نے کہا آپ احسان جتانا چاہتے ہیں لیکن مجھے جواب سے تشفی نہیں ہوئی،

حضرت عمرؓ اور حضرت ابیؓ میں ایک باغ کی بابت جھگڑا تھا، یہ وہ زمانہ تھا جب حضرت عمرؓ امیر المومنین تھے، حضرت ابیؓ رونے لگے اور کہا آپ کے عہد حکومت میں یہ باتیں؟ حضرت عمرؓ نے کہا نہیں یہ میری نیت نہ تھی، آپ کا جس مسلمان سے جی چاہے، فیصلہ کرالیں، میں راضی ہوں، انھوں نے کہا کہ زید بن ثابتؓ کے ہاں مقدمہ پیش ہو، حضرت عمرؓ نے کہا بہتر، حضرت ابیؓ نے حضرت عمرؓ پر مقدمہ دائر کیا، حضرت عمرؓ خلیفۂ اسلام تھے، اور تمام ملک ان کے زیر نگین تھا، تاہم ایک فریق کی حیثیت سے زید بن ثابت کے اجلاس میں حاضر ہوئے، حضرت ابیؓ نے دعویٰ کیا، حضرت عمرؓ کو انکار تھا، انھوں نے مدعی سے کہا آپ بھولتے ہیں، یاد کیجئے، حضرت ابیؓ کچھ دیر سوچتے رہے پھر کہا کہ اب مجھے کچھ یاد نہیں آتا، ان کا بیان ختم ہوا تو حضرت عمرؓ نے واقعہ کی صورت بیان کی، زیدؓ نے حضرت ابیؓ سے کہا کہ آپ کے پاس ثبوت کیا ہے؟ انھوں نے کہا کچھ نہیں، بولے تو آپ امیر المومنین سے قسم نہ لیجئے، حضرت عمرؓ نے کہا کہ اگر مجھ پر قسم ضروری ہے تو لو،[۱]

طبیعت غیور پائی تھی، ایک شخص آں حضرت صلعم کی خدمت میں آیا اور کہا فلاں آدمی اپنے باپ کی عورت (غالباً سوتیلی ماں ہوگی) سے ہم بستر ہوتا ہے، حضرت ابیؓ موجود تھے بولے کہ میں تو ایسے شخص کی گردن مار دیتا! آں حضرت نے تبسم فرمایا اور کہا ابیؓ کس قدر غیرت مند ہیں! لیکن میں ان سے زیادہ غیور ہوں، اور خدا مجھ سے زیادہ غیرت والا ہے،

بڑے مہمان نواز تھے، ایک بار براء بن مالکؓ ملاقات کو آئے تو بولے کیا کھاؤ گے؟ انھوں نے کہا ستو اور چھوہارے، اندر جاکر ستو لائے اور خوب پیٹ بھر کر کھلایا، براء بن مالک آں حضرت صلعم کے پاس گئے اور اس واقعہ کا ذکر کیا، آپ نے فرمایا یہ تو بڑی عمدہ بات ہے،[۲]

---

[۱] کنز العمال ص ۱۰۱،۱۰۴ ج ۳، [۲] کنز العمال ص ۱۵۶ ج ۵،

علم و فضل حضرت اُبی بن کعب کی حیاتِ مقدسہ کا ایک ایک لمحہ علم کے لئے وقف تھا، عین اُس وقت جب مدینہ میں مہاجرین اور انصار سے تجارت اور زراعت کا بازار گرم تھا، حضرت اُبیؓ مسجدِ نبوی میں نبوت کے علمی جواہر سے اپنے علوم و فنون کی دوکان سجاتے تھے، اور اس پر اُن کو فخر تھا، انصار میں ان سے بڑا کوئی عالم نہ تھا، اور قرآن سمجھنے، حفظ و قرأت میں مہاجرین و انصار دونوں میں اُن کی فوقیت تھی، یہاں تک کہ خود رسول اللہ صلعم اُن سے قرآن مجید پڑھوا کر سنتے تھے،

جلالتِ علمی

علوم اسلامیہ کے علاوہ کتب قدیمہ سے بھی واقفیت تامہ رکھتے تھے، تورات، انجیل کی رموز دانی میں جو رتبہ حاصل کیا تھا، آنحضرت صلعم کے متعلق ان کتابوں میں جو بشارتیں مذکور ہیں وہاں کو خاص طور پر معلوم تھیں، اس علمی جلالتِ شان کی بنا پر حضرت فاروق اعظمؓ اُن کی تعظیم کرتے، اُن سے ڈرتے اور خود اُن کے گھر پر مسائل پوچھنے جاتے تھے،

حضرت عبداللہؓ بن عباس جو اسلام کی تاریخ میں حبر کے لقب سے مشہور ہیں، اُبی بن کعبؓ کی درسگاہ میں حاضری کو اپنا فخر سمجھتے تھے،

حضرت اُبیؓ کا فضل و کمال صرف خرمن نبوت کا خوشہ چین تھا، اُنھوں نے حاملِ وحی سے اس قدر سیکھ لیا تھا کہ پھر کسی کی طرف رجوع کرنے کی ضرورت باقی نہ رہی، صحابۂ کرام میں (حضرت ابوبکرؓ کے سوا) کوئی شخص نہ تھا، جو آنحضرت صلعم کے بعد کسب علم سے بے نیاز رہا ہو، ایک حضرت اُبیؓ بن کعب کی علمی شخصیت تھی جو اس سے مستغنی تھی،

حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ اگرچہ مختلف علوم کے جامع تھے، لیکن وہ خاص فن جن میں انکو امامت اور اجتہاد کا منصب حاصل تھا، یہ ہیں، قرآن، تفسیر، شانِ نزول، ناسخ و منسوخ، حدیث، فقہ، اور ہم انھیں علوم میں اپنی بساط کے موافق اُن کے کمالات دکھائیں گے،

قرآن مجید سب سے پہلے ہمیں قرآن مجید کا ذکر کرنا ہے، اور یہ دکھانا ہے کہ حضرت اُبیؓ اس کو کس نظر سے

دیکھئے؛ حضرت اُبیؓ مجتہد تھے، وہ قرآن مجید پر مجتہدانہ انداز سے غور کرتے تھے، کہ درحقیقت یہی چیز تھی جس نے ان کو اجتہاد کی مسند پر بٹھایا تھا، ایک دن رسول اللہ صلعم نے ان سے دریافت فرمایا کہ قرآن میں کون سی نہایت معظم آیت ہے؛ حضرت اُبیؓ نے کہا آیۃ الکرسی، آنحضرتؐ نہایت مسرور ہوئے اور فرمایا! اُبیؓ تمھیں یہ علم مسرور کرے!!

اس واقعہ سے تم نے اندازہ کیا ہوگا کہ وہ قرآن کی آیتوں میں کیسا غور و خوض کرتے تھے، اب خود انکی زبان سے قرآن کی حقیقت سنو، ایک شخص نے اُن سے درخواست کی کہ مجھے نصیحت کیجئے، فرمایا قرآن کو دلیل راہ بناؤ، اس کے فیصلوں اور حکموں پر راضی رہو، رسول اللہ صلعم نے یہی چیز تمھارے لئے چھوڑی ہے اس مین تمھارا اور تمھارے قبل والوں کا اور جو کچھ زمانہ مابعد میں ہوگا، سب حال درج ہے،"

حضرت اُبیؓ نے اس رائے میں حسب ذیل خیالات کا اظہار کیا ہے،

(۱) قرآن مجید اسلام کا مکمل قانون ہے،

(۲) مسلمانوں کا بہترین دستور العمل ہے،

(۳) اس کے قصص و حکایات نتیجہ خیز ہیں، جو عمل اور عبرت کے لئے ہیں، گرمیٔ محفل کیلئے نہیں،

(۴) اس میں تمام قوموں کے حالات کا کافی تذکرہ ہے،

غور کرو! جو شخص ان حیثیتوں سے قرآن کریم کو دیکھتا ہوگا، اس کی وسعتِ معلومات اور دقتِ نظر میں کیا کلام ہو سکتا ہے،

حضرت اُبیؓ نے ابتدا ہی سے قرآن مجید کے ساتھ غیر معمولی شغف ظاہر کیا تھا، چنانچہ جب رسول اللہؐ مدینہ میں وارد فرما ہوئے، تو سب سے پہلے جس نے وحی لکھنے کا شرف حاصل کیا وہ حضرت اُبیؓ تھے، قرآن مجید حفظ کرنے کا خیال بھی اسی زمانہ سے پیدا ہوا، جس قدر آیتیں نازل ہوتیں وہ حفظ کرتے تھے، یہاں تک کہ رسول اللہ صلعم کی زندگی میں پورا قرآن یاد کر لیا، صحابہ میں ۵ بزرگ تھے جنھوں نے

آنحضرت صلعم کے عہد مقدس میں پورا قرآن یاد کیا تھا، لیکن حضرت اُبیؓ اُن سب میں ممتاز تھے۔ اس سے زیادہ کیا ہو سکتا ہے کہ خود آنحضرت صلعم اس باب میں ان کی مدح کرتے تھے،

حضرت اُبیؓ نے قرآن کا ایک ایک حرف رسول اللہ صلعم کے منہ سے یاد کیا تھا، آنحضرت بھی ان کے شوق کو دیکھ کر ان کی تعلیم کی طرف خاص توجہ مبذول فرماتے تھے، نبوت کا رعب بڑے بڑے صحابہؓ کو سوال کرنے سے مانع ہوتا تھا، لیکن حضرت اُبیؓ بے روک ٹوک جو چاہتے تھے سوال کرتے تھے، اس کے ساتھ ہی بعض اوقات آنحضرتؐ خود ابتدا فرماتے تھے، یعنی بغیر پوچھے بتاتے تھے، ایک مرتبہ حضرت اُبیؓ سے فرمایا کہ میں تمھیں ایک ایسی سورہ بتاتا ہوں جس کی نظیر نہ توراۃ وانجیل میں ہے، اور نہ قرآن میں، یہ کہکر باتوں میں مصروف ہو گئے حضرت اُبیؓ کہتے ہیں میرا خیال تھا کہ رسول اللہؐ بیان فرمائیں گے، گھر جانے کے لئے اُٹھے تو میں بھی ساتھ ہو لیا، آپ نے میرا ہاتھ پکڑ کر باتیں شروع کر دیں، اور گھر کے دروازہ تک اسی طرح چلے آئے، میں نے کہا ہاں وہ سورہ بتا دیجئے آپ نے بتا دی[1] چنانچہ ایک بار آنحضرتؐ نے نماز فجر پڑھائی، اس میں ایک آیت پڑھنا بھول گئے، حضرت اُبیؓ نماز میں شروع سے شریک نہ تھے، بیچ سے شریک ہوئے تھے، نماز ختم کر کے آنحضرتؐ نے لوگوں سے پوچھا کہ کسی نے میری قرأت پر خیال کیا تھا؟ تمام لوگ خاموش رہے تو پوچھا، اُبیؓ بن کعب ہیں؟ حضرت اُبیؓ نماز ختم کر چکے تھے، بولے کہ آپ نے فلاں آیت نہیں پڑھی، کیا منسوخ ہو گئی یا آپ پڑھنا بھول گئے؟ آنحضرتؐ نے فرمایا "نہیں میں پڑھنا بھول گیا"، اس کے بعد فرمایا میں جانتا تھا کہ تمھارے سوا اور کسی کو ادھر خیال نہیں ہوا ہوگا"[2]

ان باتوں کا یہ اثر تھا، کہ جب کوئی مسئلہ حضرت اُبیؓ کے سمجھ میں نہ آتا، تو وہ اور صحابہ کی طرح خاموش نہیں رہتے تھے، وہ آنحضرتؐ سے دیر تک مذاکرہ جاری رکھتے، اور جب سمجھ میں آجاتا تب اُٹھتے مسجد نبوی میں عبداللہ بن مسعودؓ نے ایک آیت پڑھی اور چونکہ وہ قبیلۂ ہذیل سے تھے، ان کی قرأت علیحدہ تھی

[1] مسند احمد ص ۱۱۴ ج ۵ [2] مسند احمد ص ۱۲۳ و ۱۴۲ ج ۵،

ابی بن کعب نے سنا تو کہا، آپ نے یہ آیت کس سے پڑھی ہے، بیٹے تو رسول اللہ سے اسطرح پڑھی ہے، انھوں نے کہا مجھکو بھی رسول اللہ نے پڑھایا ہے، حضرت ابی کہتے ہیں کہ اس وقت میرے دل میں خیالات فاسدہ کا غلبہ ہوا، اور عجیب عجیب باتیں ذہن میں آئیں میں ابن مسعود کو لیکر آنحضرت کی خدمت میں آیا اور کہا کہ میرے اور ان کے درمیان قرأت میں اختلاف ہوگیا ہے، آن حضرت صلعم نے مجھ سے آیت پڑھوائی اور فرمایا تم ٹھیک پڑھتے ہو، پھر ابن مسعود سے پڑھوائی اور فرمایا تم بھی ٹھیک پڑھتے ہو، میں نے ہاتھ سے اشارہ کرکے کہا یا رسول اللہ، دونوں ٹھیک پڑھتے ہیں کیونکر؟ آن حضرت صلعم سے اسقدر کد وکاوش پر حضرت ابی پسینہ پسینہ ہوگئے تھے، لیکن طلب علم کے شوق سے مجبور تھے آن حضرت نے ان کی گھبراہٹ دیکھی تو ان کے سینہ پر اپنا دست مبارک رکھا اور کہا الٰہی! ابی کا شک دور کر! دست مقدس کی تاثیر تسلی بن کر قلب میں اتر گئی اور ان کو کامل تشفی ہوگئی،

حضرت ابیؓ کا خاص فن، قرأت ہے، اس فن میں ان کو یہ کمال تھا کہ خود آن حضرت صلعم نے ان کی تعریف و توصیف کی تھی، صحابہ میں چند بزرگ تھے جن کے کمالات کی حامل وحی نے تعیین کردی تھی، ان میں حضرت ابیؓ بن کعب کی نسبت آن حضرتؐ نے یہ جملہ ارشاد فرمایا تھا، واقرأهم ابی بن کعب یعنی صحابہ میں سب سے بڑی قاری ابی ہیں!

رسول اللہ کے بعد حضرت عمرؓ نے اس جملہ کی یاد کو کئی مرتبہ تازہ کیا، ایک مرتبہ مسجد نبوی کے منبر پر کہا کہ "سب سے بڑے قاری ابی ہیں"! شام گئے اور جابیہ میں اپنا مشہور و معروف خطبہ دیا تو کہا، من اراد القرآن فلیأت ابیاً یعنی جس کو قرآن کا ذوق ہو وہ ابی کے پاس آئے[1]،

فن قرأت میں حضرت ابیؓ کو جو دخل تھا اس کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ خود حامل نبوت ان سے قرآن کا دورہ کرتا تھا، چنانچہ جس سال آپ نے وفات فرمائی حضرت ابیؓ کو قرآن سنایا اور فرمایا مجھے جبرئیل نے کہا تھا کہ ابی کو قرآن سنا دیجئے،

[1] کنز العمال ص ۱۸۹ ج ۲

رسول اللہ پر جو سورۃ نازل ہوتی حضرت ابیؓ کو سناتے اور یاد کراتے تھے، سورۂ لم یکن نازل ہوئی تو فرمایا، کہ خدا نے تمکو قرآن سنانے کا مجھے حکم دیا ہے، انھوں نے کہا کیا خدا نے میرا نام لیا؟ رسول اللہ نے فرمایا ہاں، حضرت ابیؓ یہ سنکر فرط خوشی مین بے اختیار رو پڑے،[1]

عبدالرحمن بن ابی ابزی، حضرت ابیؓ بن کعب کے شاگرد تھے، ان کو استاد کا یہ واقعہ معلوم ہوا تو پوچھا یا ابا المنذر! (حضرت ابیؓ کی کنیت ہے) اس وقت آپ کو خاص مسرت ہوئی ہوگی، فرمایا کیون نہین! خداوند تعالیٰ خود فرماتا ہے قل بفضل اللہ وبرحمتہ فبذالک فلیفرحوا ھو خیر مما یجمعون[1]!

قراۃ ابی

اسی قرأت دانی کا نتیجہ تھا کہ ان کے نام کیطرف ایک قرأت خاص طور پر منسوب ہوئی جس کا نام قرأت ابیؓ ابن کعب تھا، اہل دمشق اسی قرأت مین قرآن مجید پڑھتے تھے،

حضرت ابیؓ کی قرأت، ان کے رتبہ کے لحاظ سے اگرچہ عالمگیر ہونا چاہئے تھی، لیکن اس وقت تک کثرت سے رواج نہ پاسکی، اس کا بڑا سبب یہ تھا کہ بہت سی آیتیں جو منسوخ ہو چکی تھین اس مین موجود تھین، حضرت عمرؓ نے بار بار کہا کہ ابیؓ ہم مین سب سے زیادہ قرآن کے جاننے والے ہین، لیکن ہمکو بعض مواقع پر ان سے اختلاف کرنا پڑتا ہے، ان کو یہ اصرار ہے کہ انھون نے جو کچھ سیکھا، رسول اللہ سے سیکھا ہے، اور یہ سچ ہے لیکن جب بہت سی آیتین منسوخ ہو چکی ہین، اور ان کو اس کا علم نہین ہوا تو پھر ہم ان کی قرأت پر کیون کر قائم رہ سکتے ہین[2]

لیکن بعد مین اس کی اصلاح ہوگئی، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد مبارک مین جب قرآن مجید کو جمع کیا تو اس مین منسوخ شدہ آیتون کا خاص خیال رکھا، اس کا یہ نتیجہ ہوا کہ بہت جلد اس قرأت نے قبول عام کی سند حاصل کرلی، اور تمام ممالک اسلامیہ جن کی وسعت مغرب سے مشرق تک تھی، حضرت ابیؓ کی قرأت پر مجتمع ہوگئے،

(۱) مسند احمد ص ۱۲۳ ج ۵، (۲) ایضاً ص ۱۱۳ ج ۵،

حضرت اُبیؓ نے انتقال فرمایا تو اس فن میں اپنے دو جانشین چھوڑے جو اپنے عہد میں مرجع انام بنے رہے، حضرت ابوہریرہؓ، اور حضرت عبداللہؓ بن عباس،

قراء سبعہ میں سے نافع بن عبدالرحمٰن ابورویم مدنی، حضرت ابوہریرہؓ کے سلسلہ سے اور عبداللہ ابن کثیر مکی حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے واسطہ سے، حضرت اُبیّ بن کعبؓ کے سلسلہ میں داخل ہوتے ہیں

درس وتدریس | حضرت ابی بن کعبؓ کا مدرسۂ قرأت، دنیائے اسلام میں مرکزی حیثیت رکھتا تھا، عرب و عجم، روم وشام اور دیگر صوبہ جات اسلامیہ سے طلبہ مدینہ منورہ کا رُخ کرتے اور ان کے درسگاہ قرأت سے فیضیاب ہوتے تھے،

طلبہ کے علاوہ بعض اکابر صحابہ دور دراز مقامات سے شائقین کو لیکر مدینہ منورہ تشریف لاتے اور حضرت اُبیؓ سے استفادہ کرتے تھے، حضرت عمرؓ کے عہد خلافت میں حضرت ابودرداء انصاریؓ شام میں تعلیم قرآن کے لئے بھیجے گئے تھے، وہ اس درجہ کے شخص تھے کہ آنحضرتؐ کے زمانہ میں جن ۵ بزرگوں نے پورا قرآن حفظ کیا تھا، ان میں انکا بھی شمار تھا، لیکن باایں ہمہ وہ حضرت اُبیؓ کی قرأت سے مستغنی نہ تھے، حضرت عمرؓ کے عہد مقدس میں شامیوں کا ایک مجمع ساتھ لیکر حضرت اُبیؓ کی خدمت میں آئے، خود قرآن پڑھا، اور دوسرے لوگوں کو بھی پڑھوایا،

حضرت اُبیؓ اگرچہ تلامذہ کی تعلیم سے خاص دلچسپی لیتے تھے لیکن چونکہ مزاج تیز تھا اس لئے بہت جلد ان کا حلم وتحمل، غیظ وغضب سے بدل جاتا تھا، اس بنا پر تلامذۂ خاص، کوئی سوال کرتے تو خوف لگا رہتا کہ کہیں غصہ میں جھنجھلانہ اٹھیں، زر بن جیش، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے شاگرد رشید تھے، اور حضرت ابیؓ کے تلمذ کا بھی شرف حاصل تھا، کوئی بات پوچھنا چاہتے تھے، مگر ہمت نہ پڑتی تھی، ایک دن ایک سوال کیا تو اس تمہید سے کہ مجھ پر نظر عنایت فرمائیے، میں آپ سے علم سیکھنا چاہتا ہوں، حضرت اُبیؓ نے کہا ہاں شاید یہ ارادہ ہوگا کہ قرآن مجید کی کوئی آیت پوچھنے سے باقی نہ رہ جائے،

اسی وجہ سے اِن کی مجلس لایعنی سوالات سے پاک ہوتی تھی، وہ قبل از وقت باتون کا جواب نہین دیتے تھے بلکہ ناراض ہوتے تھے، مسروق نے ایک دن ایک سوال کیا، حضرت اُبی رض نے کہا کہ ایسا ہوا بھی ہے؟ اُنھون نے کہا نہین، فرمایا ابھی ٹھہرئے جب ایسا واقعہ پیش آئیگا تو آپ کے لئے اجتہاد کی تکلیف کی جائے گی،

لیکن معقول سوالات سے خوش ہوتے تھے، اور جواب مرحمت فرماتے تھے، زیاد انصاری نے پوچھا کہ اگر آن حضرت صلعم کی تمام بیویان قضا کر جاتین تو آپ نکاح کر سکتے تھے یا نہین؟ اُنھون نے کہا کر سکتے تھے، زیاد نے کہا پھر اس آیت کے کیا معنی لَا یَحِلُّ لَکَ النِّسَاءُ مِن بَعْدُ، حضرت اُبی نے کہا کہ آن حضرت صلعم کے لئے عورتون کی ایک قسم حلال تھی، (مسند احمد ج ۵ ص ۱۳۲)

مجلس درس مین رعب وداب قائم ہونے کا یہ اثر تھا کہ ان کے تلامذہ ان کا خاص احترام کرتے تھے، حضرت اُبی رض کے علاوہ اور صحابہ بھی ارباب حلقہ تھے لیکن وہان اُستاد اور شاگرد مین یک گونہ مساوات تھی لیکن، حضرت اُبی رض کے حلقۂ تعلیم مین اُستاد کا ہر پہلو تلامذہ سے علانیہ ممتاز نظر آتا تھا،

حضرت اُبی رض مجلس یا گھر مین گدّے پر تشریف رکھتے تھے، تلامذہ کے لئے یہ بات حاصل نہ تھی، البتہ حضرت عمر رض کے ساتھ یہ مراعات روا رکھی جاتی تھی، وہ ان کے ہان کوئی مسئلہ پوچھنے جاتے تو احترام خلافت کا اظہار اسی صورت مین ہوتا تھا، کہ وہ اِن کو اپنے برابر جگہ دیتے تھے،

نشست وبرخاست مین یہ تکلف تھا کہ تلامذہ ان کی تعظیم کے لئے سروقد کھڑے ہوتے تھے، اور اُس زمانہ مین یہ دستور بالکل نیا تھا، سلیم بن حنظلہ حضرت اُبی رض کی خدمت مین مسئلہ پوچھنے آئے، جب وہ اُٹھے تو شاگردون کا تمام مجمع پیچھے پیچھے ساتھ ہوا، حضرت عمر رض نے دیکھا تو اُن کو یہ روش ناپسند ہوئی اور حضرت اُبی رض سے کہا کہ یہ آپ کے لئے فتنہ اور ان لوگون کے لئے ذلّت ہے،

بیشتر تلامذہ سے تحائف وہدایا قبول کر لیتے تھے، اور اِس مین کچھ مضائقہ نہ جانتے تھے، آن حضرت

کے عہدِ مقدس میں اُنھوں نے طفیل بن عمرو دوسی کو قرآن پڑھایا تھا، طفیل نے ایک کمان ہدیۃً پیش کی حضرت اُبیؓ اُس کو لٹکا کر رسول اللہ صلعم کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ نے پوچھا یہ کہاں سے لائے اُنھوں نے کہا ایک شاگرد کا ہدیہ ہے، آپ نے فرمایا اُس کو واپس کردو، اور اب آیندہ ایسے ہدیہ سے پرہیز کرنا،

اسی طرح ایک شاگرد نے کپڑا ہدیہ میں پیش کیا اُس میں بھی ایسی ہی صورت پیش آئی، بعد میں ان باتوں سے اجتناب کلی کرلیا، چنانچہ ملک شام کے لوگ قرآن مجید پڑھنے مدینہ آئے اور قرآن لکھوانا چاہا، وہ لوگ حضرت اُبیؓ سے قرآن پڑھتے اور مدینہ کے کاتبوں سے لکھواتے تھے، کتابت کا معاوضہ اس طرح ادا ہوتا تھا کہ شامی اپنے ساتھ کاتبوں کو کھانے میں شریک کرلیتے تھے، حضرت اُبیؓ ان لوگوں کو قرآن پڑھاتا تھا لیکن ایک وقت بھی ان کی دعوت منظور نہ کی، حضرت عمرؓ اُبیؓ کی قدیم عادت سے واقف نہ تھے، ایک روز دریافت کیا، کہ ملک شام کا کھانا کیسا ہوتا ہے؟ حضرت اُبیؓ نے کہا کہ میں اُن کے ہاں کھانا نہیں کھاتا،

قرأت پڑھاتے وقت حروف، مخارج سے ادا کرانے کی کوشش کرتے تھے، مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے باشندوں کے ساتھ توچنداں دشواری پیش نہ آتی تھی، لیکن اعراب، بدوؤں یا دیگر ملکوں کے باشندے جن سے حروف صاف صاف ادا نہ ہوسکتے تھے، ان کا پڑھانا نہایت مشکل کام تھا، لیکن حضرت اُبیؓ اس مشکل کو بھی آسان کرلیتے تھے،

آنحضرت صلعم کے زمانۂ مبارک میں، حضرت اُبیؓ ایک فارسی کو قرآن پڑھاتے تھے، جب اُن کو یہ آیت پڑھائی (اِنَّ شَجَرَةَ الزَّقُّومِ طَعَامُ الْأَثِيمِ) اس سے اثیم نکلتا نہ تھا، وہ تیم کہتا تھا حضرت اُبیؓ نہایت پریشان تھے، آنحضرت صلعم ادھر سے گذرے اور ان کی حیرانی دیکھی تو خود بھی ان کے شریک حال ہوگئے اُس سے کہا، کہو "طعام الظالم" اس نے صاف کہا، آپ نے حضرت اُبیؓ سے فرمایا کہ اس کی زبان درست

کراؤ اور اُس سے حروف نکلواؤ، خدا تم کو اُس کا اجر دیگا،

مصحف اُبی بن کعب حضرت اُبیؓ نے جس محنت اور جانفشانی سے قرآن مجید پڑھا تھا، وہ تم اُوپر پڑھ چکے ہو، وہ آن حضرت صلعم سے قرآن پڑھتے تھے، اور پھر گھر پر اُس کو قلمبند کرتے جاتے تھے، یہی قرآن ہے جو تاریخ فن قرأت مین مُصحفِ اُبی کے نام سے مشہور رہے، یہ مصحف حضرت عثمانؓ کے عہد تک موجود تھا،

اُس مصحف کی شہرت دور دور تھی، حضرت اُبی کی وفات کے بعد اُن کے بیٹے کے پاس جن کا نام محمد تھا اور مدینہ ہی مین رہتے تھے، عراق سے کچھ لوگ آئے اور کہا کہ ہم لوگ مصحف کی زیارت کو آئے ہین، مہربانی کرکے اُٹھالائیے، اُنھون نے کہا کہ وہ تو حضرت عثمانؓ نے لے لیا تھا،

تفسیر آنحضرت اُبی مفسّرین صحابہ مین ہین، اور اُن سے اِس فن مین ایک بڑا نسخہ روایت کیا گیا ہی جس کے راوی امام ابو جعفر رازی ہین تین واسطون سے حضرت اُبیؓ تک یہ سلسلہ منتہی ہوتا ہے،

فن تفسیر مین حضرت اُبیؓ کے اگرچہ متعدد شاگرد تھے جن کی روایتیں عموماً تفسیر کی کتابون مین مندرج ہین لیکن بڑا حصّہ ابو العالیۃ کے ذریعہ سے ہم تک پہونچا ہے، ابو العالیۃ کے تلمیذ ربیع بن انس تھے، جن پر امام رازی کے سلسلۂ روایات کا اختتام ہوتا ہے،

اُس تفسیر کی روایتیں ابن جریر، اور ابن ابی حاتم نے کثرت سے نقل کی ہین، حاکم نے مستدرک مین اور امام احمد نے اپنے مسند مین بھی بعض روایتون کو درج کیا ہے، حضرت اُبیؓ سے اِس فن مین جو روایتین ہین، دو قسم کی ہین، پہلی قسم مین وہ سوالات داخل ہین جو اُنھون نے رسول اللہ صلعم سے کئے تھے، اور آن حضرت صلعم نے اُن کے جوابات عنایت فرمائے تھے، دوسری قسم مین وہ تفسیرین ہین جو خود حضرت اُبیؓ کی طرف منسوب ہین،

حضرت اُبیؓ کی تفسیر کا پہلا حصّہ جو آنحضرت صلعم سے روایت کیا گیا ہے، ظن و قیاس کے رتبہ سے بلند ہو کر یقین کے درجہ تک پہونچتا ہے، کیونکہ حاملِ وحی سے زیادہ قرآن کا مطلب کوئی نہین سمجھ سکتا

تھا، اسی وجہ سے اس حصہ مین حضرت ابیؓ کی ذاتی رائے گم ہوگئی ہے،

دوسرا حصہ تمام تر رائے کا مجموعہ ہے، اور اس مین مختلف حیثیتین پیش نظر رکھی گئی ہین، بعض آیتون مین تفسیر القرآن بالقرآن کا اصول مدنظر ہے، بعض مین خیالات عصریہ کی جھلک ہے، کسی مین اسرائیلیات کا رنگ ہے، اور کہین کہین ان سب سے الگ ہوکر مجتہدانہ روش اختیار کی ہے اور یہی اُن کا علم تفسیر مین سب سے بڑا کارنامہ ہے،

شان نزول | حضرت اُبیؓ سے شان نزول کی متعدد روایتین ہین، جو تفسیر کی کتابون مین مندرج ہین

حدیث | صحابۂ کرام مین جو بزرگ علم حدیث کے ماہر خیال کئے جاتے تھے، اُن مین ایک حضرت اُبی بن کعبؓ بھی تھے، محدث ذہبی تذکرۃ الحفاظ مین لکھتے ہین،

وکان ابی ممن جمع الکثیر یعنی حضرت اُبیؓ ان بزرگون مین ہین جنھون نے آن حضرت صلعم سے احادیث کا بہت بڑا حصہ سنا تھا، یہی وجہ ہے کہ بہت سے علمائے صحابہ جو اپنے مجالس درس مین مسند روایت پر متمکن ہوتے تھے، حضرت اُبیؓ کے حلقۂ تعلیم مین شاگردی کا زانوئے ادب تہ کرتے تھے،

چنانچہ اُن کے حلقہ مین تابعین سے زیادہ صحابہ کا مجمع ہوتا تھا، حضرت عمرؓ بن خطاب، ابو ایوب انصاری عبادہؓ بن صامت، ابو ہریرہؓ، ابو موسی اشعریؓ، انسؓ بن مالک، عبداللہؓ بن عباس، سہل بن سعدؓ، سلیمان بن صرد (رضوان اللہ علیہم اجمعین)، کہ تمام صحابہ مین انتخاب تھے، حضرت اُبیؓ سے علم حدیث مین استفادہ کرتے تھے،

حضرت اُبیؓ کے اوقات درس اگرچہ معین تھے، تاہم ان وقتون کے علاوہ بھی باب فیض مسدود نہ ہوتا تھا، چنانچہ جب مسجد نبوی مین نماز کو تشریف لاتے اور اُس وقت بھی کسی کو تعلیم کی حاجت ہوتی، تو اُس کی تشفی فرماتے تھے،

قیس بن عباد مدینہ مین صحابہ کے دیدار سے مشرف ہونے آئے تھے، اُن کا بیان ہے کہ مین نے

اُبیؓ بن کعب سے بڑھ کر کسی کو نہ پایا، نماز کا وقت تھا، لوگ جمع تھے اور حضرت عمرؓ بھی تشریف رکھتے تھے، کسی چیز کے تعلیم دینے کی ضرورت تھی، نماز ختم ہوئی تو یہ محدّث جلیل اُٹھا اور رسول اللہؐ کی حدیث لوگوں تک پہونچائی، ذوق و شوق کا یہ عالم تھا کہ تمام لوگ ہمہ تن گوش تھے، قیس پر حضرت اُبیؓ کی اِس شانِ عظمت کا بڑا اثر پڑا[1]

روایت حدیث میں حضرت اُبیؓ حزم و احتیاط سے کام لیتے تھے، وہ باوجود اس کے کہ عالِ نبوّت کے مقرب بارگاہ تھے، زندگی کا بیشتر وقت رسول اللہؐ کے حضور میں صرف کیا تھا لیکن بایں ہمہ روایت حدیث میں یہ شدت تھی کہ روایات کی مجموعی تعداد ۱۶۴ سے متجاوز نہیں ہے،

فقہ صحابہ میں کئی بزرگ تھے جو اجتہاد کا منصب رکھتے تھے، اور استنباط مسائل کرتے تھے، حضرت اُبیؓ کا بھی ان میں شمار تھا حضرت اُبیؓ حاملِ قرآن کی مقدس زندگی میں بساط افتا پر جلوہ فرما ہو چکے تھے حضرت ابوبکرؓ کے زمانہ خلافت میں بھی حضرت اُبیؓ، اہل الآرائے اور اہل فقہ میں شامل رہے، لوگ انھیں سے استفتا کیا کرتے تھے، حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کے دور خلافت میں بھی یہ منصب عظیم ان کو حاصل رہا،

فتوے آفاقِ عالم سے آتے تھے، اور مستفتیوں میں صحابہ کا نام بھی داخل ہوتا تھا، سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بڑے رتبہ کے صحابی تھے، وہ نماز میں تکبیر کہتے اور سورۃ پڑھنے کے بعد ذرا سا وقف کرتے تھے، لوگوں نے ان پر اعتراض کیا، اُنھوں نے حضرت اُبیؓ کے پاس فتویٰ لکھ کر بھیجا، کہ مجھ پر حقیقت مجہول ہو گئی ہے، اس کے متعلق تحریر فرمائے کہ واقعیت کیا ہے؟ حضرت اُبیؓ نے نہایت مختصر جواب تحریر کیا اور لکھا کہ آپ کا طریق عمل شرع شریف کے مطابق ہے، اور معترضین غلطی پر ہیں[2]

استنباط مسائل کا یہ طریقہ تھا کہ پیشتر قرآن مجید میں غور و خوض کرتے تھے، پھر احادیث کی تلاش

[1] مسند احمد ص ۱۴۰ ج ۵، [2] کنز العمال ص ۲۵۱ ج ۴،

ہوتی تھی، اور جب ان دونوں میں کوئی صورت نہ ملتی تو قیاس کرتے تھے،

حضرت عمرؓ کے پاس ایک عورت آئی اور کہا کہ میرا شوہر مر گیا میں حاملہ تھی، اب وضع حمل ہوا ہے لیکن عدت کے ایام ابھی پورے نہیں ہوئے، اس صورت میں آپ کیا فرماتے ہیں؟ حضرت عمرؓ نے کہا کہ میعاد معین تک رکی رہو، وہ حضرت عمرؓ کے پاس سے حضرت ابیؓ کے پاس آئی اور حضرت عمرؓ سے فتوے پوچھنے کا حال اور ان کا جواب سب ان کے گوش گذار کیا، حضرت ابیؓ نے کہا کہ جاؤ اور عمرؓ سے کہنا کہ ابیؓ کہتے ہیں کہ عورت حلال ہو گئی، اور اگر مجھے پوچھیں تو یہیں بیٹھا ہوں، آکر بلا لیجانا، عورت حضرت عمرؓ کے پاس آئی انھوں نے کہا بلا لاؤ، حضرت ابیؓ آئے، حضرت عمرؓ نے پوچھا آپ نے یہ کہاں سے کہا؟ انھوں نے جواب دیا قرآن سے، اور یہ آیت پڑھی واولات الاحمال اجلهن ان یضعن حملهن اس کے بعد کہا کہ جو حاملہ بیوہ ہو گئی ہو وہ بھی اس میں داخل ہے، اور میں نے رسول اللہ صلعم سے اس کے متعلق حدیث سنی ہے، حضرت عمرؓ نے عورت سے کہا کہ جو یہ کہہ رہے ہیں اس کو سنو، [1]

حضرت عباسؓ عم رسول اللہ صلعم کا گھر مسجد نبوی سے متصل تھا، حضرت عمرؓ نے مسجد کو وسیع کرنا چاہا تو ان سے کہا کہ اپنا مکان فروخت کیجئے، میں مسجد میں شامل کر دونگا، حضرت عباسؓ نے کہا یہ تو نہ ہوگا، حضرت عمرؓ نے کہا اچھا تو ہبہ کر دیجئے، انھوں نے اس سے بھی انکار کیا، حضرت عمرؓ نے کہا تو آپ خود مسجد کو وسیع کر دیں، اور اپنا مکان اس میں داخل کر دیں، وہ اس پر بھی راضی نہ ہوئے، حضرت عمرؓ نے کہا ان تین باتوں میں سے کوئی بات آپ کو ماننا ہوگی، حضرت عباسؓ نے کہا میں ایک بات بھی نہ مانونگا. آخر دونوں شخصوں نے حضرت ابی بن کعبؓ کو حکم مانا، حضرت ابیؓ نے حضرت عمرؓ سے کہا کہ بلا رضامندی آپکو ان کی چیز لینے کا کیا حق ہے؟ حضرت عمرؓ نے ان سے خطاب کیا کہ قرآن سے کوئی حکم نکالا ہے یا حدیث سے؟ ابیؓ نے کہا حدیث سے، اور وہ یہ ہے کہ حضرت سلیمانؑ نے جب بیت المقدس کی عمارت بنوائی

---

[1] کنز العمال ص ۱۶۶ ج ۵،

تو اُس کی ایک دیوار کسی دوسرے کی زمین پر بنوائی تھی، وہ گر پڑی، حضرت سلیمانؑ کے پاس وحی آئی کہ اُس سے اجازت لیکر بنائے، حضرت عمرؓ خاموش ہو گئے، لیکن حضرت عباسؓ کی غیرت اس کو کب گوارا کر سکتی تھی اُنھوں نے حضرت عمرؓ سے کہا کہ مین اِس کو مسجد مین شامل کرتا ہون[۱]،

سوید بن غفلہ، زید بن صوحان اور سلیمان بن ربیعہ کے ہمراہ غزوہ مین گئے تھے، مقام عذیب مین ایک کوڑا پڑا ہوا پایا، سوید نے اُٹھا لیا، اُن لوگون نے کہا اسے پھینکدو، شاید کسی مسلمان کا ہو، اُنھون نے کہا واہ، مین ہرگز نہ پھینکونگا، پڑا رہے گا تو بھیڑیے کی غذا بنے گا، اُس سے تو بہتر ہے کہ مین اُس سے منتفع ہون، کچھ دنون کے بعد سوید حج کے ارادہ سے روانہ ہوئے، رستہ مین مدینہ طیبہ پڑتا تھا، حضرت اُبیؓ کے پاس آئے، اور کوڑے والا واقعہ بیان کیا، حضرت اُبیؓ نے کہا کہ اس قسم کا واقعہ مجھکو بھی پیش آچکا ہے، مین نے آن حضرت صلعم کے عہد مین ۱۰۰ دینار (۵۰۰ روپئے) پائے تھے، آن حضرت نے یہ حکم دیا تھا، کہ سال بھر تک لوگون کو خبر کرتے رہو، سال گذر گیا تو فرمایا کہ روپئے کی تعداد، تھیلی کا نشان وغیرہ یاد رکھنا اور ایک سال تک اور انتظار دیکھنا، اگر کوئی اِس نشان کے موافق طلب کرے تو اس کے حوالہ کرنا، ورنہ وہ تمھارا ہو چکا[۲]،

حضرت عمرؓ نے ایک مرتبہ ارادہ کیا کہ حج تمتع سے لوگون کو روک دین، حضرت اُبیؓ نے کہا آپ کو اُس کا کوئی اختیار نہیں، پھر ارادہ کیا کہ حیرہ کے حلے پہننے سے منع کرین (کیونکہ اُس کے رنگ مین پیشاب کی آمیزش ہوتی تھی)، حضرت اُبیؓ نے کہا اس کے بھی آپ مجاز نہین، خود رسول اللہ نے اس کو پہنا ہے اور ہم لوگون نے بھی پہنا ہے[۳]، (یہ فتویٰ عموم بلویٰ کی بنا پر تھا)،

طرز استنباط معلوم کرنے کے بعد فقہ اُبیؓ کے چند مسائل بھی سننا چاہئین،

کتاب الصلوۃ | حضرت اُبیؓ قرأت خلف الامام کے قائل تھے، مگر اُس کی یہ صورت تھی کہ ظہر، اور عصر کی

---

[۱] کنز العمال ص ۲۶۰، ج ۴، [۲] مسند احمد ص ۱۲۶، ۱۲۷، ج ۵ [۳] ایضاً ص ۱۴۳، ج ۵

فرض نماز میں امام کے پیچھے قرأت کرتے تھے، عبداللہ بن ابی ہذیل نے پوچھا کہ آپ قرأت کرتے ہیں فرمایا ہاں[۱]

حضرت ابی رضی اللہ عنہ کا یہ استدلال قرآن مجید کے ظاہری الفاظ کی بنا پر تھا، قرآن میں ہے، واذا قرئ القرآن فاستمعوا لہ وانصتوا لعلکم ترحمون یعنی جب قرآن پڑھا جائے تو اس کو کان لگا کر سنو، اور یہ ظاہر ہے کہ قرأت سرّی میں جو ظہر و عصر میں ہوتی ہے، قرآن کو کس طرح سنا جا سکتا ہے، اس لئے یہ بالکل قرین قیاس ہے کہ قرأت سرّی میں مقتدی قرأت کرے اور جہری میں خاموش کھڑا رہے،

ادب مسجد

ایک شخص مسجد میں کسی گم شدہ چیز پر شور کر رہا تھا، حضرت ابی رضی اللہ عنہ نے دیکھا تو غصہ ہوئے اس نے کہا کہ میں فحش نہیں بکتا، انھوں نے کہا یہ ٹھیک ہے مگر مسجد کے ادب کے یہ بات منافی ہے[۲]

ادب خطبہ

آنحضرت جمعہ کے دن خطبہ دے رہے تھے، اور سورۂ برأت کی تلاوت فرمائی تھی، یہ سورہ ابو درداء اور ابو ذر کو معلوم نہ تھی، اثنائے خطبہ میں حضرت ابی رضی اللہ عنہ سے اشارہ سے پوچھا کہ یہ سورہ کب نازل ہوئی، ہم نے تو اب تک نہیں سنی تھی، حضرت ابی رضی اللہ عنہ نے اشارہ سے کہا کہ خاموش رہو، نماز کے بعد جب اپنے اپنے گھر جانے کو اٹھے، دونوں بزرگوں نے حضرت ابی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ تم نے ہمارے سوال کا جواب کیوں نہیں دیا، انھوں نے کہا کہ آج تمھاری نماز بیکار گئی، اور وہ بھی محض ایک لغو حرکت کی وجہ سے یہ لوگ آن حضرت صلعم کے پاس پہونچے اور بیان کیا کہ ابی ایسا کہتے ہیں، آپ نے فرمایا سچ کہتے ہیں[۳]

کتاب الحدود

حضرت ابی رضی اللہ عنہ زنا کی سزا کے متعلق کہا کرتے تھے، کہ تین قسم کے لوگوں کے لئے تین قسم کے حکم ہیں، کچھ لوگ سزائے تازیانہ اور سنگساری دونوں کے مستحق ہیں، کچھ فقط سنگساری کے اور کچھ صرف تازیانہ کے[۴] (اس کا یہ مطلب ہے کہ بیوی والے بوڑھے کو زنا کرنے کی صورت میں تازیانہ اور رجم دونوں، بیوی والے جوان کو محض رجم، اور بے بیوی والے جوان کو فقط کوڑے لگائے جائیں؛

---

[۱] کنز العمال ص ۲۵۴ ج ۴ [۲] ایضاً ص ۲۶۰ ج ۴، [۳] ایضاً ص ۲۷۰، [۴] مسند احمد ج ۵ ص ۱۴۳ [۵] کنز العمال ج ۳

شیب کے متعلق حضرت اُبی کا خیال تھا کہ قرآن مجید کے رو سے اُس کو کوڑے مارے جائیں، اور سنت کے لحاظ سے سنگسار کیا جائے حضرت علیؓ بھی اسی خیال کے مؤید تھے،

باب لاشربہ | نبیذ (چھوہارون کا شربت) کی حلت پر عموماً علمائے اسلام متفق ہین، لیکن اُبیؓ سے اسکے متعلق ایک خاص اثر مروی ہے ایک شخص نے نبیذ نوشی کے متعلق استفسار کیا حضرت اُبیؓ نے کہا نبیذ مین رکھا کیا ہے؟ پانی پیو، ستو پیو، دودھ پیو، سائل نے کہا شاید آپ نبیذ نوشی کے موافق نہین اُنھون نے کہا کہ شراب نوشی کی کیسے موافقت کر سکتا ہون[۱]؟

ان مسائل کو غور سے پڑھو تو معلوم ہوگا کہ فقہاء صحابہ مین، اجتہاد مسائل، اور استنباط احکام حیثیت سے حضرت اُبیؓ کا رتبہ بھی نہایت بلند تھا،

لکھنا جانتے تھے | حضرت اُبیؓ لکھنا بھی جانتے تھے، اور یہ اُس زمانہ مین نعمت غیر مترقبہ تھی، چنانچہ وحی کی اکثر آیتین وہی لکھتے تھے، مدینہ منورہ مین جب آن حضرتؐ تشریف لائے تو وحی لکھنے کا سب سے پہلے انھین کو شرف حاصل ہوا

حضرت اُبیؓ نے کتابت مین ایک ایجاد بھی کی تھی، اُس زمانہ تک کتاب یا فرمان کے اخیر مین کاتب کا نام لکھنے کا دستور نہ تھا، حضرت اُبیؓ نے سب سے پہلے اپنا نام لکھا بعد مین اور بزرگون نے بھی اُس کی تقلید کی،

حب رسول | بدعات سے اجتناب، جرأت اظہار حق، یہ اوصاف حضرت اُبیؓ مین خاص طور پر موجود تھے، عبادت الٰہی کا ذوق و شوق ایک مرتبہ اُس درجہ ترقی کر گیا تھا کہ حضرت اُبیؓ تمام علائق ظاہری سے قطع تعلق کر کے جوار روحانیت مین معتکف ہو گئے تھے،

رات کی ہولناک تاریکی مین جبکہ تمام کائنات بستر راحت پر سرمست نشۂ خواب ہوتی تھی

---

[۱] کنز العمال ص ۹۱ ج ۳ [۲] ایضاً ص ۱۱،

وہ اپنے گھر کے ایک گوشہ میں معبودِ برحق کی عظمت وجلال کے تصور سے سرتاپا عجز ونیاز ہوتے تھے زبان پر کلام الٰہی رواں ہوتا تھا، اور آنکھوں کی اشک باری، اُن کے کشتِ عبادت کو سیراب کرتی تھی

محبت رسول

قرآن مجید تین راتوں میں ختم کرتے تھے، رات کے ایک حصہ میں درود وسلام کا ورد کرتے تھے، محبتِ رسول کا یہ عالم تھا کہ استن حنانہ کو اپنے گھر میں محفوظ رکھا تھا، اور جب تک دیمک نے چاٹ کر اس کو راکھ نہ کردیا، حضرت اُبی ؓ نے اس کو مکان سے علیحدہ نہ کیا[۱]۔

بدعات سے اس قدر اجتناب تھا کہ جو باتیں رسول اللہ ؐ کے مقدس عہد میں نہ ہوتی تھیں، اُن کا ارتکاب نہایت قبیح سمجھتے تھے، حضرت عمر ؓ اپنے خلافت کے زمانہ میں مسجد نبوی میں آئے، تراویح کا وقت تھا اور لوگ الگ الگ نماز پڑھ رہے تھے، حضرت عمر ؓ نے چاہا کہ اس کو باجماعت کردیں، حضرت اُبی ؓ سے کہا کہ آپ کو امام بناتا ہوں، آپ تراویح پڑھایا کیجئے، حضرت اُبی ؓ نے کہا کہ جو بات پہلے نہیں ہوئی، میں اُس کو کیسے کرسکتا ہوں؟ حضرت عمر ؓ نے کہا میں یہ جانتا ہوں، لیکن یہ کوئی بری بات نہیں ہے[۲]۔

عبادت میں اُن کو جو حظ حاصل ہوتا تھا وہ تم اوپر پڑھ چکے ہو، اس کا یہ کرشمہ تھا کہ اُن کا قلب مرکا صغائر کی خفیف سی گرد کا بھی متحمل نہ تھا، رسول اللہ ؐ کی زندگی میں ایک شخص نے سوال کیا کہ یارسول اللہ، ہم لوگ بیمار ہوتے ہیں یا اور تکلیفیں اُٹھاتے ہیں اس میں کچھ ثواب ہے؟ آپ نے فرمایا گناہوں کا کفارہ ہوتا ہے، حضرت اُبی ؓ موجود تھے، پوچھا کہ چھوٹی تکلیفیں بھی گناہ کا کفارہ ہوجاتی ہیں حضور نے فرمایا ایک کانٹا تک کفارہ ہے! حضرت اُبی ؓ کا جوشِ ایمان اب اندازہ سے باہر تھا، عذاب وثواب کا تصور آتش زیر پا بنا چکا تھا، خدا کی قہاریت وجباریت کی تصویر آنکھوں میں پھر رہی تھی

۱؎ مسند احمد ص ۱۳۷ ج ۵، ۲؎ کنز العمال ص ۲۸۴ ج ۴،

اسی بے اختیاری کے عالم مین زبان سے نکلا "کاش! اب مجھے ہمیشہ تپ چڑھی رہتی، لیکن حج، عمرہ، جہاد اور نماز باجماعت ادا کرنے کے قابل رہتا!" دُعا قلب صمیم سے نکلی تھی، حریم اجابت تک پہونچی، حرارت کی ایک خفیف مقدار رگ وپے مین سرایت کرگئی چنانچہ جب جسد اطہر پر ہاتھ رکھا جاتا تھا حرارت معلوم ہوتی تھی،

حضرت ابوطلحہ انصاریؓ

نام ونسب اور ابتدائی حالات

زید نام، ابوطلحہ کنیت، خاندان نجار کی شاخ عمرو بن مالک سے ہین، جس کے افراد شہر یثرب مین معزز حیثیت رکھتے تھے، نسب نامہ یہ ہے، زید بن سہل بن اسود بن حرام ابن عمرو بن زید مناۃ بن عدی بن عمرو بن مالک بن النجار، والدہ کا نام عبادہ ہے، اور وہ مالک ابن عدی بن زید مناۃ کی بیٹی تھین جو حضرت ابوطلحہ کے جدی رشتہ مین تھے، قبیلہ عمرو بن مالک مسجد نبوی سے غربی جانب، باب الرحمۃ کی طرف سکونت پذیر تھا، اور حضرت ابوطلحہؓ اپنے زمانہ مین اس قبیلہ کے رئیس تھے،

قبل از اسلام ابوطلحہ عام اہل عرب کی طرح بت پرست تھے، اور بڑے اہتمام سے شراب پیتے تھے، اور اس کے لئے اون کے ندیمون کی ایک مجلس تھی،[1]

اسلام

ابھی زمانۂ شباب کا آغاز تھا یعنی بمشکل ۲۰ سال کی عمر ہوگی کہ آفتاب نبوت طلوع ہوا حضرت ابوطلحہؓ نے ام سلیمؓ (حضرت انسؓ کی والدہ ماجدہ) کو نکاح کا پیغام دیا، اور انھون نے اسلام کی شرط کے ساتھ نکاح کو وابستہ کردیا، جس کا آخری اثر یہ مرتب ہوا کہ ابوطلحہ دین حنیف قبول کرنے پر آمادہ ہوگئے،

---

[1] بخاری ص ۶۶۴ ج ۲،

یہ وہ وقت تھا، جب حضرت مصعبؓ بن عمیر اسلام کے پرجوش داعی شہر یثرب میں دین اسلام کی تبلیغ کر رہے تھے، مدینہ کا جو مختصر قافلہ بیعت کے لئے مکہ روانہ ہوا تھا اس میں حضرت ابو طلحہؓ بھی شامل تھے،

اس بیعت میں حضرت ابو طلحہؓ کو جو مزید شرف حاصل ہوا، وہ یہ تھا کہ آن حضرتؐ نے ان کو انصار کا نقیب تجویز فرمایا،

مواخاۃ | بیعت کے چند مہینوں کے بعد خود حامل وحی نے مدینہ کا ارادہ فرمایا اور یہاں مہاجرین و انصار میں اسلامی برادری قائم کی، مہاجرین میں سے حضرت ابو طلحہؓ انصاری کا جس کو بھائی بنایا گیا وہ حضرت ابو عبیدہؓ بن جراح قریشی تھے، جن کو پختگی ایمان کی بدولت دربار رسالت سے امین الامۃ کا خطاب مرحمت ہوا تھا، اور جناب رسول اللہ صلعم نے اُن کو جنت کی بشارت دی تھی،

غزوات | غزوۂ بدر اسلام کی تاریخ میں پہلا غزوہ ہے حضرت ابو طلحہؓ نے اس میں کافی حصہ لیا تھا، بدر کے بعد غزوۂ احد واقع ہوا، وہ حضرت ابو طلحہؓ کی جانبازی کی خاص یادگار ہے، معرکہ اس شدت کا تھا کہ بڑے بڑے بہادروں کے قدم اکھڑ گئے تھے، لیکن حضرت ابو طلحہؓ کا یہ حال تھا کہ آن حضرت صلعم کے آگے ڈھال سے آڑ کیے سینہ تانے کھڑے تھے، کہ رسول اللہ کی طرف جو تیر آئے اُس کا آماج گاہ خود بنیں اور نہایت جوش میں یہ شعر پڑھ رہے تھے،

نفسی لنفسک الفداء!	ووجھی لوجہک الوقاء
میری جان آپ کی جان پر قربان	اور میرا چہرہ آپ کے چہرہ کی سپر ہو

شعر پڑھتے اور ترکش میں سے ایک تیر نکال کر ایسا جوڑ کر مارتے کہ مشرکوں کے جسم میں پیوست ہو جاتا آن حضرت صلعم یہ تماشا دیکھنے کے لئے سر اٹھاتے، ابو طلحہؓ حفاظت کے لئے سامنے آجاتے اور کہتے نحری دون نحرک، میرا گلا آپ کے گلے کے پہلے!! آن حضرت صلعم اس جان نثاری اور سرفروشی سے خوش ہو کر

لہ مسند احمد ج ۳ ص ۱۱۲ و ۲۶۵ و ۲۸۶ مسند حضرت انس بن مالک، بخاری ۹، ۲، فتح الباری ج ۷،

فرماتے فوج مین ابوطلحہؓ کی آواز سو آدمی سے بہتر ہے،

حضرت ابوطلحہؓ نے اُحد مین نہایت پامردی سے مشرکین کا مقابلہ کیا، وہ بڑے تیرانداز تھے اس دن ۲، ۳ کمانین توڑی تھین، اُس وقت ان کے سامنے دو قسم کے خطرات تھے، ایک تو مسلمانون کی شکست کا خیال، اور دوسرے رسول اللہ کی حفاظت کا مسئلہ، کیونکہ رسول اللہ صلعم کے گردوپیش اس وقت صرف چند آدمی رہ گئے تھے، حضرت ابوطلحہؓ نے رسول اللہ صلعم کی حفاظت مین انتہائی کوشش صرف کی یہان تک کہ جس ہاتھ سے وہ رسول اللہ کا بچاؤ کرتے تھے، شل ہوگیا، مگر اُنھون نے اُف نہ کی،

غزوہ خیبر مین ابوطلحہؓ کا اونٹ آنحضرت صلعم کے اونٹ کے بالکل برابر تھا، وہان جو معرکہ پیش آیا ابوطلحہؓ اس مین شریک ہوئے، اس غزوہ مین ابوطلحہؓ اس حیثیت سے بھی نمایان ہین کہ جب آنحضرت صلعم نے گدھے کے گوشت کھانے کی ممانعت کرنا چاہی تو منادی کرنے کے لئے اُنھین کو مخصوص فرمایا،[۱]

غزوہ حنین مین حضرت ابوطلحہؓ نے شجاعت کے خوب جوہر دکھائے، ۲۰-۲۱ کافرون کو قتل کیا، آنحضرت صلعم نے فرمایا تھا کہ جو شخص جس آدمی کو مارے اُس کے سارے اسباب کا مالک سمجھا جائیگا، چنانچہ ابوطلحہؓ نے ۲۰، ۲۱ آدمیون کا اسباب حصہ مین حاصل کیا، آنحضرتؐ کے غزوات مین یہ اخیر غزوہ تھا اور ۸ھ مین واقع ہوا تھا،

عام حالات رسول اللہ صلعم کا وصال ہوا تو حضرت ابوطلحہؓ اس وقت مسجد نبوی مین نہ تھے بلکہ اپنے مکان مین تھے، ادھر صحابہ مین گفتگو ہوئی کہ آنحضرت صلعم کی قبر کون تیار کرے؟ مدینہ مین بغلی اور مکہ مین صندوقی قبرون کا رواج تھا، لیکن آنحضرت صلعم بغلی قبر پسند فرماتے تھے، مسلمانون مین دو شخص

[۱] مسند انس ج ۳ از مسند امام احمد بن حنبل ص ۱۲۱،

تھے جو قبرین کھودتے تھے، مہاجرین مین ابو عبیدہ اور انصار مین حضرت ابو طلحہؓ حضرت ابو عبیدہؓ صندوقی اور ابو طلحہؓ بغلی بناتے تھے، غرض دونون کے پاس آدمی بھیجا گیا اور یہ رائے قرار پائی کہ جو پہلے پہونچے اس شرف کو حاصل کرے، اور چونکہ آنحضرت صلعم کی مرضی بغلی کی تھی بہت سے مسلمان دست بدعا تھے، کہ مہاجری کے آنے مین دیر ہو اور ابو طلحہؓ جلد آجائین، یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ حضرت ابو طلحہؓ پہونچ گئے اور اپنے ہاتھ سے قبر کھودی، جو بغلی تھی

رسول اللہ صلعم کے وصال کے بعد بہت سے صحابہ نے مدینہ کی سکونت ترک کردی تھی اور شام چلے گئے تھے، حضرت ابو طلحہؓ بھی انھین غمزدون مین داخل تھے، اس لئے شام کی سکونت انھون نے بھی پسند کی، لیکن جب زیادہ پریشانی بڑھتی آستانۂ نبوت کا رخ کرتے، اور مہینون کا سفر طے کرکے رسول اللہ کے مزار پر حاضر ہوتے اور تسلی کا سرمایہ حاصل کرتے،

حضرت ابوبکرؓ کا عہد خلافت، حضرت ابو طلحہؓ نے شام مین گذارا، حضرت فاروقؓ کے زمانۂ خلافت کا بیشتر حصہ بھی وہین بسر ہوا، البتہ حضرت فاروقؓ کی وفات کے قریب وہ مدینہ مین تشریف فرما تھے، حضرت فاروقؓ اعظم کو ان کی ذات پر جو اعتماد اور ان کی منزلت کا جو خیال تھا وہ اس سے ظاہر ہے، کہ جب انھون نے ۶ آدمیون کو خلافت کے لئے نامزد فرمایا تو حضرت ابو طلحہؓ کو بلا کر کہا کہ آپ لوگون کے سبب سے خدا نے اسلام کو عزت دی، آپ انصار کے ۵۰ آدمی لیکر ان لوگون پر متعین رہئے، اگر چار آدمی ایک طرف ہون، اور دو مخالفت کرین تو دو کی گردن مار دیجئے اور اگر پلہ برابر ہو تو اس فریق کو قتل کیجئے جس مین عبد الرحمن بن عوف نہ ہون، اور اگر تین دن گذر جائین اور کوئی فیصلہ نہ ہو تو سب کے سر اڑا دیجئے،،

غرض مسور بن مخرمہ کے گھر مین ان ۶ آدمیون کی مجلس شوری قائم ہوئی اور حضرت ابو طلحہؓ دروازہ پر حفاظت کے لئے کھڑے ہوئے، بنو ہاشم شروع سے اس شورہ کے خلاف تھے، وہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ

کے سوا کسی دوسرے سے راضی نہ ہو سکتے تھے، چنانچہ حضرت عباسؓ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے آہستہ سے کہا کہ تم اپنا معاملہ اِن لوگون کے ہاتھ مین نہ دو، اپنا خود فیصلہ کرلو، حضرت علیؓ نے کچھ جواب دیا، ابوطلحہؓ پاس کھڑے تھے، اور یہ باتین سن رہے تھے، حضرت علیؓ کی اُن پر نظر پڑی تو کچھ خیال پیدا ہوا، حضرت ابوطلحہؓ نے کہا لم ترع ابا الحسن! اے ابوالحسن خوف نہ کیجئے؛

اسی طرح ایک دن جلسہ کے وقت عمرو بن عاصؓ اور مغیرہ بن شعبہ بھی آپہونچے اور دروازہ پر بیٹھ گئے، حضرت ابوطلحہؓ نے کچھ نہ کہا، لیکن سعد بن ابی وقاص جھلے آدمی تھے، اُن سے نہ رہا گیا، کنکری مار کر بولے یہ لوگ اس لئے آئے ہین کہ مدینہ مین مشہور کرین گے، کہ ہم بھی اصحاب شوریٰ مین تھے، کنکری مارنے پر عمرو اور مغیرہ بھی برہم ہوئے اور بات بڑھنے لگی، حضرت ابوطلحہؓ نے کہا مجھے خوف ہے کہ آپ لوگ ان جھگڑون مین الجھ کر اصل مسئلہ کو چھوڑ بیٹھین! اُس ذات کی قسم جس نے عمرؓ کو وفات دی! مین تین روز سے زیادہ کبھی مہلت نہ دونگا! پھر گھر مین بیٹھ کر تماشا دیکھون گا کہ آپ لوگ کیا کرتے ہین؟

اس کے بعد حضرت ابوطلحہؓ نے نہایت خاموش زندگی گذاری، اور عبادت الٰہی مین زندگی کے بقیہ ایام پورے کئے،

خانگی حالات حضرت ابوطلحہؓ کے خانگی حالات مین دو چیزین بہت نمایان ہین، نکاح، اور اولاد، اِن کا نکاح حضرت اُم سلیم سے ہوا، اِس کا واقعہ یہ ہے کہ مالک بن نضر (حضرت انس کے والد) ہجرت نبوی سے قبل اپنی بیوی (اُم سلیم) سے ان کے اسلام قبول کرنے پر ناراض ہو کر شام چلے گئے تھے، وہان اُنھون نے انتقال کیا، حضرت ابوطلحہؓ نے اُم سلیم کو پیام دیا، اُنھون نے کہا کہ تمھارا پیام رد نہین کرتی، لیکن بات یہ ہے کہ تم کافر ہو اور مین مسلمان، میرا نکاح تمھارے ساتھ جائز نہین، اگر تم اسلام قبول کرو تو مین نکاح کرلون گی، اور وہی میرا مہر ہوگا! حضرت ابوطلحہؓ مسلمان ہوگئے اور اسلام مہر قرار پایا، ثابتؓ کہتے ہین کہ مین نے کسی عورت کا مہر ام سلیمؓ سے افضل نہین سُنا،

حضرت اُم سلیم سے حضرت ابوطلحہؓ کی کئی اولادین ہوئیں، لیکن سوائے عبداللہ کے کوئی زندہ نر ہا،
حضرت ابوطلحہؓ کے ایک بیٹے کا نام ابو عمیر تھا، اُس کو لال پالنے کا بڑا شوق تھا، اتفاق یہ کہ لال مرگیا،
اُس کو نہایت غم ہوا، رسول اللہ صلعم ابوطلحہؓ کے گھر تشریف لائے تو اُس کو غمگین پاکر لوگون سے پوچھا کہ
آج یہ سُست کیون ہے؟ لوگون نے واقعہ بیان کیا تو آن حضرت صلعم نے اُس کے ہنسانے کے لئے فرمایا

یا اباعمیر ما فعل النغیر؟ یعنی اے ابو عمیر لال کہان گیا؟

ایک اور لڑکا تھا جو کچھ دنون بیمار رہ کر مرگیا، اُس کی وفات کا واقعہ بھی نہایت پراثر ہے، ایک
دن حضرت ابوطلحہؓ مسجد نبوی آئے اور ادھر وہ فوت ہوگیا، ام سلیمؓ نے اُس کو دفن کرادیا اور گھر والون سے
تاکید کی کہ ابوطلحہ سے اس واقعہ کا ذکر نہ کرنا، ابوطلحہؓ مسجد سے آئے تو کچھ صحابہ ساتھ تھے، پوچھا لڑکا کیسا ہے؟ اُم سلیم نے کہا
پہلے سے اچھا ہے! ابوطلحہؓ صحابہ سے باتین کرتے رہے کہ کھانا آیا سب نے کھایا، جب صحابہ چلے گئے
تو ابوطلحہؓ اندر آئے، اور رات کو میان بیوی نے ایک بستر پر آرام کیا، اخیر رات مین اُم سلیمؓ نے لڑکے کی وفات کا
ذکر کیا اور کہا کہ خدا کی امانت تھی اُس نے لے لی اُس مین کسی کا کیا اجارہ ہے، ابوطلحہؓ نے اناللہ پڑھا
اور صبر کیا، (یہ واقعہ بخاری اور مسلم مین موثر اور مختلف طور پر مذکور ہے)

اُس لڑکے کے بعد عبداللہ پیدا ہوئے اور آن حضرتؐ نے ان کو گھٹی دی، یہ اپنے زمانہ مین
تمام لوگون پر فضیلت رکھتے تھے، انھین سے حضرت ابوطلحہؓ کی نسل چلی، اِن کے دو بیٹے تھے،
اسحاق اور عبداللہ اور اسحاق کے صاحبزادے یحیی تھے، اور یہ سب اپنے عہد مین مرجع انام اور علم
حدیث کے امام تھے،

حلیہ | حضرت ابوطلحہؓ کا حلیہ یہ تھا، رنگ گندم گون، قد متوسط، سر اور ڈاڑھی سفید، (خضاب
نہین کرتے تھے) چہرہ نورانی،

وفات | عمر شریف ۷۰ سال کی ہوئی تو پیغام اجل آیا، حضرت ابوطلحہؓ کی وفات کا قصہ بھی عجیب ہے،

ایک دن سورۂ برأت تلاوت فرما رہے تھے، جب اس آیت انفروا خفافا وثقالا پر پہونچے، تو ولولۂ جہاد تازہ ہوا، گھر والون سے کہا کہ خدا نے بوڑھے اور جوان سب پر جہاد فرض کیا ہے، مین جہاد مین جانا چاہتا ہون، سفر کا سامان کردو (دو مرتبہ کہا) بڑھاپے کے علاوہ روزے رکھتے رکھتے نہایت نحیف اور لاغر ہوگئے تھے، گھر والون نے کہا، خدا تم پر رحم کرے! عہد نبوی کے کل غزوات مین شریک ہو چکے، ابوبکرؓ و عمرؓ کے زمانہ خلافت مین برابر جہاد کیا، اب بھی جہاد کی ہوس باقی ہے؟ آپ گھر مین بیٹھیے ہم لوگ آپ کی طرف سے غزوہ مین جائین گے، حضرت ابو طلحہؓ بھلا کب رک سکتے تھے، شہادت کا شوق ان کو اپنی طرف کھینچ رہا تھا، بولے کہ جو مین کہتا ہون اس کی تعمیل کرو، گھر والون نے چار و ناچار سامان سفر درست کیا اور یہ ستر برس کا بوڑھا مجاہد خدا کا نام لیکر چل کھڑا ہوا، غزوہ بحری تھا، اور اسلامی بیڑہ روانہ ہونے والا تھا، حضرت ابو طلحہؓ جہاز پر سوار ہوئے، اور غزوہ کے منتظر تھے کہ ساعت مقررہ آپہونچی اور ان کی روح عالم قدس کو پرواز کر گئی

مادر یثرب کا ماد ر یثرب کا پیارا سپوت، غربت کی حالت مین جہاز کے تختہ پر بے گور و کفن پڑا تھا، زمین قریب نہ تھی کہ اس کی تجہیز و تکفین عمل مین آتی، ہوا کے جھونکے جہاز کو کسی غیر معلوم سمت کو لئے جاتے تھے آخر ساتوین روز جہاز خشکی پر پہونچا، لوگون نے لاش کو ایک جزیرہ مین اتر کر دفن کیا، لاش بعینہٖ صحیح و سالم تھی،

سنہ وفات مین اختلاف ہے، بعض کے نزدیک سنہ ۳۱ھ اور بعض کے قول کے مطابق سنہ ۳۲ھ سال وفات ہے، لیکن اس مین زیادہ صحیح روایت حضرت انسؓ کی ہے اس کے رو سے سنہ ۵۱ھ مین حضرت ابو طلحہؓ نے انتقال فرمایا،

فضل و کمال | فضل و کمال مین حضرت ابو طلحہؓ کو خاص رتبہ حاصل ہے، علامہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے کہ بڑے پایہ کے محدث تھے، اصابہ مین حضرت ابو طلحہؓ کے فضل و کمال کی طرف اس

طرح اشارہ کیا ہے کہ وہ فضلائے صحابہ مین تھے،

روایت مین نہایت احتیاط کرتے تھے اور یہی وجہ ہے کہ ان کی احادیث مرویہ مین مسائل یا غزوات کا ذکر ہے، فضائلِ اعمال کا بیان نہین با این ہمہ کہ مدت دراز تک رسول اللہ کے شرفِ صحبت سے ممتاز رہے، اور رسول اللہ کے بعد بھی ایک عرصہ تک زندہ رہے لیکن روایتون کی مجموعی تعداد (۹۲) سے زیادہ نہ ہو سکی، اس کا اصلی باعث بیانِ حدیث مین احتیاط کو مدنظر رکھنا تھا،

حسب ذیل روایت ان کے علمی پایہ کو نمایان کرتی ہین،

حدیث شریف مین وارد ہے، "لا تدخل الملئکۃ بیتا فیہ صورۃ" یعنی جس گھر مین تصویر ہو، وہان فرشتے نہین آتے،

حضرت ابو طلحہؓ بیمار ہوئے، عقیدت مندون کا گروہ عیادت کو آیا تو دیکھا کہ دروازہ پر ایک پردہ پڑا ہے جس مین تصویر بنی ہوئی ہے، آپس مین گفتگو شروع ہوئی، زید بن خالد بولے کہ کل تو تصویر کی ممانعت پر حدیث بیان کی تھی، عبید اللہ خولانی نے کہا ہان، لیکن یہ بھی تو کہا تھا کہ کپڑے پر جو تصویر ہو وہ اس مین داخل نہین،[1]

ایک دن حضرت ابو طلحہ کھانا نوش فرما رہے تھے، دسترخوان پر حضرت ابی بن کعب اور حضرت انسؓ بن مالک بھی تھے، کھانا کھا کر حضرت انسؓ نے وضو کے لئے پانی منگایا، دونون بزرگون نے کہا کہ شاید گوشت کھانے کی وجہ سے وضو کا خیال پیدا ہوا ہے؟ حضرت انسؓ نے کہا جی ہان، اس پر فرمایا کہ تم طیبات کھا کر وضو کی ضرورت سمجھتے ہو! حالانکہ خود رسول اللہ وضو کی حاجت نہین سمجھتے تھے[2]

حضرت ابو طلحہؓ نے روزہ رکھا تھا، اسی دن برف پڑی وہ اٹھے اور اولے چن کر کھانے لگے، لوگون نے کہا روزہ مین آپ اولے کھا رہے ہین؟ انھون نے جواب دیا کہ یہ برکت ہے، جس کا

---

[1] حدیث ابو طلحہ ص ۲۸، مسند احمد ج ۴، [2] مسند ۳۰

حاصل کرنا ضروری ہے[1]

اِن کمالات کے سوا حضرتِ ابوطلحہؓ کو شعر و سخن کا بھی ذوق تھا، میدانِ جنگ مین تم نے اِن کو رجز پڑھتے سُنا ہوگا یہ شعر انھین کا ہے،

انا ابو طلحة واسمي زيد — وكل يوم في سلاحي صيد

اخلاق حضرت ابوطلحہؓ کا سب سے بڑا اخلاقی جوہر حُبِ رسولؐ ہے، ایسی حالت مین کہ تمام مسلمان جنگ کی شدت سے مجبور ہو کر میدان مین منتشر ہوگئے ہون، اور رسول اللہ کے پاس معدودے چند صحابہ باقی ہون، حضرت ابوطلحہ کا اپنے کو رسول اللہ پر قربان کرنے کے لئے بڑھنا، رسول اللہ کے سامنے کھڑے ہو کر کفار کا وار سہنا، حاملِ نبوت پر جو تیر آئے اُس کو اپنے سینے پر روکنا اور آخر اسی حالت مین اپنا ہاتھ بیکار کر دینا، حُبِ رسولؐ کا وہ لازوال نشان ہے جو ابد تک نہین مٹ سکتا،

اِسی محبت کا اثر تھا کہ حضرت ابوطلحہؓ کو آنحضرت صلعم سے خاص خصوصیت تھی، وہ عموماً تمام معرکون مین رسول اللہ کے ساتھ رہتے تھے اور اِن کا اونٹ رسول اللہ کے اُونٹ کے برابر چلتا تھا، غزوہ خیبر سے واپسی کے وقت، حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا آنحضرت صلعم کے اونٹ پر سوار تھین، مدینہ کے قریب پہونچکر ناقہ ٹھوکر لیکر گری جس کے ساتھ رسول اللہ اور صفیہ زمین پر آرہے، حضرت ابوطلحہؓ سواری سے فوراً کود پڑے اور رسول اللہ کے پاس پہونچکر پوچھا یا رسول اللہ جعلنی اللہ فداك! چوٹ تو نہین آئی؟ حضور نے فرمایا نہین مگر عورت کی خبر لو! حضرت ابوطلحہؓ نے اپنے منہ پر رومال ڈالا اور حضرت صفیہؓ کے پاس پہونچے، اِن کا کجاوہ درست کیا اور اونٹ پر بٹھایا[2]،

اِسی طرح ایک مرتبہ مدینہ مین کچھ دشمنون کا خوف معلوم ہوا، رسول اللہ صلعم نے حضرت ابوطلحہؓ کا گھوڑا جس کا نام مندوب تھا مستعار منگایا، اور سوار ہو کر جس طرف اندیشہ تھا روانہ ہوئے، حضرت ابوطلحہؓ

[1] مسند احمد بن حنبل ج ۳ ص ۲۷۹ مسند انس، [2] ایضاً ص ۱۸۷

بھی پیچھے پیچھے اسی طرف چلے لیکن ابھی پہونچنے نہ پائے تھے کہ آنحضرتؐ واپس تشریف لائے، راستہ مین ملاقات ہوئی، فرمایا وہان کچھ نہین، اور تمھارا گھوڑا بہت تیز رفتار ہے،!

حضرت ابوطلحہؓ کو جو آن حضرت صلعم سے محبت تھی اس کا اثر چھوٹی چھوٹی چیزین مین بھی ظاہر ہوتا تھا، ان کے گھر مین کوئی چیز آتی، تو رسول اللہؐ کے حضور مین بھیجدیتے تھے، ایک مرتبہ حضرت انسؓ ایک خرگوش پکڑ کر لائے، حضرت ابوطلحہؓ نے اس کو ذبح کیا، اور ایک ران آن حضرتؐ کی خدمت مین بھیجدی، آپ نے اس خلوص پر نظر فرما کر جو ہدیہ کا سبب بنا تھا یہ حقیر نذر قبول کرلی[۱]، اسی طرح ام سلیمؓ نے ایک طباق مین خرمے بھیجے[۲] حضور نے قبول فرمائے اور ازواج مطہرات او صحابہ مین تقسیم فرمائے

رسول اللہ صلعم بھی اس محبت کی نہایت قدر فرماتے تھے، چنانچہ آپ جب حج کرنے کو مکہ تشریف لائے اور منی مین حلق کرایا تو سر مبارک کے داہنے طرف کے بال، تمام لوگون مین تقسیم ہوگئے اور بائین طرف کے کل موئے مبارک حضرت ابوطلحہؓ کو مرحمت فرمائے، حضرت ابوطلحہؓ اس قدر خوش ہوئے کہ گویا دوجہان کا خزانہ ہاتھ آگیا،

اسی طرح جب عبداللہؓ بن ابی طلحہ پیدا ہوئے، تو حضرت ابوطلحہؓ نے ان کو آن حضرت صلعم کی خدمت مین بھیجا، آن حضرت صلعم نے کچھ چھوہارے چبا کر اپنے لعاب مبارک مین مل دئے، اور لڑکے کو گھٹی دی، لڑکے نے خوب مزے سے گھٹی پی اور چھوہارے کو مسوڑے سے دابنے لگا، حضور نے فرمایا دیکھو انصار کو چھوہارے سے فطری محبت ہے، اس لڑکے کا نام آن حضرت صلعم نے عبداللہ رکھا، رسول اللہ کے لعاب مبارک پینے کا یہ اثر تھا کہ حضرت عبداللہ تمام نوجوانان انصار پر فوقیت رکھتے تھے[۳]،

جوش ایمان کا یہ عالم تھا کہ شراب حرام ہونے سے قبل ایک روز فضیح جو چھوہارے کی بنتی ہے

[۱] مسند احمد ج ۳ ص ۱۷۱، (مسند انس بن مالک) [۲] مسند احمد ج ۳ ص ۱۲۵، (مسند انس) [۳] اصابہ ص ۲۰۷ ج ۳ (مسند انس)

پی رہے تھے ایک شخص نے آکر خبر دی کہ شراب حرام ہو گئی، حضرت انسؓ سے کہا کہ تم اس گھڑے کو توڑ دو، حضرت انسؓ نے توڑ دیا، (صحیح بخاری ص ۱۰۰۷ ج ۲) جب یہ آیت نازل ہوئی،

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ! جب تک اس میں سے خرچ نہ کرو جو تم کو محبوب ہے نیکی نہیں پا سکتے،

تو اُمرائے انصار نے کیسوں کی مہر توڑ دی، اور جس کے پاس جو قیمتی چیزیں تھیں، آنحضرت صلعم کے حضور میں پیش کیں، حضرت ابو طلحہؓ ایسے موقع پر آنحضرتؐ کی خدمت میں آئے اور بیرحا کو خدا کی راہ میں وقف کیا،

بیرحا ان کی نہایت قیمتی جائداد تھی، اس میں ایک کنواں تھا اس کا پانی نہایت شیریں اور خوشبودار تھا، اور آنحضرت صلعم بہت شوق سے پیتے تھے، یہ اراضی ابو طلحہؓ کے محلہ میں اور مسجد نبوی کے سامنے واقع تھی، (بعد میں اس مقام پر قصر بنی حدیلہ بنا تھا،)

ابو طلحہؓ نے جس وقت یہ وقف کیا، آنحضرت صلعم نہایت محظوظ ہوئے اور فرمایا بخ بخ! ذالک مال رابح، ذالک مال رابح، اس کے بعد فرمایا کہ اپنے اعزہ میں اس کو تقسیم کر دو، چنانچہ حضرت ابو طلحہؓ نے اپنے بنی اعمام اور اقارب میں جن میں حسان بن ثابتؓ اور اُبی بن کعب تھے، تقسیم کر دیا[1]

ایک مرتبہ ایک شخص آیا آنحضرتؐ نے اس کے قیام کا سامان نہ دیکھ کر کہا اس کو جو اپنے ہاں مہمان رکھے اس پر خدا رحم کرے گا، حضرت ابو طلحہؓ نے اُٹھ کر کہا میں لئے جاتا ہوں، گھر میں کھانے کو نہ تھا صرف بچوں کے لئے کھانا پکا تھا، حضرت ابو طلحہؓ نے بیوی سے کہا کہ بچوں کو سلا دو اور مہمان کے پاس بیٹھ کر چراغ گل کر دو، اس طور پر وہ کھانا کھا لیگا اور ہم بھی فرضی طور پر منہ چلاتے رہیں گے، غرض اس طرح اس کو کھانا کھلایا اور تمام گھر فاقہ سے پڑ رہا، صبح کے وقت آنحضرتؐ کے پاس آئے تو آپ نے ان کی شان میں یہ آیت پڑھی جو اسی موقع پر نازل ہوئی تھی وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ

---

[1] بخاری مسند احمد ج ۳، ۱۴۱ بخاری، مسند انس،

خصاصہ اور ابو طلحہؓ سے کہا رات تمھارے کام سے خدا کو بہت تعجب ہوا، (صحیح مسلم ص ۱۹۰ ج ۲)

حضرت ابو طلحہؓ کا ایک خاص وصف خلوص تھا، وہ شہرت پسندی، ریا اور نمود و نمائش سے دور رہتے تھے، بیرحا کو وقف کرنے آئے تو رسول اللہؐ سے قسم کھا کر کہا کہ یہ بات اگر چھپ سکتی تو کبھی مین ظاہر نہ کرتا[1]

اُنھون نے رسول اللہ کے بعد ۴۰ سال کا سن پایا تھا، یہ تمام عمر روزون مین بسر کی، عید اور بقرعید کے سوا ۳۶۵ دن مین کوئی دن ایسا نہ تھا بجز بیماری کے ایام کے، جس مین وہ صائم نہ رہتے ہون

حضرت ابو درداءؓ،

نام ونسب اور ابتدائی حالات
عویمر نام، ابو درداء کنیت، قبیلۂ خزرج کے خاندان عدی بن کعب سے ہین، نسب نامہ یہ ہے، عویمر بن زید بن قیس بن اُمیہ بن مالک بن عامر بن عدی بن کعب بن خزرج بن حارث بن خزرج اکبر، والدہ کا نام محبتہ تھا جو ثعلبہ بن کعب کے سلسلہ سے وابستہ تھین،

بعثت نبوی کے زمانہ مین تجارت کسب معاش کا ذریعہ تھا، اسی زمانہ مین عبادت الٰہی کا شوق ہوا، چاہا کہ عبادت اور تجارت دونون کام انجام پاتے رہین، لیکن جب تجارت، عبادت مین خلل انداز ہوئی تو اُس کو ہمیشہ کے لئے خیرباد کہا اور رزاق کون و مکان کے سفرۂ عام پر آبیٹھے، بعد مین تجارت سے ایسے دل برداشتہ ہوئے کہ فرماتے تھے، مجھے اب ایسی دوکان بھی پسند نہین جس مین ۴۰ دینار یومیہ نفع ہو جس کو روزانہ صدقہ کرتا رہون، اور نماز بھی قضا نہ ہوتی ہو، لوگون نے کہا اس کا کیا سبب؟ فرمایا قیامت کے حساب کا خوف ہے!

---

[1] مسند احمد ج ۳ ص ۱۱۵ (مسند انس)

اسلام یہ عجیب بات ہے کہ حضرت ابودرداء، باایں ہمہ کمال عقل، دیگر اکابر انصار کے ایک سال بعد سنہ ہجری مین مشرف باسلام ہوئے، اصل یہ ہے کہ ان کا اسلام تقلیدی نہ تھا، اجتہادی تھا، ممکن ہے کہ یہ ایک سال مزید غور وفکر، اور کاوش وتحقیق مین صرف ہوا ہو،

لیکن قبول اسلام مین یہ یک سالہ تاخیر تمام عمر اُن کے لئے تکلیف دہ رہی، فرمایا کرتے تھے "ایک گھڑی کی خواہش نفس، دیرپا غم پیدا کرتی ہے"،

غزوات اور عام حالات غزوۂ بدر مین وہ مسلمان نہ تھے، اس لئے اُس مین شریک نہ تھے، غزوۂ احد حالت ایمان مین پیش آیا، اس مین نہایت سرگرمی سے حصہ لیا، گھوڑے پر سوار ہوکر میدان مین آئے، آن حضرت صلعم نے ان کی شجاعت وبسالت کو دیکھ کر فرمایا نعم الفارس عویمرؓ یعنی عویمر کس قدر اچھے سوار ہین،

اُحد کے علاوہ دیگر غزوات اور مشاہد مین آن حضرتؐ کے ساتھ شرکت کی، حضرت سلمان فارسیؓ نے اسلام قبول کیا تو آن حضرتؐ نے ان کو ابودرداءؓ کا اسلامی بھائی تجویز فرمایا،

آن حضرتؐ کی وفات کے بعد حضرت ابودرداءؓ نے مدینہ کی سکونت ترک کردی کہ یہان محرومی دیدار کی یاد ہر وقت تازہ رہتی تھی نیز ملک بملک علم اسلام کی اشاعت وارثان نبوت کا فرض تھا، آن حضرت صلعم سے اُنھون نے یہ بھی سُنا تھا کہ فتنہ کی آندھی مین ایمان کا چراغ شام مین محفوظ رہے گا[1]، اس بنا پر شام کے دار الحکومت دمشق کی سکونت اختیار کی،

ان کے سفر شام کا واقعہ بھی عجیب وغریب ہے، وہ سفر کے لئے بالکل تیار تھے، حضرت عمرؓ سے ترک وطن کی اجازت چاہی، حضرت عمرؓ نے کہا اجازت تو نہین دیتا، ہان اگر حکومت کی کوئی خدمت قبول کیجئے تو منظور کرسکتا ہون، ابودرداءؓ نے کہا مین حاکم بننا ناپسند کرتا ہون، حضرت

[1] مسند ص ۱۹۹ ج ۵،

عمرؓ نے کہا پھر اجازت کی اُمید فضول ہے، حضرت ابو درداؓ نے درخواست کی کہ حکومت کے بجائے لوگون کو قرآن وحدیث سکھاؤن گا، اور نماز پڑھاؤن گا، فرمایا یہ البتہ قبول ہے، چنانچہ اُس ادائے فرض کی نیت سے شام کا سفر اختیار کیا،

دمشق مین ان کا وقت زیادہ تر درس وتدریس، احکام شریعت کی تلقین، اور عبادت و ریاضت مین گذرتا تھا، صحابۂ کرام مین اکثر ایسے تھے جن کی زاہدانہ اور سادہ زندگی پر شام کی خصوصیات وتکلفات کا رنگ وروغن چڑھ گیا تھا، لیکن حضرت ابو درداؓ اب تک اپنی اصلی بے تکلفی وسادگی پر قائم تھے، حضرت عمرؓ نے شام کا سفر کیا اور یزید بن ابی سفیان، عمرو بن عاص، ابوموسیٰ، کے مکانو پر جا کر ملاقات کی تو سب کے شاہانہ ٹھاٹھ دیکھے، حضرت ابو درداؓ کے گھر پہونچے تو یہان، لاؤ لشکر، خدم وحشم، نقیب وچاؤش، تزک واحتشام، زینت وآرائش ایک طرف، مکان مین چراغ تک نہ تھا، کشور دین وملت کا تاجدار تاریک مکان مین ایک کمبل اوڑھے پڑا تھا، حضرت عمرؓ نے یہ یہ حالت دیکھی، تو آنکھون مین آنسو بھر آئے، پوچھا اُس قدر عسرت سے زندگی گذارنے کا سبب کیا ہے؟ حضرت ابو درداؓ نے فرمایا رسول اللہ کا ارشاد ہے کہ دُنیا مین ہم کو اُتنا ساز وسامان رکھنا چاہئے جتنا ایک مُسافر کے لئے درکار ہے، آہ آن حضرت صلعم کے بعد ہم لوگ کیا سے کیا ہوگئے اُس پر اثر فقرہ نے یہ عالم کر دیا کہ دونون بزرگون نے روتے روتے صبح کر دی[1]

حضرت عمرؓ نے اپنے عہد خلافت مین تمام اکابر صحابہ کے نقد وظائف مقرر کردئے تھے، مجاہدین بدر کی سب سے بڑی تنخواہ تھی، حضرت ابو درداؓ مجاہدین بدر مین داخل نہ تھے، تاہم حضرت عمرؓ نے انکا وظیفہ بدریون کے برابر مقرر کیا،

حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت مین امیر معاویہ نے خلیفہ وقت کی منظوری سے ان کو

[1] کنز العمال ج ۷ ص ۸۰ بحوالہ عسکری

دمشق کا قاضی مقرر کیا، کبھی کبھی جب امیر معاویہ کو باہر جانے کی ضرورت پڑتی وہ ان کو اپنا قائم مقام بنا جاتے، دمشق مین قضا کا یہ پہلا عہدہ تھا،

بعض لوگون کا خیال ہے کہ یہ واقعہ عہد فاروقی کا تھا، لیکن یہ صحیح نہین، حافظ ابن عبد البر نے کہ اپنے زمانہ کے سب سے بڑے محدث تھے پہلی روایت کو ترجیح دی ہے،

اہل وعیال | حضرت ابو درداؓ کے ابواب فضائل مین یہ باب بھی اضافہ کے قابل ہے کہ انکے حبالۂ نکاح مین دو بیویان آئین، لیکن دونون اپنے فضل وکمال مین ممتاز تھین پہلی کا نام ام درداؓ کبریٰ خیرہ بنت ابی حدرد اسلمی ہے، اور دوسری کا نام ام درداؓ صغریٰ ہجیمہ بنت حی وصابیہ تھا

ام درداؓ کبریٰ مشہور صحابیہ اور نہایت فقیہ، عقلمند اور عبادت گذار بی بی تھین، ان سے حدیث کی کتابون مین بہت سی روایتین مروی ہین،

ام درداؓ صغریٰ صحابیہ نہ تھین، شوہر کے بعد بہت دنون تک زندہ رہین، امیر معاویہ نے نکاح ثانی کا پیام دیا تھا لیکن قبول نہ کیا، اولاد کے نام حسب ذیل ہین، بلال، یزید، درداؓ، بلال ابو محمد دمشقی یزید اور خلفائے مابعد کے عہد مین دمشق کے قاضی تھے، عبد الملک نے اپنے زمانہ مین معزول کیا سنہ ۹۲ھ مین وفات پائی،

دردا، صفوان بن عبد اللہ بن صفوان بن امیہ بن خلف قرشی سے منسوب تھین جو معزز تابعی اور مکہ کے جلیل القدر خاندان کی یادگار تھے،

حلیہ | حلیہ یہ تھا، جسم خوب صورت، ناک اٹھی ہوئی، آنکھین شربتی، ڈاڑھی اور سر مین خضاب لگاتے تھے، جس کا رنگ سنہرا ہوتا تھا،

لباس عربی تھا، قلنسوہ ایک قسم کی ٹوپی ہوتی تھی اس کو پہنتے تھے، عمامہ باندھتے تو اس کا شملہ پیچھے لٹکاتے تھے،

محمد دمشقی،

وفات اوپر گذر چکا ہے کہ حضرت ابو درداءؓ مسافرانہ زندگی بسر کرتے تھے، ہجرت کا بتیسواں ۳۲ھ سال تھا کہ یہ مسافر کاروانِ سرائے عالم سے وطن مالوف کو سدھارا،

وفات کا واقعہ عجیب حسرت ناک تھا حضرت ابو درداءؓ گریہ وزاری میں مصروف تھے، ام درداء (بیوی کا نام ہے) نے کہا آپ صحابی ہو کر روتے ہیں؟ حضرت ابو درداءؓ نے فرمایا کیوں نہ روؤں، خدا معلوم گناہوں سے کیونکر چھٹکارا ہو، اسی حالت میں بلال کو بلایا، اور فرمایا دیکھو ایک دن تم کو بھی یہ واقعہ پیش آنا ہے، اس دن کے لئے کچھ کر رکھنا! موت کا وقت قریب آیا تو جزع وفزع کی کوئی انتہا نہ تھی، ایمان کے متعلق کہا گیا ہے کہ خوف ورجاء کے مابین ہوتا ہے، حضرت ابو درداءؓ پر خوف الٰہی کا نہایت غلبہ تھا، بیوی پاس بیٹھی تسکین دے رہی تھی، شوہر سے کہا کہ تم تو موت کو محبوب رکھتے تھے، پھر اس وقت پریشانی کیوں ہے؟ فرمایا یہ سچ ہے لیکن جس وقت سے موت کا یقین ہوا سخت پریشانی ہے، یہ کہکر روئے پھر فرمایا یہ میرا اخیر وقت ہے کلمہ پڑھاؤ، چنانچہ لوگ کلمہ کی تلقین کرتے رہے اور حضرت ابو درداءؓ اس کو دہراتے رہے یہاں تک کہ روح مطہر نے آخری سانس لی،

وفات سے کچھ دن پیشتر حضرت یوسف بن عبداللہ بن سلامؓ آئے تھے، ان کا ارادہ تھا کہ یہاں رہ کر علم حاصل کریں گے، لیکن دیکھا تو حضرت ابو درداءؓ بستر مرض پر تھے، پوچھا کیسے آئے عرض کیا کہ میرے والد اور آپ میں جو ارتباط تھا، اس کی وجہ سے زیارت کو حاضر ہوا، فرمایا جھوٹ بھی کیا بری شے ہے، لیکن جو شخص استغفار کرے تو معاف ہو جاتا ہے[1]،

حضرت یوسفؓ ان کی وفات تک مقیم رہے، انتقال سے پہلے یوسف کو بلا کر کہا کہ لوگوں کو میری موت کی خبر کر دو، اس خبر کا مشتہر ہونا تھا کہ آدمیوں کا طوفان امنڈ آیا، گھر سے باہر

[1] مسند ۵۰ھ ج ۶،

تنگ آدمی ہی آدمی تھے، اندر اطلاع ہوئی تو فرمایا مجکو یہان سے باہر لے چلو، باہر آکر اٹھ کے بیٹھے اور تمام مجمع کو مخاطب کرکے ایک حدیث بیان کی۔ اللہ اکبر! اشاعت حدیث کا جوش اس وقت بھی قائم تھا،

فضل وکمال | ابو درداء، کا شمار علمائے صحابہ اور کبار رجال مین ہے صحابۂ کرام ان کو نگاہ عظمت سے دیکھتے تھے،

عبداللہ بن عمرؓ کہا کرتے تھے کہ دونون باعمل عالمون کا کچھ ذکر کرو (معاذ اور ابو درداءؓ)، یزید بن معاویہ کا قول تھا، کہ ابو درداؓ کا علم و تفقہ بہت سے امراض جہل، کو شفا بخشتا ہے، معاذ بن جبلؓ نے وفات کے وقت وصیت کی تھی کہ ابو درداءؓ سے علم سیکھنا کیونکہ ان کے پاس علم ہے، اور حضرت ابوذر غفاریؓ نے ابو درداءؓ سے خطاب کرکے کہا تھا کہ ماحملت ورقاء ولا اظلت خضراء اعلم منک یا ابا الدرداء یعنی زمین کے اوپر اور آسمان کے نیچے تم سے کوئی بڑا عالم نہین،

مسروق کہ بڑے جلیل القدر تابعی اور اپنے زمانہ کے امام تھے، کہتے ہین کہ مین نے تمام صحابہ کا علم چھ شخصون مین مجتمع پایا، جن مین ایک ابو درداؓ ہین" یہی سبب ہے کہ گو حجاز مین بھی بڑے بڑے صحابہ مسند امامت پر متمکن تھے، تاہم وہان سے بھی طالبین حق، جوق در جوق اس آستانہ کا رخ کرتے تھے،

درس کے وقت تشنگان علم کا بڑا ہجوم رہتا تھا، مکان سے نکلتے تو طلبہ کا مجمع ہمرکابی مین ساتھ ہوتا، ایک روز مسجد جارہے تھے، پیچھے لوگون کا اتنا اژدحام تھا، کہ موکب شاہی کا دھوکا ہوتا تھا، اس مجمع کا ہر فرد کسی نہ کسی مسئلہ کا سائل ہوکر آیا تھا،

حضرت ابو الدرداؓ کی تعلیم کا یہ طرز تھا کہ فجر کی نماز پڑھ کر جامع مسجد مین درس کے لئے بیٹھ جاتے تھے

لہ مستدرک ج ۶ ص ۴۴۳

شاگرد اُن کے گرد ہوتے، اور مسائل پوچھتے، وہ جواب عنایت فرماتے تھے،

درس قرآن | حضرت ابو درداءؓ اگرچہ فقہ و حدیث میں بھی ممتاز تھے، لیکن اُن کا اصل سرمایہ قرآن مجید کا درس و تعلیم تھا، وہ اُن لوگوں میں تھے جو خود آنحضرت صلعم کی زندگی میں پورے قرآن کے حافظ تھے، اسی بنا پر حضرت عمرؓ نے شام میں قرآن مجید کی تعلیم و اشاعت کے لئے نامزد فرمایا، دمشق کے جامع عمری میں یہ قرآن کا درس دیتے تھے اور گویا یہ قرآن کا ایک مدرسہ اعظم بن گیا تھا، حضرت ابو درداءؓ کے ماتحت اور مدرسین بھی تھے، طلبہ کی تعداد سیکڑوں سے متجاوز تھی، دور دور سے لوگ آآکر شریک درس ہوتے تھے،

نماز صبح کے بعد دس دس آدمیوں کی علیحدہ علیحدہ جماعت کر دیتے تھے، اور ہر جماعت ایک قاری کے زیر نگرانی ہوتی تھی، قاری قرآن پڑھاتے اور خود ٹہلتے جاتے اور پڑھنے والوں کی طرف کان لگائے رہتے تھے، جب کسی طالب علم کو پورا قرآن یاد ہو جاتا تو اُس کو خود اپنی شاگردی میں لے لیتے، یہ مدرسین جب طلبہ کے کسی سوال کا جواب نہ دے سکتے تو وہ مرکز درس کی طرف رجوع کرتے،

طلبہ کا درس میں اتنا ہجوم رہتا تھا کہ ایک روز شمار کرایا تو سولہ سو[1600] طالب العلم حلقۂ درس میں نکلے، دار القراء کے ممتاز اصحاب میں ابن عامر یحصبی، ام درداء صغری، خلیفہ بن سعد، راشد بن سعد، خالد بن سعدان تھے، ان میں سے اول الذکر بزرگ ولید بن عبد الملک کے زمانہ میں اہل مسجد کے رئیس تھے، ام درداء، حضرت ابو درداءؓ کی زوجہ اور قرأت میں یگانہ روزگار تھیں، قرأت کا فن اپنے شوہر سے سیکھا تھا، عطیہ بن قیس کلابی کو انھیں نے قرأت سکھائی تھی، خلیفہ بن سعد کو یہ خصوصیت حاصل تھی کہ صاحب ابی الدرداء کہلاتے تھے، اور شام کے مشہور قاریوں میں انکا شمار تھا، باقی بزرگوں کو یہ شرف حاصل تھا کہ انھوں نے خود حضرت ابو درداءؓ کو قرآن سنایا تھا،

اور اُن کے خاص تلامذہ میں داخل تھے،

تفسیر علم تفسیر کا سرمایہ جن صحابہ سے جمع ہوا اگرچہ حضرت ابو الدرداءؓ کا نام نامی اُن میں شامل نہیں تاہم اُن سے متعدد آیتوں کی تفسیریں مروی ہیں، اُن کا قول تھا لا یفقہ الرجل کل الفقہ حتی یجعل للقرآن وجوھا (یعنی انسان تاوقتیکہ قرآن میں مختلف پہلو پیدا نہ کرے فقیہ نہیں ہوسکتا۔

مشکل آیتوں کے مطالب خود آن حضرت صلعم سے دریافت فرماتے تھے، ایک روز دریافت کیا یا رسول اللہ! الذین آمنوا وکانوا یتقون لھم البشری فی الحیوۃ الدنیا سے کیا مراد ہے؟ آن حضرت نے فرمایا رویا صالحہ خواہ خود دیکھے یا کوئی دوسرا شخص اس کے متعلق دیکھے[۱]،

خود ابو درداءؓ جب کسی آیت کی تفسیر کے متعلق استفسار کرتے تو وہ نہایت تشفی جواب دیتے تھے ایک شخص نے سوال کیا کہ ولمن خاف مقام ربہ جنتان میں زانی اور سارق بھی داخل ہیں؟ فرمایا کہ اپنے رب کا خوف ہوتا تو زنا اور چوری کیوں کرتا؟[۲]

سورۂ قلم میں ایک کافر کے متعلق ہے،

عتل بعد ذالک زنیم، لفظ عتل کے معنی مختلف مفسروں نے مختلف بیان کئے ہیں لیکن بیان تشفی صرف حضرت ابو درداءؓ کی زبان سے ہوتا ہے فرماتے ہیں،

کل رحیب الجوف وثیق الخلق اکول شروب جموع للمال منوع لہ[۳] (بڑے پیٹ اور مضبوط حلق والا، کثیر الغذاء، کثیر الشرب، مال جمع کرنے والا اور نہایت بخیل)

سورۂ طارق میں ہے، یوم تبلی السرائر زبان کے لحاظ سے سرائر کے معنی مطلقاً پوشیدہ شے کے ہیں، جن میں عقاید، نیات یا جوارح کے اعمال کی کوئی قید نہیں، حضرت ابو درداءؓ نے موقع ومحل کے لحاظ سے اس تعمیم میں کسی قدر تخصیص کردی، چنانچہ فرمایا کہ

[۱] مسند ابو داؤد طیالسی ۱۳۱، [۲] کنز العمال بحوالہ ابن عساکر ص ۲۶۰ ج ۱، [۳] کنز العمال بحوالہ ابن مردویہ ص ۲۵۶ ج ۱،

خدا نے چار چیزون کا بندون کو ضامن قرار دیا ہے، نماز، زکوٰۃ، روزہ، طہارت، سرائر انھین چیزون کو کہتے ہین[۱]،

حدیث — کلام الٰہی کے نشر و اشاعت کے بعد صحابہ کا سب سے مقدم فرض یہ تھا، حضرت ابو درداؓ اس فرض کو بہترین طریقہ سے انجام دیتے تھے، خود صحابہ بھی ان کو اس کا اہل سمجھتے تھے ایک دفعہ اُنھون نے سعدان بن طلحہؓ سے ایک حدیث بیان کی، مسجد دمشق مین حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ جو آن حضرتؐ کے آزاد کردہ غلام تھے، تشریف لائے تو سعدانؒ نے توثیق مزید کی غرض سے اُن سے اُس حدیث کے متعلق استفسار کیا، حضرت ثوبانؓ نے فرمایا کہ ابو درداؓ نے بالکل صحیح کہا، مین خود اُس واقعہ کے وقت رسول اللہؐ کے پاس موجود تھا[۲]،

حضرت معاذؓ نے اپنی وفات کے وقت ایک حدیث بیان کی تھی، اور فرمایا تھا کہ شہادت کی ضرورت ہو تو عویمر بن زید (ابو درداؓ) موجود ہین، اُن سے دریافت کرنا، لوگ حضرت ابو الدرداؓ کے پاس پہونچے، اُنھون نے حدیث سُنکر فرمایا کہ میرے بھائی (معاذ) نے سچ کہا[۳]!

صحابہ جب مل کر بیٹھتے تو آپس مین احادیث نبویؐ کا مذاکرہ فرماتے، حضرت ابو درداؓ بھی ان مجلسون مین شریک رہتے تھے، کبھی کبھی خود بھی مذاکرہ کی ابتدا فرماتے تھے،

ایک مجمع مین حضرت ابو درداؓ، عبادہ بن صامتؓ، حرث بن معویہ کندی اور مقدام بن معدی کرب تشریف فرما تھے، حدیثون کا ذکر آیا، ابو درداؓ نے حضرت عبادہؓ سے کہا کہ فلان غزوہ مین آن حضرتؐ نے خمس کے متعلق کچھ ارشاد فرمایا تھا، آپ کو یاد ہے؟ حضرت عبادہؓ نے پورا واقعہ بیان کیا[۴]

حضرت ابو درداؓ کی پوری زندگی کلام الٰہی اور حدیث نبویؐ کی تعلیم و اشاعت مین صرف ہوئی، جس وقت روح مطہر عالم فنا سے عالم بقا کو پرواز کر رہی تھی، رسول کریمؐ کا یہ جلیل الشان

[۱] کنز العمال بحوالۂ بیہقی ۱۵۰ ج ۱، [۲] مسند ۴۴۳ ج ۶، [۳] ایضاً ص ۴۵۰، [۴] مسند عبادہ بن صامتؓ ص ۳۱۶ ج ۵،

صحابی اہل شہر کو جمع کرکے نماز کے متعلق آخری وصیت سنا رہا تھا[1]

حضرت ابودرداءؓ نے حدیث کا اکتساب زیادہ تر خود اُسی ذات اقدس سے کیا تھا جو وحی و الہام کا منبع تھی، لیکن آنحضرتؐ کی وفات کے بعد بعض روایتیں حضرت زیدؓ بن ثابت اور حضرت عائشہؓ سے بھی سُنی تھیں،

تلامذہ اور راویان حدیث کا دائرہ مختصر تھا، حاشیہ نشینانِ نبوت میں سے متعدد بزرگ ان کے حلقۂ حدیث سے بھی مستفید ہوئے جن کے نام نامی یہ ہیں،

حضرت انسؓ بن مالک، فضالہ بن عُبید، ابوامامہ، عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن عباسؓ، ام درداءؓ،

تابعین میں سے اکثر اعیان واجلائے علم ان کے شرف تلمذ سے بہرہ یاب تھے، بعض کے نام یہ ہیں،

سعید بن مسیب، بلال بن ابودرداء، علقمہ بن قیس، ابومرہ مولیٰ ام ہانی، ابوادریس خولانی، جبیر بن نضیر، سوید بن غفلہ، زید بن وہب، معدان بن ابی طلحہ، ابوحبیبہ طائی، ابوالسفر ہمدانی، ابوسلمہ بن عبدالرحمن، صفوان بن عبداللہ، کثیر بن قیس، ابوبحریہ عبداللہ بن قیس، کثیر بن مرہ، محمد بن سیرین، محمد بن سوید ابی وقاص، محمد بن کعب قرظی، ہلال بن یساف وغیرہم،

حضرت ابودرداءؓ کے سلسلہ سے جو روایات احادیث میں مدون ہیں، ان کی تعداد ۱۷۹ ہے جن میں سے بخاری میں ۱۳ اور مسلم میں ۸ مندرج ہیں،

فقہ

مسائل فقہ میں بھی ان کا ایک خاص درجہ ہے لوگ دور دراز مقامات طے کرکے ان سے مسائل پوچھنے آتے تھے، چنانچہ ایک بزرگ کوفہ سے دمشق صرف ایک مسئلہ دریافت

(۱) مسند ص ۴۴۳ ج ۶،

کرنے کے لئے آئے،

مسئلہ یہ تھا کہ شخص مذکور شادی پر رضامند نہ تھا، اس کی والدہ نے جبراً شادی کر دی، میاں بیوی میں محبت زیادہ بڑھ گئی تو ماں نے کہا کہ اس کو طلاق دیدو، وہ طلاق کے لئے آمادہ نہ تھا، حضرت ابو دردا نے فرمایا کہ میں کسی شق کی تعیین نہیں کرتا، نہ طلاق دینے کا حکم دیتا ہوں، اور نہ والدہ کی نافرمانی جائز سمجھتا ہوں، تمہارا مزاج چاہے تو طلاق دیدو یا موجودہ حالت پر قائم رہو، لیکن یہ یاد رکھو کہ رسول اللہ نے ماں کو جنت کا دروازہ کہا ہے[1]

ابو حبیبہ طائی نے استفتاء کیا کہ میرے بھائی نے چند دینار فی سبیل اللہ دئے ہیں اور مرتے وقت وصیت کی تھی کہ میں ان کو کسی مصرف میں صرف کردوں، فرمائیے کہ بہتر مصرف کونسا ہے؟ حضرت ابو درداء نے جواب دیا کہ میرے نزدیک مجاہدین سب سے بہتر ہیں[2]،

اخلاق و عادات حضرت ابو درداء فطرۃً نہایت نیک مزاج اور صالح تھے، اسلام کی تعلیم نے اس طلاء کو اور خالص بنادیا تھا، حضرت ابوذر غفاری تمام صحابہ میں سب سے زیادہ حق گو، اور حریت مجسم تھے اور ابتداءً شام میں رہتے تھے، یہاں بہت کم لوگ ان کی سخت گیری سے محفوظ تھے، امیر معاویہ وغیرہ کو برسر دربار ٹوکدیتے تھے، ابو درداء کی نسبت خود ان سے انہوں نے کہا کہ اگر آپ رسول اللہ کا زمانہ نہ بھی پاتے اور آنحضرت کے بعد اسلام لاتے تب بھی صالحین اسلام میں آپ کا شمار ہوتا[3]، اس سے زیادہ حضرت ابو الدرداء کی طہارت اخلاق کا کیا ثبوت ہوسکتا ہے؟

باایں ہمہ کہ وہ بساط نبوت کے حاشیہ نشین تھے، خالق کون و مکان کے جلال و جبروت کا تخیل ان کے جسم میں رعشہ پیدا کردیتا تھا، ایک روز منبر پر کھڑے ہو کر خطبہ دیا تو فرمایا کہ میں اس روز سے بہت خائف ہوں جب خدا مجھ سے پوچھیگا کہ تم نے اپنے علم کے مطابق کیا عمل کیا؟ قرآن مجید کی

---

[1] مسند ج ۶ ص ۱۰۰، [2] ایضاً ص ۱۹۷، [3] مسند عبادہ ص ۱۴۷ ج ۵،

ہر آیت پیکر امر و زجر بنکر نمودار ہوگی، مجھ سے پوچھا جائیگا کہ تم نے اوامر کی کیا پابندی کی، آیۂ آمرہ کہیگی کہ اس نے کچھ نہین کیا، پھر سوال ہوگا کہ نواہی سے کہان تک پرہیز کیا، آیت زاجرہ بولے گی بالکل نہین، ابو گوا! کیا مین اس وقت چھوٹ جاؤن گا؟[1]

عبادات مین قیام لیل اور نماز پنجگانہ کے علاوہ ۳ چیزون کے نہایت سختی سے پابند تھے، ہر ماہ مین ۳ دن روزہ رکھتے، وتر پڑھتے، اور حضر و سفر مین چاشت کی نماز ادا کرتے، ان چیزون کے متعلق آنحضرت ﷺ نے ان کو وصیت فرمائی تھی[2]

نماز پنجگانہ کے ہر فرض کے بعد تسبیح پڑھتے تھے، تسبیح ۳۳ مرتبہ، تحمید ۳۳ مرتبہ، تکبیر ۳۴ مرتبہ،[3]

حضرت ابو درداء کی زندگی زاہدانہ بسر ہوتی تھی، وہ دنیائے دون کی دل فریبیون اور عالم فانی کے تکلفات سے ملوث نہ تھے، فرمایا کرتے تھے کہ انسان کو دنیا مین ایک مسافر کی حیثیت سے رہنا چاہیے،

ایک دفعہ حضرت سلمان فارسی ان سے ملنے ان کے گھر آئے، یہ دونون مواخاۃ کے قاعدے سے بھائی بھائی تھے، بھاوج کو دیکھا تو نہایت معمولی وضع مین پایا سبب پوچھا تو نیک بخت نے جواب دیا کہ تمھارے بھائی (ابوالدرداء) دنیا سے بے نیاز ہوگئے ہین، ان کو اب ان چیزون کی کچھ پروا نہین، حضرت ابو درداء آئے تو سلمان کو مرحبا کہا اور کھانا پیش کیا، سلمان نے کہا آپ بھی کھائیے حضرت ابو درداء نے فرمایا مین تو روزہ سے ہون، سلمان نے قسم کھا کر کہا کہ آپ کو میرے ساتھ کھانا ہوگا ورنہ مین بھی نہ کھاؤن گا، رات کو سلمان نے انھین کے مکان مین قیام کیا تھا، حضرت ابو درداء نماز کے لئے اٹھے، حضرت سلمان نے روک لیا، اور فرمایا بھائی! آپ پر خدا کا بھی حق ہے، بیوی کا بھی اور اپنے بدن کا بھی، آپ کو سب کا حق ادا کرنا چاہیے، صبح کا تڑکا نمودار ہوا تو حضرت سلمان نے

---

[1] کنز العمال ج ۷، بحوالہ ابن عساکر، [2] مسند ج ۶، ص ۴۴۰، [3] ۱۹۶ ج ۵ مسند

ابو دردا؂ کو جگایا اور کہا اب اُٹھو دونون بزرگون نے نماز پڑھی اِس کے بعد ادائے دوگانہ کے لئے مسجد نبوی گئے، حضرت ابو درداؓ نے آن حضرتؐ سے سلمانؓ کا واقعہ بیان کیا، آپ نے فرمایا کہ سلمانؓ نے ٹھیک کہا، وہ تم سے زیادہ سمجھدار ہین[۱]،

امر بالمعروف تمام تربیت یافتگانِ نبوت کا فرض تھا، حضرت ابو درداؓ بھی اِس فرض سے غافل نہ تھے، امیر معاویہ نے کوئی چاندی کا برتن خریدا جس کی قیمت مین چاندی کے وزن سے کم و بیش روپئے مالک کو دئے، اسلام مین یہ ناجائز ہے، حضرت ابو درداؓ نے فوراً ٹوکا کہ معاویہ! یہ درست نہین، رسول اللہ صلعم نے چاندی سونے مین برابر سرابر کا حکم دیا ہے[۲]،

یوسف بن عبد اللہ بن سلام اُن کے پاس شام گئے، سفر کا مقصد تحصیل علم تھا، یہ وہ ساعت تھی جب حضرت ابو درداؓ مرض موت مین گرفتار تھے، یوسفؓ سے پوچھا کیسے آئے؟ اُنھون نے کہا آپ کی زیارت کو، یوسفؓ نے یہ بات چونکہ اپنے ضمیر کے خلاف کہی تھی، حضرت ابو درداؓ نے فرمایا جھوٹ بولنا بڑی بری بات ہے[۳]،

امیر معاویہ نے حضرت ابو ذرؓ کو شام سے جلاوطن کر دیا، حضرت ابو درداؓ کو راستہ مین خبر ملی تو دو مرتبہ "انا للہ" پڑھا، اور کہا کہ اب ان لوگون کا بھی انتظار کرو جیسا کہ اصحاب ناقہ کے بارہ مین کہا گیا تھا، اُس کے بعد نہایت جوش مین فرمایا خدایا! ان لوگون نے ابو ذرؓ کو جھٹلایا لیکن مین نہین جھٹلاتا، ان لوگون نے اِن کو متہم کیا لیکن مین متہم نہین کرتا، اور اُن لوگون نے اِن کو خارج البلد کیا لیکن مین نے اُس رائے مین شرکت نہین کی، کیونکہ مین جانتا ہون کہ رسول اللہؐ ان کے برابر کسی کو امین نہین سمجھتے تھے، اور اِن کے برابر کسی سے راز نہ کہتے تھے، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ مین ابو درداء کی جان ہے! اگر ابو ذر میرا ہاتھ بھی کاٹ ڈالین تو مین ہرگز بغض نہ رکھون، آنحضرتؐ نے فرمایا

---

[۱] بخاری عن ابی جحیفہ ؂ ۵۲ ؂ ۴۴۴ [۲] مسند ج ۶، ؂ ۵۳ [۳] ۔۔۔ ج ۵ مسند،

اور مین نے سنا تھا کہ ما اظلت الخضراء ولا اقلت الغبراء من ذی لہجة اصدق من ابی ذر،

آنحضرت صلعم نے ایک دن فرمایا کہ جو شخص توحید کا قائل ہو جنتی ہے، حضرت ابو درداءؓ نے عرض کیا خواہ زانی اور چور کیون نہ ہو؟ آن حضرت صلعم نے فرمایا ہان، یہ ایک ایسی خوشخبری تھی جو سب مسلمانون کو سنانی چاہیئے تھی، ابو درداءؓ تین مرتبہ پوچھکر مسلمانون کو یہ مژدۂ نجات سنانے چلے، راستہ مین حضرت عمرؓ سے ملاقات ہوئی اُنھون نے منع کیا کہ اس اعلان سے لوگ عمل چھوڑ بیٹھین گے، حضرت ابو درداءؓ نے آن حضرت صلعم سے عرض کیا، آپ نے فرمایا کہ عمر نے صحیح کہا[۱]

ایک روز مکان مین تشریف لائے چہرہ سے غیظ و غضب عیان تھا، بیوی نے کہا آج کیا حال ہے؟ فرمایا خدا کی قسم! رسول اللہ صلعم کی ایک بات بھی باقی نہین لوگون نے سب چھوڑ دیا صرف نماز باجماعت پڑھتے ہین[۲]

سعدان بن ابی طلحہ الیعمری کو دیکھا تو پوچھا کہ تمھارا مکان کہان ہے؟ اُنھون نے کہا گانون مین مگر گانون شہر سے قریب ہے فرمایا تو تم شہر مین نماز پڑھا کرو، کیونکہ جس مقام پر اذان یا نماز نہ ہوتی ہو، وہان شیطان کا دخل ہو جاتا ہے، دیکھو بھیڑیا اُس بکری کو پکڑتا ہے جو گلہ سے دور رہتی ہے،[۳]

تمام مسلمان ان کا نہایت ادب کرتے تھے غیظ و غضب کے عالم مین بھی جو کچھ کہدیتے تھے، لوگ دل سے لگا لیتے تھے، ایک دفعہ ایک قریشی نے ایک انصاری کا دانت توڑ دیا، امیر معاویہ کے سامنے مقدمہ پیش ہوا، امیر معاویہ نے قریشی کو مجرم ٹھہرایا اُس نے کہا کہ پتھر انصاری نے میرے دانت کو صدمہ پہونچایا تھا، امیر معاویہ نے کہا ٹھہرو، مین انصاری کو رضامند کرونگا، لیکن انصاری طالب قصاص تھا، وہ راضی نہ ہوا، امیر معاویہ نے کہا کہ یہ ابو درداءؓ بیٹھے ہین جو فیصلہ کردین اُس کو مان لینا، حضرت ابو درداءؓ نے ایک حدیث پڑھی کہ جو شخص کسی جسمانی تکلیف پہونچنے پر ایذا دہندہ کو معاف کردے تو اسکے

له ۱: ۱۱، مسند ج ۵، ص ۳۴۲، ج ۶ مسند، ص ۱۹۵، ج ۵ مسند ص ۴۴۵، مسند ج ۶،

مراتب بلند اور گناہ معاف ہو جاتے ہیں، اس حدیث کے سنتے ہی انصاری کہ مجسمۂ قہر و غضب تھا پیکر تسلیم و رضا بن گیا، حضرت ابو درداءؓ سے پوچھا کہ آپ نے رسول اللہ صلعم سے یہ سنا تھا؟ انھوں نے کہا ہاں، انصاری نے کہا تو میں معاف کرتا ہوں،[1]

فساد و شر سے دور بھاگتے تھے، شام کا ملک حجاز سے کسی حال میں بہتر نہ تھا، لیکن فتنوں کے زمانہ میں شام ایک حکومت کے ماتحت بہر حال قائم رہا، اور حجاز میں ہر سال نئی فوج کشی کا سامان تھا، حضرت ابو درداءؓ کی سکونتِ شام کا یہی سبب تھا، فرماتے تھے کہ جس مقام پر دو آدمی ایک بالشت زمین کے لئے منازعت کریں میں اس کو چھوڑ دینا زیادہ پسند کرتا ہوں،[2]

نہایت ہشاش بشاش رہتے تھے، لوگوں سے خندہ پیشانی سے ملتے تھے، گفتگو کے وقت لبِ مبارک پر تبسم ظاہر ہوتا تھا، ام درداء تبسم کو خلاف وقار سمجھتی تھیں، ایک دن کہا کہ تم ہر بات پر مسکراتے ہو، کہیں لوگ بے وقوف نہ بنائیں، حضرت ابو درداءؓ نے فرمایا کہ خود رسول اللہ صلعم بات کرتے وقت تبسم فرماتے تھے،[3]

مزاج فطرۃً سادہ تھا، مسجد دمشق میں خود اپنے ہاتھ سے درخت لگاتے تھے، لوگ دیکھتے تو تعجب کرتے کہ آغوش پروردۂ نبوت اور امام حلقۂ مسجد ہو کر اپنے ہاتھ سے ایسے چھوٹے چھوٹے کام کرتے ہیں، لیکن ان کو اس کی کچھ پروا نہ تھی، ایک شخص نے ان کو اس حالت میں دیکھا تو بڑے تعجب سے پوچھا کہ آپ خود یہ کام کرتے ہیں؟ حضرت ابو درداءؓ نے اس کے تعجب کو ان الفاظ سے زائل کیا کہ اس میں بڑا ثواب ہے،[4]

بڑے فیاض اور مہمان نواز تھے باایں ہمہ تنگدستی مہمانوں کی خدمت گذاری میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کرتے تھے، اکثر ان کے ہاں لوگ ٹھہرا کرتے تھے، جب کوئی مہمان آتا

---

[1] ۴۴۸ مسند ج ۶، [2] مسند ابوداؤد طیالسی ۱۳۱، [3] ۱۹۰ ج ۵ مسند، [4] ۴۴۴ ج ۶ مسند

حضرت ابو سعید خدری رضی

نام و نسب سعد نام، ابو سعید کنیت، خاندان خدرہ سے ہین، سلسلۂ نسب یہ ہے، سعد بن مالک ابن سنان بن عبید بن ثعلبہ بن الابجر (خدرہ) ابن عوف بن حارث بن خزرج، والدہ کا نام انیسہ بنت ابی حارثہ تھا، اور قبیلہ عدی بن نجار سے تھین،

دادا (سنان) کہ شہید کے لقب سے مشہور تھے، رئیس محلہ تھے، چاہ بصہ کے قریب اجرد نام قلعہ ان کی ملکیت تھا، اسلام سے پیشتر قضا کیا،

باپ نے ہجرت سے چند سال قبل عدی بن نجار مین ایک بیوہ سے نکاح کیا تھا، جو پہلے عمان اوسی کی زوجہ تھین، حضرت ابو سعید رضی انھین کے بطن سے تولد ہوئے، یہ ہجرت سے ۱۰ برس پیشتر کا واقعہ ہے،

اسلام مدینہ مین تبلیغ اسلام کا سلسلہ بیعت عقبہ سے جاری تھا، خود انصار داعی اسلام بنکر توحید کا پیام اپنے قبیلون کو پہونچاتے تھے، مالک بن سنان نے اسی زمانہ مین اسلام قبول کیا، شوہر کے ساتھ بیوی بھی اسلام لائین، اس لئے حضرت ابو سعید رضی نے مسلمان مان باپ کے امن مین تربیت پائی۔

(۱) مسند جلد ۳ ص ۵

غزوات اور دیگر حالات ہجرت کے پہلے برس مسجد نبوی کی تعمیر شروع ہوئی، حضرت ابو سعید نے اس مین شرکت کی دوسرے سال غزوۂ بدر پیش آیا، خود تو ابھی میدان کے قابل نہ تھے، اپنے شرکت کی جن کو دوسرے سال شہادت عظمیٰ کا مرتبہ حاصل ہوا، غزوۂ احد مین باپ کیساتھ رسول اللہ کے حضور مین گئے، اس وقت ۱۳ برس کا سن تھا، رسول اللہ نے سر سے پاؤن تک دیکھا کمسن خیال کرکے واپس کیا، مالک نے ہاتھ پکڑ کر دکھایا کہ ہاتھ تو پورے مرد کے ہین، تاہم آپ نے

حضرت ابو درداءؓ دریافت کراتے کہ قیام کرنے کا ارادہ ہے یا جانے کا، جانے کا قصد ہوتا تو مناسب زادِ راہ بھی ساتھ کردیتے تھے[۱]

بعض لوگ ہفتون قیام کرتے[۲]، حضرت سلمانؓ فارسی جب شام آتے انھین کے مکان مین قیام فرماتے تھے[۳]

دل کے نرم تھے ایک دن کسی طرف جارہے تھے، دیکھا کہ ایک شخص کو لوگ گالی دے رہے ہین، پوچھا تو معلوم ہوا کہ اس نے کوئی گناہ کیا تھا، حضرت ابو درداءؓ نے کہا کہ ایک شخص کوئین مین گرے تو اس کو نکالنا چاہئے، گالی دینے سے کیا فائدہ؟ اسی کو غنیمت سمجھو کہ تم اس سے محفوظ ہے، لوگون نے عرض کی کہ کیا آپ اس شخص کو برا نہین جانتے؟ فرمایا اس شخص مین طبعاً تو کوئی برائی نہین، البتہ اس کا یہ عمل برا ہے، جب چھوڑ دیگا تو پھر میرا بھائی ہے[۴]

طبیعت مین استغنا اور بے نیازی بھی تھی، عبداللہ بن عامر شام آیا تو بہت سے صحابہ اپنے اپنے وظائف لینے گئے، لیکن حضرت ابو درداءؓ اپنی جگہ سے بھی نہ ہلے، عبداللہ خود ان کا وظیفہ لیکر ان کے مکان آیا اور کہا کہ آپ تشریف نہین لائے تو مین خود وظیفہ لے کر حاضر ہوا ہون، انھون نے جواب دیا کہ آج تم سے زیادہ خدا کے نزدیک اور میرے نزدیک کوئی ذلیل نہ تھا، رسول اللہ صلعم نے ہم سے فرمایا تھا کہ جب امراء اپنی حالت بدل لین تو تم بھی اپنے کو بدل لو[۵]

۱؎ مسند ج ۵ ص ۱۹۶ ۲؎ مسند ج ۵ ص ۱۹۷ ۳؎ استیعاب تذکرہ سلمان ج ۲ ص ۲۷۶ ۴؎ اسد الغابہ ج ۴ ص ۱۶۰ ۵؎ کنز العمال ج ۷ ص ۱۱۱

اجازت نہ دی،

معرکہ میں رسول اللہؐ کا چہرۂ مبارک زخمی ہوا تو مالکؓ نے بڑھ کر خون پونچھا اور ادب کے خیال سے زمین پر پھینکنے کے بجائے پی گئے، آں حضرتؐ نے فرمایا کہ کسی کو ایسے شخص کی جس کا خون میرے خون سے آمیز ہوا ہو، دیکھنے کی خواہش ہو تو مالکؓ بن سنان کو دیکھے،[1] اُس کے بعد نہایت جانبازانہ لڑکر شہادت حاصل کی؛

باپ کے شہید ہونے سے بیٹے پر کوہ الم ٹوٹ پڑا، کیونکہ جائداد کچھ نہیں چھوڑی تھی، فاقہ کشی کی نوبت پہونچی پیٹ پر پتھر باندھا، ماں نے کہا کہ رسول اللہ کے پاس جاؤ، آج اُنھوں نے فلاں شخص کو دیا ہے تم کو بھی دیں گے، کہا اچھا گھر میں کچھ ہے؟ وہاں کیا دھرا تھا، خدمت اقدس میں پہونچے تو آپ خطبہ دے رہے تھے، کہ جو شخص ایسی حالت میں صبر کرے خدا اُس کو غنی کردیگا دل میں کہا کہ میری یاقوتہ (اونٹنی کا نام تھا) موجود ہے، پھر مانگنے کی کیا ضرورت؟ یہ سوچ کر چلے آئے، لیکن رسول اللہ کی زبان سے جو کچھ نکلا تھا پورا ہو کر رہا، رزاقِ عالم نے باب رزق کھولدیا یہاں تک کہ تمام انصار سے دولت و ثروت میں بڑھ گئے[2]

اُحد کے بعد مُصطلق کا غزوہ پیش آیا اِس میں شریک تھے،[3] اُس کے بعد غزوۂ خندق ہوا، اُس وقت وہ پانزدہ سالہ تھے، شباب عمر کی طرح شباب ایمان بھی تھا، رسول اللہؐ کے ساتھ جاکر میدان میں داد شجاعت دی،

صفر ۸ھ میں عبداللہ بن غالب لیثی، لشکر لیکر فدک روانہ ہوئے، یہ بھی ساتھ تھے، عبداللہ نے تمام لشکر کو تاکید کی کہ خبردار متفرق نہ ہونا، اِن مصلحت کیلئے برادری قایم کرنیکی ضرورت ہوئی، جو بصبہ جو بڑے رتبہ کے صحابی تھے، اِن کے بھائی بنائے گئے، برادری کا نتیجہ عمدہ صورت میں نمودار ہوا،[4]

[1] مسند ص ۹، ۴۸ ج ۳ [2] بخاری باب غزوہ بنی المصطلق [3] طبقات ابن سعد ص ۹۱ حصہ مغازی

ربیع الثانی سنہ ۹ مین علقمہ بن محرز غزوہ کے لئے بھیجے گئے، یہ بھی لشکر مین تھے، عبداللہ بن حذافہ نے اسی غزوہ مین صحابہ کو آگ مین کودنے کا حکم دیا تھا، لیکن دراصل ان کا یہ منشا نہ تھا، وہ نہایت خوش مزاج آدمی تھے، اور طبیعت مذاق کی عادی تھی، لوگون نے اس کو صحیح سمجھ کر کودنا چاہا تو خود روکا کہ مین تو تم سے مذاق کر رہا تھا[۱]

اسی سلسلہ مین ایک سریہ جس مین ۳۰ آدمی شامل تھے[۲] اور دارقطنی کی روایت کے بموجب حضرت ابوسعیدؓ اس کے امیر تھے، کسی مقام کی طرف روانہ ہوا، ایک جگہ پڑاؤ تھا، گاؤن والون سے کہلا بھیجا کہ ہم تمھارے مہمان ہین، انھون نے ضیافت کرنے سے انکار کیا، اتفاق یہ کہ سردار قبیلہ کے بچھو نے ڈنک مارا، لوگون نے بہت دوڑ دھوپ کی لیکن کچھ فائدہ نہ ہوا، بعض نے مشورہ دیا کہ صحابہؓ کے پاس جاؤ، شاید ان کو اس کی کوئی تدبیر معلوم ہو، آئے، اور واقعہ بیان کیا، جیسا کہ بعض روایتون مین صاف مذکور ہے، ابوسعیدؓ نے کہا مین جھاڑ سکتا ہون، لیکن ۳۰ بکری اجرت ہوگی، جاکر سورۂ الحمد للہ پڑھی، اور تھوک لگا دیا، وہ بالکل اچھا تھا، بے تکلف چلنے پھرنے لگا، ان لوگون نے بکریان لیکر مدینہ کا رخ کیا، سب کو تردد تھا کہ ان کا لینا جائز ہے یا نہین؟ آخر یہ رائے ٹھہری کہ خود آنحضرتؐ سے پوچھا جائے، آپ نے تمام واقعہ سنکر تبسم کیا اور فرمایا تم کو یہ کیسے معلوم ہوا کہ یہ رقیہ کا کام دیتی ہے؟ پھر کہا تم نے ٹھیک کیا، اس کو تقسیم کر لو، اور میرا بھی حصہ لگانا[۳]

ان غزوات کے علاوہ حدیبیہ، خیبر، فتح مکہ، حنین، تبوک، اور طائف مین بھی ان کی شرکت کا پتہ چلتا ہے، لیکن چونکہ ان مین ان کا کوئی خاص واقعہ نہین، اس لئے ہم قلم انداز کرتے ہین، صحیح بخاری کی روایت کے مطابق عہد نبوت کے ۱۲ غزوات مین ان کو شرف شرکت حاصل تھا[۴] (صحیح بخاری ص ۵۱۱ ج ۱)

---

[۱] ۶۷ مسند ج ۳ و ابن سعد، [۲] ۱۰ مسند [۳] صحیح بخاری کتاب الاجارہ باب ما یعطی فی الرقیہ علی احیاء العرب بفاتحۃ الکتاب

عہد نبوی کے بعد مدینہ ہی مین قیام رہا، عہد فاروقی وعثمانی مین فتوی دیتے تھے،

حضرت علیؓ کے عہد خلافت مین جنگ نہروان پیش آئی، اس مین نہایت جوش سے حصہ لیا[1]، فرماتے تھے کہ ترکون کے بہ نسبت ان سے لڑنا زیادہ ضروری جانتا ہون[2]، یہ سنہ ۳۸ھ کا واقعہ ہے

سنہ ۶۱ھ مین دنیائے اسلام کا ہولناک ترین حادثہ رونما ہوا، یعنی حضرت امام حسین علیہ السلام شہید ہوئے، مدینہ چھوڑتے وقت اور صحابہ کی طرح ابوسعید خدریؓ نے بھی سمجھایا تھا کہ آپ یہین تشریف رکھین[3]، مگر حسین علیہ السلام نے نہ مانا، ومضی ما مضیٰ،

سنہ ۶۲ھ مین یزید کی بداعمالیون کی وجہ سے اہل حجاز نے حضرت عبداللہ بن زبیر سے رسول اللہ کے پھوپھی زاد بھائی کے بیٹے تھے، بیعت کی، وہ بھی ان مین شامل تھے،

سنہ ۶۳ھ میں اہالیان حرم رسولؐ نے علانیہ یزید کو خلافت سے اُتارا، اور عبداللہ بن حنظلہ الغسیل انصاری کے ہاتھ پر بیعت کی، لشکر شام سے مقابلہ پیش آیا جس مین اہل مدینہ کو ہزیمت حاصل ہوئی اور حضرت عبداللہ نہایت جانبازی سے لڑکر مارے گئے، اُس وقت عجیب تشویش اور اضطراب کا عالم تھا، مدینہ کا گلی کوچہ خون سے لالہ زار تھا، مکان لوٹے جارہے تھے، عورتین بے ناموس کیجارہی تھین، اور وہ مقام جس کو رسول اللہؐ نے مکہ کی طرح حرام کیا تھا، اہل شام کے ہاتھون قتل وغارت گری کا مرکز بنا ہوا تھا،

صحابہ سے یہ بے حرمتی دیکھی نہین جاتی تھی، حضرت ابوسعیدؓ پہاڑ کے ایک کھوہ مین چھپے تھے، لیکن یہان بھی پناہ نہ تھی، ایک شامی بلائے بے درمان کی طرح پہونچ گیا، اندر اُترکر تلوار اٹھائی، اُنھون نے دھمکانے کے لئے تلوار کھینچ لی، وہ بجائے مرعوب ہونے کے اور آگے بڑھا، حضرت ابوسعیدؓ نے یہ دیکھ کر تلوار رکھدی اور یہ آیت پڑھی لئن بسطت الی یدک

[1] ۵۶ [2] مسند ۳ ۳۳ مسند، [3] تاریخ الخلفاء سیوطی،

لتقتلنی ما انا بباسط یدی الیک لاقتلک انی اخاف اللہ رب العالمین! اگر تم مجھے مارنیکو ہاتھ بڑھاؤ گے تو مین تمھارے مارنے کو تیار نہ ہون گا کیونکہ مین خدائے رب العالمین کا خوف کرتا ہون شامی یہ سن کر پیچھے ہٹا اور کہا خدا کے لئے بتائے کہ آپ کون ہین فرمایا ابو سعید خدری، بولا رسول اللہ کے صحابی، کہا ہان، یہ سنکر غار سے نکلکر چلتا ہوا[۱]،

وہان سے مکان آئے تو عام دار و گیر تھی، شامی ابن دلجہ (   ) کے پاس پکڑلے گئے اس نے یزید کی خلافت پر بیعت لی،

حضرت عبداللہ بن عمر کو معلوم ہوا تو ان کے مکان آئے اور کہا مین نے سنا ہے کہ آپ نے دو امیرون سے بیعت کی ہے؟ کہا ہان، پیشتر ابن زبیر سے کی تھی پھر شامی پکڑلے گئے تو یزید سے کی، ابن عمرؓ نے کہا اسی کا تو مجھے خوف تھا، کہا بھائی! کیا کرتا؟ آن حضرتؐ کا ارشاد ہے کہ انسان کے شب و روز کسی امیر کی بیعت مین گذرنے چاہئین، ابن عمر نے کہا یہ سچ ہے لیکن مین دو امیرون کی بیعت پسند نہین کرتا،[۲]

وفات ۷۴ھ مین جمعہ کے دن وفات کی، بقیع مین دفن کئے گئے، اس وقت بہت مسن تھے ہاتھون مین رعشہ پڑگیا تھا، لوگون نے عمر کا تخمینہ ۹۴ سال کیا ہے، لیکن علامہ ذہبی نے لکھا ہے کہ ۸۶ برس کی عمر تھی،[۳] اور یہ بالکل صحیح ہے،

اولاد دو بیویان تھین ایک کا نام زینب بنت کعب بن عجرہ تھا، جو بعض کے نزدیک صحابیہ تھین[۴]، دوسری ام عبداللہ بنت عبداللہ مشہور تھیں اور قبیلۂ اوس کے خاندان معاویہ سے تھیں، اولاد کے نام یہ ہین، عبدالرحمن[۵]، حمزہ[۶]، سعید[۷]،

حلیہ حلیہ یہ تھا، مونچھین باریک کٹی ہوئین، ڈاڑھی زرد،

---

[۱] اصابہ ص ۸۵ ج ۳ طبری ص ۰ ۱م حالات سنہ ۶۳ [۲] مسند ص ۹۲ و ج ۳ [۳] ج ۳، [۴] مسند ۸۶، [۵] ایضاً ص ۷، [۶] مسند ۸ ا [۷] مسند ۲۴،

 حضرت ابوسعید خدریؓ اپنے عہد کے سب سے بڑے فقیہ تھے،[۱]

قرآن مجید ایک قاری سے پڑھا تھا، انصار کے کئی حلقے قائم تھے، جن مین علمائے انصار درس دیتے تھے، حضرت ابوسعید کے طالب علمی کا زمانہ، اسلام کا ابتدائی زمانہ تھا، لوگون کے پاس بدن کے کپڑے تک نہ تھے، ایک دوسرے کی آڑ مین چھپ چھپ کر بیٹھتے تھے، ایک روز رسول اللہ تشریف لائے، قاری قرأت کر رہا تھا، آپ کو دیکھ کر خاموش ہوگیا، آپ سب کے پاس آکر بیٹھ گئے، اور اشارہ کیا کہ لوگ دائرہ کی شکل مین بیٹھا کرین، چنانچہ سب حلقہ باندھ کر بیٹھ گئے، اس تمام جماعت مین صرف ابوسعیدؓ کو آن حضرتؐ پہچانتے تھے[۲]

حدیث و فقہ رسول اللہ اور صحابہ سے سیکھی تھی، حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، جناب امیرؓ اور زید بن ثابتؓ سے روایتین کین،

کثرت سے حدیثین یاد تھین، مرویات کی تعداد ۱۱۷۰ ہے، جو صحابہ اور تابعین کے وسیلہ سے ہم تک پہونچی ہین، ان صحابہ اور ممتاز تابعین کے نام نامی یہ ہین،

زید بن ثابتؓ، عبداللہ بن عباسؓ، انس بن مالکؓ، ابن عمرؓ، ابن زبیرؓ، جابرؓ، ابو قتادہؓ، محمود بن لبیدؓ، ابو الطفیلؓ، ابو امامہ بن سہلؓ، سعید بن مسیب، طارق بن شہابؓ، عطاء، مجاہد، ابو عثمان نہدی، عبید بن عمیر، عیاض بن ابی سرح، بشر بن سعید، ابو نضرہ، عبد بن سیرین، عبداللہ بن محیریز، ابو المتوکل ناجی، وغیرہم،

عموماً درس دیتے تھے اور حلقۂ درس آدمیون سے ہر وقت معمور رہتا تھا، بعض لوگ کوئی خاص سوال کرنا چاہتے تو بہت دیر مین موقع ملتا تھا[۳]

اوقاتِ درس کے علاوہ بھی کوئی شخص کچھ دریافت کرتا تو جواب سے مشرف فرماتے، ابن عباسؓ نے اپنے بیٹے علی اور عکرمہ کو بھیجا کہ ان سے حدیث سن کر آؤ، جا کر دیکھا تو باغ مین تھے، ان لوگون کو

۱؎ اصابہ ج ۲، ۲؎ مسند ۲۶ ج ۳، ۳؎ مسند ۳۵ ج ۳،

دیکھ کر چادر اُٹھائی، اور پاس آکر بیٹھے، اسی اثنا میں حدیث بھی بیان کی۔[۱]

فن حدیث پر کثرت روایت کے علاوہ ان کا ایک بڑا احسان یہ ہے کہ قوت و ضعف روایت کے کئی الفاظ استعمال کئے،

عبداللہ بن عمر نے کسی سے ایک حدیث سنی تھی، وہ ابو سعیدؓ سے راوی تھا، اُس کو لیکر ساتھ آئے اور کہا اس نے فلان حدیث آپ سے سنی ہے؟ کیا آپ نے رسول اللہ سے یہ حدیث سنی تھی؟ فرمایا بصر عینی وسمع اذنی، یعنی میری آنکھوں نے دیکھا اور کانوں نے سُنا۔[۲]

قزعہ کو ایک حدیث نہایت بھلی معلوم ہوئی، آگے کھسک کر بیٹھ گئے، اور کہا کیا رسول اللہ سے یہ سُنا تھا؟ حضرت ابو سعیدؓ کو غصہ آگیا اور فرمایا تو کیا میں بے سُنے بیان کرونگا، ہان میں نے سُنا تھا،[۳]

جس حدیث کے الفاظ پر اعتماد نہ ہوتا، اُس کے بیان میں احتیاط کرتے تھے،

ایک حدیث روایت کی لیکن رسول اللہ کا نام نہیں لیا، ایک شخص نے کہا یہ رسول اللہ سے روایت ہے؟ فرمایا میں بھی جانتا ہون۔[۴]

اخلاق وعادات | نہایت حق گو تھے، فرمایا کرتے تھے کہ مین نے رسول اللہ کو اس کی تاکید کرتے سُنا تھا، لیکن کاش نہ سُنا ہوتا۔[۵] ایک مرتبہ اس حدیث کا ذکر چھڑا تو رو کر کہا کہ حدیث تو ضرور سنی لیکن عمل بالکل نہ ہوسکا،[۶]

امیر معاویہ کہ تمام دنیائے اسلام کے فرمانروائے مطلق تھے، ان کے عہد میں بہت سی نئی باتیں پیدا ہوئیں، حضرت ابو سعیدؓ سفر کرکے ان کے پاس گئے، اور تمام خرابیان گوش گذار کین۔[۷] ایک مرتبہ انھیں سے، انصار کے متعلق گفتگو آئی، تو کہا کہ آنحضرتؐ نے ہم کو تکلیفوں پر صبر کرنے کا حکم دیا ہے، امیر نے کہا تو صبر کیجئے۔[۸]

؎۱ ۹۱ و ۹۱ مسند، ؎۲ مسند ص ۴۴، ؎۳ مسند ۵ ۳۹ و ۴۰، ؎۴ مسند ص ۵ ج ۳، ؎۵ مسند ص ۹۱ و ۹۱، ؎۶ مسند ص ۹۳، ؎۷ ۸۰، مسند ص ۸۹

مروان سے فضیلت صحابہؓ کی حدیث بیان کی، بولا کیا جھوٹ بکتے ہو، زید بن ثابت اور رافع بن خدیج بھی اسکے تخت پر بیٹھے تھے، فرمایا ان سے پوچھو، لیکن یہ کیوں بتائیں گے، ایک کو صدقہ کی افسری سے معزول ہونے کا خوف ہوگا، دوسرے کو یہ ڈر ہوگا کہ جنبش لب سے ریاست قوم چھنتی ہے، مروان نے مارنے کو درہ اٹھایا، تو دونوں بزرگوں نے ان کی تصدیق کی[۱]

اسی طرح اس نے عید کے دن منبر نکلوایا، اور نماز سے قبل خطبہ پڑھا، ایک شخص نے اٹھ کر ٹوکا کہ دونوں باتیں خلاف سنت ہیں، بولا کہ اگلا طریقہ متروک ہو چکا، حضرت ابو سعیدؓ نے فرمایا چاہے کچھ ہو مگر اس نے اپنا فرض ادا کر دیا، میں نے آں حضرتؐ سے سنا کہ جو شخص امر منکر دیکھے تو اس کو ہاتھ سے دفع کرنا چاہئے، اگر اس پر قدرت نہ ہو تو زبان سے، اور یہ بھی نہیں تو کم از کم دل سے ضرور برا سمجھے[۲]

امر بالمعروف کے ولولہ کا یہ حال تھا کہ یہی مروان، حضرت ابو ہریرہؓ کے ساتھ بیٹھا تھا، ایک جنازہ سامنے سے گذرا، حضرت ابو سعیدؓ بھی شامل تھے، دیکھا تو دونوں جنازہ کے لئے نہیں اٹھے، فرمایا اے امیر! جنازہ کے لئے اٹھ، کیونکہ آں حضرتؐ اٹھا کرتے تھے، مروان یہ سنتے ہی کھڑا ہو گیا[۳]

مصعب بن زبیر مدینہ کا حاکم مقرر ہوا، عید الفطر میں دریافت کرایا کہ آں حضرتؐ کیا کرتے تھے فرمایا خطبہ سے قبل نماز پڑھاتے تھے، چنانچہ اس دن اسی قول پر عمل کیا[۴]

شہر بن حوشب کو سفر طور کا خیال دامن گیر ہوا، ملاقات کو آئے، ارشاد ہوا کہ تین مسجدوں کے علاوہ شد رحال کی ممانعت ہے[۵]

ابن ابی صعصعہ مازنی کو جنگل پسند تھا، ان کو ہدایت کی کہ وہاں زور سے اذان دیں کہ تمام جنگل نعرۂ تکبیر سے گونج اٹھے[۶]

نہی عن المنکر کی یہ کیفیت تھی کہ ان کی بہن متواتر بلا اکل و شرب روزے رکھتی تھیں،

---

[۱] مسند ۲۲، [۲] مسند ص ۱۰ ج ۳، [۳] مسند ص ۱۰۹، [۴] مسند ۹۴، [۵] مسند ص ۹۳، [۶] مسند ۳۵

آن حضرتؐ نے ایسے روزوں کی ممانعت فرمائی ہے، حضرت ابو سعیدؓ ان کو ہمیشہ منع کرتے تھے[۱]

سنّت کے پورے متبع تھے، حضرت ابو ہریرہؓ ایک مسجد میں نماز پڑھایا کرتے تھے، بیمار ہو گئے یا کسی سبب سے نہ آسکے تو ابو سعید خدریؓ نے امامت کی، اُنھوں نے جس طرح ہم لوگ نماز پڑھتے ہیں، پڑھائی، لوگوں نے باہم اختلاف کیا، وہ منبر کے پاس کھڑے ہوئے اور کہا کہ میں نے جس طرح رسول اللہؐ کو پڑھتے دیکھا ہے، تم کو بھی پڑھائی، باقی تمھارے طریقہ کی مخالفت، تو اِس کی مجھے بالکل پروا نہیں ہے[۲]

نہایت دلیر تھے، گھر میں تخت بچھا تھا اور ابو سائب سے بیٹھے باتیں کر رہے تھے، ابو سائب کو تخت کے نیچے کچھ حرکت معلوم ہوئی، دیکھا تو سانپ تھا، مارنے اُٹھے، پوچھا کیا ہوا؟ کہا سانپ ہے فرمایا پھر ارادہ کیا ہے؟[۳] کہا مارونگا، فرمایا بیٹھو[۳]

مزاج میں بردباری اور تحمل تھا، پانوں میں درد ہو رہا تھا، پیر پر پیر رکھے لیٹے تھے، بھائی آئے، اور اسی پانوں پر ایک ہاتھ مارا جس سے درد بڑھ گیا لیکن اُنھوں نے نہایت نرم لہجہ میں کہا، تم نے مجھے تکلیف پہونچائی، جانتے تھے کہ درد ہے، جواب ملا ہاں، لیکن رسول اللہؐ نے اس طرح لیٹنے کی ممانعت فرمائی ہے[۴]

لیکن ناحق باتوں پر غصّہ بھی آجاتا تھا، حج کو جارہے تھے، ایک درخت کے نیچے قیام ہوا، ابن صیاد بھی کہ جس کے دجّال ہونے میں خود آن حضرتؐ کو شک تھا، اسی درخت کے نیچے ٹھہرا تھا، اُن کو بُرا معلوم ہوا، لیکن خاموش ہو رہے، اُس نے خود چھیڑ کر اپنی مظلومیت کی داستان سُنائی، ان کو رحم آیا، مگر جب ایک خلافِ واقع دعویٰ کیا، تو بگڑ کر فرمایا تبّالک سائر الیوم[۵]

سادگی اور بے تکلفی، فطرتِ ثانیہ تھی، ایک جنازہ میں بلائے گئے، سب سے اخیر میں پہونچے

۱؎ مسند ۹، ۲؎ مسند ۱۰، ۳؎ ص ۴۱ مسند ج ۳، صحیح مسلم ص ۲۶۵ ج ۲، ۴؎ مسند ص ۴۲، (۵) مسند ص ۴۳،

لوگ بیٹھ چکے تھے، ان کو دیکھ کر اُٹھے اور جگہ خالی کر دی، فرمایا یہ ٹھیک نہین، انسان کو کشادہ مقام مین بیٹھنا چاہئے، چنانچہ سب سے الگ کھلی جگہ مین بیٹھ گئے،[۱]

ابوسلمہؓ سے یارانہ تھا، اُنھون نے آواز دی، چادر اوڑھے نکل آئے، کہا ذرا باغ تک چلئے آپ سے باتین کرنا ہین، چنانچہ ساتھ ہوئے،[۲] اس واقعہ مین یہ بات لحاظ کے قابل ہے کہ ابوسلمہ تابعی اور وہ صحابی ہین، اِس کے ماسوا ابوسلمہ کو شرف تلمذ بھی حاصل ہے،[۳]

یتیمون کی پرورش کرتے، لیث او سلیمان بن عمرو بن عبد العواری انھین کے تربیت یافتہ تھے

تفریح کرتے، آن حضرت دوشنبہ کو قبا تشریف لیجاتے تھے، وہ بھی ساتھ گئے تھے، اس مین تفریح کے ساتھ ورزش بھی ہوتی تھی، کیونکہ قبا مدینہ سے ۲ میل ہے،[۴]

ہاتھ مین چھڑی لیتے تھے، پتلی چھڑیان زیادہ پسند تھین، کھجور کی شاخین لاتے اور ان کو سیدھا کرکے چھڑی بناتے، یہ بھی آن حضرت کا اتباع تھا،[۵]

حضرت ابومسعود بدریؓ

نام ونسب عقبہ نام، ابومسعود کنیت، سلسلۂ نسب یہ ہے عقبہ بن عمر بن ثعلبہ بن اسیرہ بن عسیرہ بن عطیہ بن خدارہ بن عوف بن حارث بن خزرج،

اسلام عقبۂ ثانیہ مین اسلام قبول کیا[۶] اور دین حنیفی کے پرجوش داعی ثابت ہوئے،

غزوات اور عام حالات تمام غزوات مین شرکت کی، عام خیال یہ ہے کہ بدر مین شریک نہ تھے، صرف بدر کی سکونت سے بدری مشہور ہو گئے، لیکن یہ صحیح نہین، امام شعبہ، بخاری، مسلم، انکی

[۱] مسند ص ۱۸، [۲] مسند ص ۶۰، [۳] مسند ص ۳۳۳، [۴] مسند ص ۳ ج ۲، [۵] مسند ص ۶۵، [۶] مسند ص ۱۲۰ ج ۴

شرکتِ بدر کا اعتراف کرتے ہین امام بخاری نے جامع صحیح مین اس کی طرف صاف طور پر اشارہ بھی کیا ہے[1]

اس کے ماسوا بیعتِ عقبہ کی شرکت پر تمام ائمہ فن متفق ہین، پھر بدر سے غائب ہونے کی کیا وجہ ہو سکتی ہے؟

عہدِ نبوت اور خلفاء ثلاثہ کے زمانہ تک مدینہ مین اقامت پذیر رہے، کچھ دنون بدر مین سکونت کی، حضرت علیؓ کے دورِ خلافت مین کوفہ مین قیام کیا[2]، یہان ایک مکان بھی بنوایا تھا[3]،

جناب امیرؓ کے احباب خاص مین تھے، جنگ صفین مین روانہ ہوئے تو ان کو کوفہ مین اپنا جانشین بنا کر چھوڑ گئے، واپسی تک کوفہ انھین کی ذات سے مرکز امارت رہا[4]،

صفین کی لڑائی ختم ہوئی تو وطن (مدینہ) کی محبت نے اپنی طرف کھینچا، منزلِ سفر طے کر کے مدینہ آئے، اور یہین مقیم ہو گئے،

وفات سنہ ۴۰ھ مین انتقال کیا بعض کا خیال ہے کہ امیر معاویہ کے اخیر زمانۂ خلافت تک موجود تھے لیکن یہ غلطی سے خالی نہین، تاہم اس قدر یقینی ہے کہ مغیرہؓ بن شعبہ کی ولایت کوفہ کے وقت زندہ تھے جسکا زمانہ قطعاً سنہ ۴۱ھ کے بعد تھا،

اولاد لڑکے کا نام بشیر تھا، ایک لڑکی تھین جو امام حسن علیہ السلام کو منسوب تھین زیادہ انھین کے بطن سے تولد ہوئے تھے، (دیکھو مسند ۱۱۹ ج ۴)

بشیر آن حضرتؐ کے زمانہ مین یا کچھ بعد پیدا ہوئے تھے،

فضل وکمال حضرت ابو مسعودؓ ان صحابہ مین ہین جن کی بدولت حدیث نبویؐ نے عالمگیر وسعت پائی، راویانِ حدیث کے تیسرے طبقہ مین ان کا شمار ہے، اور کتب حدیث مین (۱۰۲) روایتین ان کی

---

[1] بخاری ص ۱۵ ج ۲، [2] اصابہ ص ۵۲ ج ۴، [3] استیعاب ص ۸ ج ۱، [4] اصابہ ص ۲۵۲ ج ۴،

موجود ہین، رواۃ مین تابعین کے کئی طبقے داخل ہین، جن مین مشہور لوگون کے نام یہ ہین،

بشیر، عبداللہ بن یزید خطمی، ابووائل، علقمہ، قیس بن ابی حازم، عبدالرحمن بن یزید نخعی،
یزید بن شریک تیمی، محمد بن عبداللہ بن زید بن عبدربہ انصاری،

اخلاق

مطلع اخلاق دو چمکتے ہوئے ستارون کا نمائش گاہ تھا، اثر پذیری اور امر بالمعروف

اثر پذیری کا یہ عالم تھا کہ اپنے غلام کو مار رہے تھے، پیچھے سے آواز آئی، ابومسعود ذرا سوچ کر ایسا کرو! جس خدا نے اس پر تم کو قادر کیا، اس کو تم پر بھی قدرت دے سکتا ہے! یہ آن حضرتؐ کی آواز تھی، دل پر خاص اثر پڑا، قسم کھاکر عرض کی کہ آیندہ کسی غلام کو نہ مارون گا، اور اس کو آزاد کرتا ہون[1]

امر بالمعروف کا فرض نہایت جوش سے ادا کرتے تھے، مغیرہ بن شعبہ، امیر کوفہ تھے، نماز عصر دیر مین پڑھائی، تو اٹھ کر گئے اور کہا کہ آپ کو معلوم ہے کہ آن حضرتؐ، نماز پنجگانہ حضرت جبریلؑ کے بتانے کے مطابق پڑھتے تھے، اور فرماتے تھے، کہ ھٰذا امرت[2]

سنت کی پوری اتباع کرتے تھے ایک روز لوگون سے کہا کہ جانتے ہو؟ رسول اللہ کس طرح نماز پڑھتے تھے، پھر خود نماز پڑھا کر بتائی[3]

نماز مین خوب مل کر کھڑے ہونا، رسول اللہؐ کی سنت ہے، لوگون نے اس کو چھوڑا تو فرمایا اس کا فائدہ یہ تھا کہ باہم اتفاق تھا، اب تم لوگ دور دور کھڑے ہوتے ہو، اسی وجہ سے تو اختلاف پیدا ہو گیا ہے[4]

---

[1] مسند ص ۲۷۳، ۲۷۴، ج ۵، [2] صحیح بخاری ص ۱۰۷، ج ۲ [3] ص [4] مسند ص ۱۲۲، ج ۴،

حضرت ابو قتادہ رضؓ

نام ونسب | حارث نام، ابو قتادہ کنیت، فارس رسول اللہ لقب، قبیلۂ خزرج کے خاندان سلمہ سے ہین، نسب نامہ یہ ہے، حارث بن ربعی بن بلدمہ بن خناس بن سنان بن عبید بن عدی بن غنم بن کعب ابن سلمہ بن زید بن جشم بن خزرج، والدہ کا نام کبشہ بنت مطہر بن حرام تھا، اور بنو سلمہ مین سواد بن غنم کے خاندان سے تھین

ہجرت سے تقریباً ۱۸ سال پیشتر مدینہ مین پیدا ہوے،

اسلام | عقبۂ ثانیہ کے بعد اسلام قبول کیا،

غزوات | غزوۂ بدر مین شریک نہ تھے، اُحد، خندق اور تمام غزوات مین شرکت کی،

ربیع الاول سنہ ۶ھ مین غزوہ ذی قرد (یا غابہ) پیش آیا، اس مین ان کی شرکت نہایت نمایان تھی، آن حضرتؐ کی اونٹیان ذی قرد نامی ایک موضع مین چرا کرتی تھیں، آن حضرتؐ کے غلام جن کا نام رباح تھا اس کے نگران تھے، چند غطفانی اونٹنیون کو آکر ہانک لے گئے، اور چرواہون کو قتل کردیا، سلمہ بن اکوع ایک مشہور صحابی تھے، اُنھون نے سُنا تو عرب کے عام قاعدہ کے موافق مدینہ کی سمت رُخ کرکے، ,,یاصباحاہ،، کے ۳ نعرے مارے، اور رباح کو، آن حضرتؐ کے پاس دوڑایا، خود غطفانیون کے تعاقب مین رہے، آن حضرتؐ نے مدد کے لئے ۳، سوار بھیجے اور پیچھے خود بھی روانہ ہوئے، سلمہ منتظر تھے، نظر اُٹھی تو اخرم اسدی ان کے پیچھے ابو قتادہ انصاری اور اُن کے پیچھے مقداد کندی گھوڑے اُڑاتے چلے آرہے تھے، غطفانی سوارون کو دیکھ کر فرار ہوئے، لیکن اخرم کو شوق شہادت دامن گیر تھا، غطفانیون کے پیچھے ہوئے عبدالرحمن غطفانی اور ان مین لڑائی کی نوبت آئی جس مین ان کو مرتبۂ شہادت حاصل ہوا،

عبدالرحمن ان کا گھوڑا لیکر جانا چاہتا تھا کہ ابوقتادہؓ پہونچ گئے، اور بڑھ کر نیزہ کا وار کیا، جس سے اس کا بھی قصہ پاک ہوگیا، یہان سے لوٹے تو رسول اللہ صلعم سے ملاقات ہوئی، آپ نے قصہ سن کر فرمایا کان خیر فرساننا الیوم ابوقتادہ (یعنی آج ابوقتادہ بہترین سوار تھے)[1]

شعبان ۸ھ مین آن حضرتؐ نے نجد کے ایک مقام خضرہ کی جانب ۱۵ آدمیون کو روانہ فرمایا، حضرت ابوقتادہؓ ان کے امیر تھے، چونکہ چھاپہ مارنا مقصود تھا، اس لئے رات بھر چلتے اور دن کو کہین چھپ رہتے تھے، خضرہ مین قبیلۂ غطفان آباد تھا، جو غارت گر امن وامان اور مسلمانون کا قدیم دشمن تھا، حضرت ابوقتادہؓ موقع پاکر اچانک جا پڑے، قبیلہ طاقتور تھا، بہت سے آدمی جمع ہوگئے، اور میدان کارزار گرم ہوگیا، لیکن حضرت ابوقتادہؓ نے لوگون سے کہا کہ جو تم سے لڑے اس کو مارنا، ہر شخص سے تعرض ضرور نہین،

اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جنگ کا جلد خاتمہ ہوگیا، اور ۱۵ دن کے بعد سالماً وغانماً مدینہ واپس آئے مال غنیمت یہ تھا، اونٹ ۲۰۰، بکری ۲۰۰۰، بہت سے قیدی،

تمام مال کا خمس نکال کر باقی وہین تقسیم کرلیا گیا، حضرت ابوقتادہؓ کے حصہ مین ایک حسین لڑکی بھی آئی تھی، آن حضرتؐ نے ان سے اپنے لئے مانگی اور محمیہ بن جزء کو دیدی[2]

اس کے کچھ ہی دنون کے بعد رمضان کے مہینہ مین ۸ آدمیون کا ایک سریہ بطن اضم کی طرف بھیجا، حضرت ابوقتادہؓ اس کے بھی سرگروہ تھے، بطن اضم ذی خشب اور ذی مروہ کے درمیان مدینہ سے ۳ منزل کے فاصلہ پر مکہ کی جانب واقع ہے، آن حضرتؐ مکہ پر لشکر کشی کا ارادہ کرچکے تھے، ان لوگون کے بھیجنے کا یہ مدعا تھا، کہ لوگون کو مکہ کا خیال نہ آئے، اور لڑائی سے پہلے یہ راز کسی طرح فاش نہ ہو، ذی خشب پہونچکر معلوم ہوا کہ رسول اللہ مکہ روانہ ہوگئے، یہ لوگ وہان سے چلے اور

۱؎ صحیح مسلم ص ۱۰۱ ج ۲، ۲؎ طبقات حصہ مغازی ص ۹۶،

اور بقیا مین آن حضرت کے لشکر کے ساتھ شریک ہو گئے،[۱]

فتح مکہ کے بعد غزوہ حنین واقع ہوا، لڑائی نہایت سخت تھی، یہان تک کہ بڑے بڑے جانبازون کے قدم اُکھڑ گئے تھے، لیکن حضرت ابو قتادہؓ نے اس مین نہایت شجاعت دکھائی ایک مسلمان اور مشرک مین لڑائی ہو رہی تھی، دوسرا مشرک پیچھے سے حملہ کی فکر مین تھا حضرت ابو قتادہؓ نے مسلمان کو تنہا دیکھ کر اس پر پیچھے سے حملہ کیا، تلوار کندھے پر پڑی جو ذرہ کاٹتی ہوئی آدھے کر ہاتھ تک پہونچی۔ ہاتھ صاف اُڑ گیا، وہ دوسرے ہاتھ سے ان سے دست و گریبان ہوا۔ آدمی تنو مند تھا، اس زور سے دبایا کہ ان کے حواس جاتے رہے، لیکن خون زیادہ نکل چکا تھا، انھون نے موقع پا کر قتل کر دیا، خود کہتے ہین کہ مجھے جان کے لالے پڑ گئے تھے، لیکن قضا اس کی آئی تھی، مکہ کا ایک آدمی اُدھر سے گذر رہا تھا، یہ ہٹے تو اس نے سارا سامان اتار لیا، اس وقت لشکر اسلام مین عجیب سراسیمگی طاری تھی، لوگ میدان سے ہٹ رہے تھے، یہ بھی اسی طرف چلے، ایک مقام پر حضرت عمرؓ کچھ آدمیون کے ساتھ کھڑے تھے، پوچھا کیا بات ہے؟ حضرت عمرؓ نے کہا خدا کی مرضی، اتنے مین لوگ پلٹ پڑے اور میدان مسلمانون کے ہاتھ رہا،

لڑائی کے بعد آن حضرتؐ نے اعلان کیا، کہ جس نے جس کافر کو مارا ہو اس کا مال و متاع ثبوت دینے پر اُس کو دلایا جائیگا، ابو قتادہؓ نے اُٹھ کر کہا میری نسبت کون شہادت دیتا ہے، کسی طرف سے آواز نہ آئی، ۳ مرتبہ ایسا ہی ہوا تو آن حضرتؐ نے فرمایا، ابو قتادہ! کیا معاملہ ہے؟ انھون نے سارا قصہ گوش گذار کیا، ایک شخص بولا سچ کہتے ہین، اسکا سامان میرے پاس ہے لیکن ان کو راضی کر کے مجھے دلوا دیجئے حضرت ابو بکرؓ نے کہا واہ! اس بے انصافی کا کیا ٹھکانا؟ خدا کا شیر مارے اور مال سے محروم رہے اور قریش کی ایک چڑیا مفت مین مزے اڑائے، آن حضرتؐ نے فرمایا حقیقت یہی ہے، بہتر ہے

(۱) طبقات حصہ مغازی ص ۹۶،

کہ اُن کا مال دیدو،

حضرت ابُوقتادہ نے اُس کو فروخت کر کے بنوسلمہ مین ایک باغ خریدا، اسلام لاکر جائداد خریدنے کی یہ پہلی بسم اللہ تھی[۱]

عام حالات عہدِ نبوّت کے بعد خلفائے راشدین میں سے حضرت علی علیہ السّلام کے زمانۂ مبارک مین، امارتِ مکہ پر نامزد ہوئے تھے، لیکن پھر کسی وجہ سے قثم بن عباس امیر بنائے گئے، یہ سنہ ۳۶ھ کا واقعہ ہے، اسی سنہ مین جنگ جمل اور دوسرے سال صفین کا معرکہ ہوا، وہ دونون مین شریک ہوئے سنہ ۳۸ھ مین خوارج نے علمِ بغاوت بلند کیا، جناب امیرؑ نے نہروان پہونچکر مقابلہ کیا، حضرت ابوقتادہؓ اس مین پیادون کے افسر تھے،

وفات سنہ وفات مین سخت اختلاف ہی، بعض کے نزدیک سنہ ۳۸ھ ہے، ان لوگون کے خیال مین کوفہ مین انتقال کیا تھا، اور جناب امیر علیہ السّلام نے نمازِ جنازہ پڑھائی تھی، جس مین ۶ یا ۷ تکبیرین کہین، لیکن صحیح یہ ہے کہ سنہ ۵۰ اور سنہ ۶۰ کے درمیان انتقال کیا، امام بخاریؒ نے اوسط مین یہی لکھا ہے اور اس پر دلائل قائم کئے مین،

حلیہ حلیہ مفصّل مذکور نہین، اتنا معلوم ہے کہ گردن تک بال رکھتے تھے، جس کو جمہ کہتے ہین، کبھی کبھی کنگھی کرتے، آن حضرتؐ نے پراگندہ سر دیکھا تو فرمایا ذرا اُن کو تو درست کرو، آدمی بال رکھے، تو اُن کی خبر گیری بھی کرے، ورنہ رکھنے سے کیا فائدہ؟ اس سے تو گھٹا ہوا سر اچھا ہے،

اولاد چار بیٹے تھے، عبداللہ، معبد، عبدالرحمٰن، ثابت، موخرالذکر ام ولد سے تولد ہوئے تھے، بیوی کا نام سلافہ بنت براء بن معرور بن صخر تھا[۲]، خاندان سلمہ کے نہایت ممتاز گھرانے سے تھین، خود صحابیہ تھین اور جلیل القدر صحابی کی لڑکی تھین،

---

[۱] صحیح بخاری ص ۱۸۱ ج ۲، ومسند احمد ص ۳۰۶ ج ۵، [۲] طبقات ابن سعد ص ۲۰۲ ج ۵،

فضل وکمال حضرت ابوقتادہؓ کی زندگی مقدس نشر قرآن اور اشاعت حدیث مین بسر ہوئی، حدیث مین ان کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ باایں ہمہ کہ برسون رسول اللہ صلعم کے فیض صحبت سے فائدہ اٹھایا تھا، روایت حدیث مین سخت احتیاط کی، آن حضرتؐ سے ایک مرتبہ منبر پر کذب علی الرسول کی حدیث سُنی تھی، اِس کا نتیجہ بیان حدیث مین حزم واحتیاط کی شکل مین نمودار ہوا[۱]

تابعین کی ایک مجلس مین حدیث کا چرچا تھا، ہر شخص قال رسول اللہ کذا۔ قال رسول اللہ کذا کہہ رہا تھا، حضرت ابوقتادہؓ نکلے تو کہا بدنجتو! منہ سے کیا نکال رہے ہو؟ آن حضرتؐ نے جھوٹی حدیث بیان کرنے والون کو جہنم کی وعید سنائی ہے[۲]

روایتون کی تعداد باایں ہمہ تشدد ۱۷۰ ہے، راویون مین صحابہ کبار اور تابعین عظام داخل ہین، حضرت انسؓ بن مالک، حضرت جابر بن عبداللہ، ابو محمد نافع بن الاقرع (ان کے آزاد کردہ تھے) سعید بن کعب بن مالک (بہو کے بھائی تھے) کبشہ بنت کعب بن مالک (بہو تھین) عبداللہ بن رباح، عطاء بن یسار، ابوسلمہ بن عبدالرحمن بن عوف، عمر بن سلیم زرقی، عبداللہ بن معبد زمانی، محمد بن سیرین، نبہان مولی التوأمہ، سعید بن مسیب، ابن منکدر، کہ سپہر حدیث کے آفتاب و ماہتاب ہین، ان کے لمعات فضل سے مستغنی نہیں،

اخلاق وعادات اخوت اسلامی کا یہ عالم تھا کہ ایک انصاری کا جنازہ آن حضرتؐ کے پاس نماز کے لئے لایا گیا، پوچھا اِس پر قرض تو نہین، لوگون نے کہا دو دینار (۱۰ روپے) ہین، فرمایا کچھ چھوڑا بھی ہے؟ جواب ملا کچھ نہین، ارشاد ہوا کہ تم لوگ نماز پڑھ لو، حضرت ابوقتادہؓ نے عرض کی، یا رسول اللہ! اگر مین قرض ادا کردون تو آپ نماز پڑھائین گے، فرمایا ہان، ابوقتادہؓ اُٹھے، جا کر قرض ادا کیا، اور آن حضرتؐ کو خبر کی، آپ نے جنازہ منگا کر نماز پڑھی[۳]

---

[۱] مسند ابن حنبل ص ۲۹۷ ج ۵، [۲] مسند ص ۳۱۰ ج ۵، (۳) مسند ۲۹۷، ۳۰۲، ۳۱۱ ج ۵،

ایک مسلمان پر قرض آتا تھا یہ تقاضا کرنے جاتے تو وہ چھپ رہتا، ایک روز گئے تو گھر میں موجود تھا، اُس کے بچے سے پوچھا اُس نے کہدیا کہ گھر میں بیٹھے کھانا کھا رہے ہیں، پکارا کہ نکلو مجھے معلوم ہو گیا، اب چھپنا بیکار ہے، وہ آیا تو چھپ رہنے کی وجہ پوچھی، اسنے کہا بات یہ ہے کہ میں نہایت تنگدست ہوں، میرے پاس کچھ نہیں اِس کے ساتھ عیالدار بھی ہوں، کہا تم کو خدا کی قسم ایسا ہی ہے، بولا ہاں، حضرت ابو قتادہؓ آبدیدہ ہو گئے، اور اُس کا قرض معاف کر دیا[51]

حضرت ابوبکرؓ نے قتال مرتدین کے لئے لشکر بھیجا تھا حضرت خالدؓ کو لکھا کہ مالک بن نویرہ یربوعی کی طرف جائیں، انھوں نے کسی وجہ سے مالک کو قتل کر ڈالا حضرت ابو قتادہؓ نے بارگاہِ خلافت میں عرض کی کہ میں ان کی ماتحتی میں نہ رہوں گا، انھوں نے ایک مسلمان کا خون کیا ہے[52]،

امر بالمعروف کا جوش اندازہ سے باہر تھا،

ایک مرتبہ چھت پر کھڑے تھے، ستارہ ٹوٹا، لوگ دیکھنے لگے، فرمایا اِس کا زیادہ دیکھنا منع ہے[53]

محبت رسول کا یہ حال تھا، کہ اپنا مال وجان بھی اُس کے سامنے ہیچ تھا، ایک سفر میں آنحضرتؐ کے ساتھ تھے، آپ نے لوگوں سے فرمایا کہ پانی کی خبر لو ورنہ سویرے پیاسے اُٹھوگے لوگ پانی ڈھونڈھنے نکل گئے، لیکن حضرت ابو قتادہؓ، موکب نبویؐ کے ساتھ رہے، آنحضرتؐ اونٹ پر سور رہے تھے، اونگھ میں کسی طرف جھکتے، یہ بڑھ کر ٹیک لگا دیتے، ایک دفعہ گرنے کے قریب تھے انھوں نے ٹیک لگائی تو آنکھ کھل گئی، فرمایا کون؟ عرض کیا ابو قتادہ، فرمایا کب سے میرے ساتھ ہو، کہا شام سے، آنحضرتؐ نے دعا دی کہ حفظک اللہ کما حفظت رسولہ یعنی جس طرح تمنے میری نگہبانی کی، خدا تمھارا نگہبان رہے[54]

فطرتاً نہایت رحیم تھے، اور جانوروں تک پر رحم کرتے تھے، اپنے بیٹے کے گھر گئے، بہو نے

---

[51] مسند ج ۵، ۳۰۸ [52] تاریخ یعقوبی ص ۱۴۸ ج ۲، [53] ر ۲۹۹، [54] مسند ج ۵ ص ۲۹۸ ج ۵،

وضو کے لئے پانی رکھا، بلی آئی اور منہ ڈالکر پانی پینے لگی، حضرت ابو قتادہؓ نے بھگانے کے بجائے برتن اُس کی طرف جھکا دیا کہ خوب اچھی طرح پی لے، بہو کبشہ بولی یہ تماشا دیکھ رہی تھین، کہا بیٹی اس مین تعجب کی کیا بات ہے؟ آنحضرتؐ نے فرمایا ہے کہ یہ نجس نہین، وہ تو گھرون کی آنے جانے والی ہے،(۱)

شکار کا بیحد شوق تھا، آنحضرتؐ کے ہمراہ مکہ جارہے تھے، راستہ سے کچھ ساتھیون کو لیکر الگ ہوگئے، علاقہ پہاڑی تھا، اور ان کو پہاڑ پر تیزی سے چڑھنا آتا تھا، دوستون کو لیکر پہاڑ پر تفریحاً چڑھے، یکایک سب کی نظرین ایک جانب اٹھین، تو ایک جانور نظر آیا، اُنھون نے بڑھ کر دیکھا، پھر پوچھا بتاؤ کون جانور ہے؟ لوگون نے کہا ٹھیک نہین بتا سکتے، بولے گورخر ہے، کہا ہان سچ کہتے ہو، پہاڑ پر چڑھتے وقت کوڑہ بھول آئے تھے، ساتھیون سے کہا میرا کوڑہ اُٹھا لاؤ، یہ لوگ احرام باندھ چکے تھے، اس بناء پر صاف انکار کیا، کہا اچھا نیزہ دیدو، وہ اس پر بھی راضی نہ ہوئے تو خود گھوڑے سے اُتر کر نیزہ اُٹھایا اور اُس کے تعاقب مین روانہ ہوئے گورخر کو مار کر ساتھیون کو آواز دی کہ اِس کے اُٹھانے مین ہاتھ بٹاؤ، لیکن سب نے صاف جواب دیا آخر خود اُٹھا کر لائے، اور گوشت پکایا، لوگون کو کھانے مین بھی تامل تھا، بعضون نے کھایا اور بعض اخیر تک نہ کھانے پر مصر رہے، حضرت ابو قتادہؓ نے کہا اچھا تھوڑی دیر مین بتاؤنگا، رسول اللہؐ سے چل کر پوچھتا ہون، ملاقات ہوئی تو اُس واقعہ کا تذکرہ کیا، آنحضرتؐ نے فرمایا اُس کے کھانے مین کیا مضائقہ؟ خدا نے تمھارے ہی لئے بھیجا تھا، اگر کچھ باقی ہو تو میرے سامنے لاؤ، لوگون نے پیش کیا، آپ نے صحابہ سے فرمایا اُس کو کھاؤ(۲)

نہایت ملنسار تھے، احباب کا ایک حلقہ قائم کیا تھا، حدیبیہ مین جب آنحضرتؐ کے ساتھ

---

(۱) مسند ص ۳۰۳، (۲) صحیح بخاری ص ۵۲۰، ۲۹ ، فتح الباری ج ۹،

مکہ جارہے تھے، راستہ مین یار دوست ہنستے اور مذاق کرتے جاتے تھے، ابو محمد بھی ان کی مجلس کے ایک رکن تھے[1]

خواب بہت دیکھتے تھے، بسا اوقات مہیب اور خوفناک تخیلات سے سونے مین ڈر جاتے اور بیمار پڑجاتے تھے، لیکن بعد مین یہ بات جاتی رہی تھی[2]

حضرت اسیدؓ بن حضیر

نام ونسب | اسید نام، ابویحیٰ وابوعتیک کنیت، قبیلۂ اوس کے خاندان اشہل سے ہین، نسب نامہ یہ ہے، اسید بن حضیر بن سماک بن عتیک بن رافع بن امرء القیس بن زید بن عبد الاشہل بن جشم بن حارث بن خزرج بن عمرو بن مالک بن اوس، مان کا نام ام اسید بنت السکن تھا،

حضرت اسید کے والد حضیر قبیلۂ اوس کے سردار تھے، ایام جاہلیت مین اوس وخزرج مین جو لڑائیان ہوتین، حضیر ہی کے زیر قیادت ہوئین، جنگ بعاث مین کہ تمام لڑائیون کا نچوڑ تھی سپہ سالاری کا علم انہین کے ہاتھ مین تھا،

اُنھون نے نہایت ہوشیاری سے اپنا کام انجام دیا، خزرج کی ریاست عمرو بن نعمان بن جلیہ کے سپرد تھی، وہ نہایت تدبیر سے فوجون کو لڑا رہا تھا، اور اوسی شکست کھا رہے تھے، یہ دیکھ کر حضیر نے انتہائی ثبات قدم کا ثبوت دیا اور خود مقابلہ کو بڑھے جس مین عمرو مارا گیا اور اوس کو کامیابی نصیب ہوئی یہ ہجرت سے ۵ سال قبل کا واقعہ ہے،

---

[1] مسند ۱۰۱، [2] مسند ص ۲۹۵ ج ۵، [3] مسند ۳۰۲، ج ۵،

اسلام | اِس کے ۲ سال بعد بیعت عقبہ ہوئی اور حضرت مصعبؓ بن عمیر اشاعت اسلام کے لئے مدینہ تشریف لائے، حضرت اسید ابھی تک مسلمان نہوئے تھے،

حضرت مصعبؓ نے اسعدؓ بن زرارہ کے مکان مین قیام کیا تھا، وہ وہان ظفر کے قبیلہ مین بیٹھکر قرآن کی تعلیم دیا کرتے تھے، بنو ظفر کے مکانات عبد الاشہل سے متصل واقع تھے، ایک روز باغ مین مسلمانون کو تعلیم دیرہے تھے، سعد بن معاذ اور اسید بن حضیر کو خبر ہو گئی، سعد نے اسید سے کہا کہ انکو جاکر منع کردو کہ ہمارے محلہ مین آیندہ نہ آئین، اگر اسعدؓ بن زرارہ بیچ مین نہ ہوتے تو مین خود جاتا، اسید نیزہ اُٹھاکر باغ کی طرف اسلام کا قلع قمع کرنے روانہ ہوئے، کارکنان قضا نے کہا، مصرعہ

- آمد آن یارے کہ ما می خواستیم -

حضرت اسعدؓ بن زرارہ نے ان کو آتا دیکھ کر داعی اسلام سے کہا کہ یہ اپنی قوم کے سردار ہین اور آپ کے پاس آرہے ہین، ان کو مسلمان بنا کے چھوڑیے گا، اسید آئے اور کھڑے ہوکر پوچھا، تم ہمارے کمزور لوگون کو بیوقوف کیون بناتے ہو؟ اگر اپنی خیریت چاہتے ہو تو ابھی یہان سے چلے جاؤ، مصعبؓ پر اس کا کیا اثر ہوسکتا تھا، فرمایا آپ بیٹھ کر پہلے میری بات سُن لین، اگر پسند ہو تو خیر ورنہ جو مزاج مین آئے کیجئیگا، اسید بیٹھ گئے اور مصعبؓ نے اسلام کی حقیقت بیان کرکے کلام پاک کی چند آیتین پڑھین، جن کو سُن کر اُن پر خاص انزجاری ہوا، اور بے اختیار منہ سے نکلا کہ اس دین مین کیونکر داخل ہوسکتا ہون؟ جواب دیا پہلے نہانا ضروری ہے پھر کپڑے پاک کرنا، کلمہ پڑھنا، اور نماز پڑھنا، اسید اُٹھے اور نہاکر مسلمان ہوئے، چلتے وقت کہا مین جاتا ہون اور دوسرے سردار کو بھیجتا ہون ان کو بھی مسلمان کرنا، وہان سے سعد بن معاذ کے پاس آئے اور اِن کو روانہ کیا،

یہ عقبہ ثانیہ سے پہلے کا واقعہ ہے، بیعت عقبہ ہوئی تو خود بھی شریک ہوئے، آنحضرتؐ نے

اُن کو عبدالاشہل کا نقیب تجویز فرمایا،

غزوات اور دیگر حالات

زید بن حارثہ کو کہ مہاجری اور بڑے رُتبہ کے صَحابی تھے، آن حضرتؐ نے اُن کا اِسلامی بھائی بنایا،

غزوات مین سے بدر کی شرکت مین اختلاف ہے، احد مین شریک تھے، اور ۷۰ زخم کھائے تھے، لڑائی کی شدّت کے وقت جب تمام مجمع رسُول اللہؐ کے پاس سے ہٹ گیا تو یہ ثابت قدم رہے تھے،

غزوۂ خندق مین لڑائی ختم ہونے کے بعد بھی، مسلمان ۱۰ روز تک محصور رہے مشرکین شبخون کے ارادہ سے راتون کو گشت لگاتے تھے، حضرتؐ اسید نے ۲۰۰ آدمی لیکر خندق کی حفاظت کی،[1]

غطفانیون نے لوٹ مار مین زیادہ سرگرمی دکھائی تھی، آن حضرتؐ نے یہ دیکھکر ان کے سردارون (عامر بن طفیل اور زید کو بلایا، دونون نے باتفاق کہا کہ مدینہ کے پھلون مین حصہ دلوائیے تو اُس کی تدبیر کیجا سکتی ہے، اسُید بن حضیر کھڑے تھے، نیزہ سے دونون کا سر ٹھونکا، اور کہا اے لومڑی جا بھاگ ؟ عامر کو یہ الفاظ ناگوار گذرے، پوچھا تم کون ہو، کہا اسید بن حضیر، سوال کیا حضیر کتائب کے بیٹے، کہا ہان، بولا کہ تمھارے باپ، تم سے اچھے تھے، جواب دیا، کبھی نہین، مین تم سے اور اپنے باپ، دونون سے اچھا ہون، کیونکہ وہ کافر مرے،

اِس کے ایک سال بعد اور غزوۂ حدیبیہ سے ایک سال قبل، ابوسفیان نے آن حضرتؐ کے قتل کرنے کو ایک آدمی بھیجا تھا، اسنے چھوٹا سا خنجر کمر مین رکھا اور آن حضرتؐ کو پوچھتا ہوا، عبدالاشہل کی مسجد مین پہونچا، آن حضرتؐ نے صورت دیکھتے ہی فرمایا کہ یہ دھوکا دینے آیا ہے، وہ قتل کے

[1] طبقات ص ۴۹ حصہ مغازی

ارادہ سے آپ کی طرف بڑھا حضرت اسیدؓ نے لنگی پکڑ کر کھینچی جس سے خنجر نیچے گرا، سمجھا کہ اب جان کی خیرت نہین، اُنھون نے اُس کا گریبان مضبوط پکڑ لیا، تا کہ بھاگنے کا قصد نہ کر سکے[۱]

خیبر مین سلمہ بن اکوع کے چچا عامر نے ایک یہودی پر حملہ کیا تھا، تلوار اُچٹ کر خود اُن کے لگی جس سے جان بحق تسلیم ہو گئے، اسیدؓ اور بعض بزرگون کو خیال ہوا کہ چونکہ اپنے ہاتھ سے مرے ہین اس لئے ان کے اعمال رائگان گئے، سلمہؓ نے آن حضرتؐ سے کہا، ارشاد ہوا کہ کہنے والون نے غلط کہا انکو دوہرا ثواب ہے[۲]

فتح مکہ مین رسول اللہؐ مہاجرین اور انصار کے ساتھ تھے، جن کا دستہ تمام لشکر کے پیچھے تھا، اس مین حضرت اسیدؓ کو یہ خصوصیت حاصل تھی کہ آن حضرتؐ اُن کے اور حضرت ابوبکرؓ کے درمیان تھے[۳]

غزوۂ حنین مین قبیلۂ اوس کا جھنڈا اُن کے پاس تھا[۴]

آن حضرتؐ کی وفات کے بعد بیعتِ سقیفہ مین نہایت نمایان حصہ لیا، قبیلۂ اوس سے کہا کہ خزرج سعد بن عبادہ کو خلیفہ بنا کر سیادت عامہ حاصل کرنا چاہتے ہین، اگر اس مین کامیاب ہو گئے تو تم پر ہمیشہ کے لئے تفوق حاصل کر لین گے، اور تم کو خلافت مین کبھی حصہ نہ دین گے، میرے خیال مین ابوبکرؓ سے بیعت کر لینا بہتر ہے، یہ مشورہ کر کے سب کو حکم دیا کہ حضرت ابوبکرؓ سے اُٹھ کر بیعت کرین، چنانچہ قبیلۂ اوس بیعت کے لئے اُٹھا تو سعدؓ بن عبادہ کا تمام زور و قوت ٹوٹ گئی[۵]،

فتح بیت المقدس مین کہ سنہ ۱۶ھ کا واقعہ ہے حضرت عمرؓ کے ساتھ مدینہ سے شام گئے،

وفات سنہ ۲۰ھ مین انتقال کیا حضرت عمرؓ مسند خلافت پر تھے، خود اُن کے مکان سے جنازہ اُٹھا اور بقیع میں لا کر نماز پڑھائی، پھر وہیں دفن کیا،

قرض حضرت عمرؓ سے وصیت کی تھی کہ جائداد اپنے ہاتھ مین لیکر قرض ادا کرین، اس کی یہ آسان

[۱] طبقات ابن سعد ص ۴۰، [۲] حصہ مغازی [۳] صحیح مسلم ص ۹۶ ج ۲، [۴] طبقات ص ۹۰، حصہ مغازی [۵] طبقات ص ۱۴۸، [۶] تاریخ طبری

صورت تھی کہ جائداد فروخت کردی جاتی، لیکن حضرت عمرؓ نے ایسا نہیں کیا، چار ہزار درہم قرض تھا، قرض خواہوں کو بلا کر ۱۰۰۰ درہم سالانہ پر راضی کیا، اس طرح ۴ برس میں پھل فروخت کر کے ان کا کل قرض ادا کردیا، اور جائداد سالم بچ گئی، فرماتے تھے کہ میں اپنے بھائی کے بچوں کو محتاج نہیں دیکھنا چاہتا،

اہل وعیال | بیوی نے عہد نبوی میں انتقال کیا تھا، چنانچہ حضرت عائشہؓ سے منقول ہے کہ حج یا عمرہ سے لوگ واپس ہو رہے تھے، ذوالحلیفہ میں چند انصار کے لڑکوں نے اسیدؓ بن حضیر کو ان کی بیوی کے مرنے کی خبر سنائی، انھوں نے منہ پر کپڑا ڈال کر رونا شروع کیا، حضرت عائشہؓ نے کہا خدا آپکی مغفرت کرے، آپ اس قدر جلیل القدر صحابی ہوکر، ایک عورت کے لئے روتے ہیں، انھوں نے کپڑا اٹھایا اور کہا آپ سچ کہتی ہیں، ہم کو صرف سعد بن معاذ پر رونا چاہئے، آنحضرتؐ ان باتوں کو سنتے رہے[۱]۔

لڑکا غالباً ایک ہی تھا، اور اس کا نام یحییٰ تھا، صحیح بخاری باب نزول السکینۃ والملئکۃ عند قراۃ القرآن میں اس کا تذکرہ آیا ہے[۲]

فضل وکمال | اشاعت قرآن اور نشر حدیث ان کی تمام زندگی کا لب لباب تھا، حدیث براہ راست آنحضرتؐ سے روایت کی، حضرت عائشہؓ، ابوسعیدؓ خدری، انسؓ بن مالک، ابولیلیٰ انصاری، کعبؓ بن مالک جیسے جلیل المنزلت صحابہ، ان کے راویان حدیث کے سلسلہ میں داخل ہیں،

اخلاق وعادات | تزکیہ باطن نے تمام حجاب اٹھادئے تھے، ایک روز رات کو کلام پاک کی تلاوت کر رہے تھے، گھوڑا قریب بندھا تھا، وہ بدکا، انھوں نے پڑھنا بند کردیا تو وہ تھم گیا، دوبارہ پڑھا تو پھر بدکا، ان کو ڈر لگا کہ بچہ پاس لیٹا ہوا ہے، کہیں کچل نہ جائے، تیسری مرتبہ باہر نکل کر دیکھا تو

[۱] مسند [illegible] ج [illegible]، [۲] بخاری ص ۵۰، ج ۲،

آسمان پر ایک سایہ بان نظر آیا جس میں چراغ کی طرح روشنی تھی، قرأت ختم ہو چکی تھی، اس لئے وہ اوپر چڑھتا ہوا نظر سے غائب ہو گیا، صبح اُٹھ کر آن حضرتؐ سے عرض کیا، ارشاد ہوا کہ فرشتے قرأت سننے آئے تھے، اگر تم صبح تک پڑھتے رہتے تو لوگ اُن کو روز روشن میں دیکھ سکتے تھے،[۱]

ایک رات آن حضرتؐ کے پاس سے اُٹھے، سخت اندھیرا تھا چھڑی ہاتھ میں تھی، ایک صاحب اور ہمراہ تھے، آگے ایک روشنی ساتھ ساتھ چلتی تھی، جب راستہ میں الگ الگ ہوئے تو روشنی بھی دونوں کے ساتھ جدا جدا ہو گئی [۲]

اس واقعہ کو لوگوں نے کراماتِ صحابہؓ میں داخل کیا ہے،

نہایت صاف گو تھے، اور اس لئے سینہ کینہ سے پاک تھا، جو بات ہوتی منہ پر کہدیتے تھے، حضرت ابو بکرؓ اس صفت کی وجہ سے تمام انصار پر فضیلت دیتے تھے،

نہایت معزز اور ذی اثر بزرگ تھے، حضرت سعدؓ بن معاذ کے بعد قبیلۂ اوس تمام تر اُن کا تابع فرمان تھا، امارت کا اقتدار دیکھو کہ بیعت سقیفہ میں جبکہ پیشتر سے تمام انصار سعد بن عبادہ کے خلیفہ بنانے پر اتفاق کر کے آئے تھے، ان کی ایک جنبش لب نے تمام نظام خلافت درہم برہم کر دیا،

انھیں عظیم الشان خدمات کے سبب آن حضرتؐ نے فرمایا تھا، نعم الرجل اسید بن حضیر! اور حضرت عائشہؓ فرمایا کرتی تھیں کہ وہ صحابہ کے بہترین اور برگزیدہ ترین افراد میں داخل تھے

حضرت ابو دجانہؓ

| نام ونسب | سماک نام، ابو دجانہ کنیت، قبیلۂ ساعدہ سے ہیں اور سعد بن عبادہ سردار خزرج کے ابن |

[۱] بخاری ۵۰، ج ۲، [۲] بخاری ص ۵۳۷ ج ۱،

عم ہیں، سلسلۂ نسب یہ ہے، سماک بن خرشہ بن لوذان بن عبدود بن زید بن ثعلبہ بن طریف بن خزرج بن ساعدہ بن کعب بن خزرج اکبر،

اسلام | ہجرت سے قبل مسلمان ہوئے،

غزوات اور دیگر حالات | آن حضرت مدینہ تشریف لائے تو عتبہ بن غزوان سے برادری قائم کی، تمام غزوات میں شریک ہوئے،

غزوۂ احد میں آن حضرتؐ نے ایک تلوار لیکر کہا اس کا حق کون ادا کرتا ہے، ابودجانہ بولے اسکا حق میں ادا کرونگا، آن حضرتؐ نے ان کو تلوار عنایت فرمائی[1]، بعض روایتوں میں ہے کہ انھوں نے دریافت کیا اس کا حق کیا ہے؛ فرمایا یہ کہ مسلمان کو نہ مارنا اور کافر سے نہ بھاگنا[2]،

ابودجانہ نے حسب معمول سر پر سرخ پٹی باندھی اور تنتے اکڑتے صفوں کے درمیان اگر کھڑے ہوئے، آن حضرتؐ نے فرمایا یہ چال اگرچہ خدا کو ناپسند ہے، تاہم ایسے موقع پر کچھ ہرج نہیں[3]،

معرکہ کا وقت آیا تو نہایت پامردی سے مقابلہ کیا، اور بہت سے کافر قتل کئے، رسول اللہؐ کی حفاظت میں بہت سے زخم کھائے، لیکن میدان سے نہ ہٹے،

آن حضرتؐ اس جانبازی سے نہایت خوش تھے، مکان تشریف لائے تو حضرت فاطمہ سے کہا کہ میری تلوار دھو ڈالو، حضرت علیؓ بھی آئے اور یہی درخواست کی، ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ آج میں خوب لڑا، آن حضرتؐ نے فرمایا اگر تم خوب لڑے تو سہل بن حنیف اور ابودجانہ بھی خوب لڑے ہیں[4]

غزوۂ بنو نضیر میں مال و اسباب جو کچھ تھا سب رسول اللہ کا حصہ تھا، تاہم آپ نے چند مہاجرین و انصار کو اس میں سے حصہ عنایت فرمایا تھا، ابودجانہؓ کو بھی زمین دی تھی جو الضیعین کے نام سے مال ابن خرشہ مشہور تھی[5]،

[1] صحیح مسلم ص ۳۶۲ ج ۲، [2] اصابہ ص ۵۰ ج ۷، [3] اسد الغابہ ص ۱۸۴ ج ۵، [4] ایضاً ۲۵۳ ج ۲، [5] طبقات ابن سعد

(سیر انصار)

غرض تمام معرکون مین ان کی شرکت نمایان تھی مصنف استیعاب لکھتے ہین[۱]

لہ مقامات محمودۃ فی مغازی رسول اللہ غزوات نبوی مین اُن کو ممتاز درجہ حاصل ہے،

حضرت ابوبکرؓ کے عہد مین جنگ یمامہ مین نہایت جانبازی دکھائی، مسیلمہ کذاب سے جو مدعی نبوت تھا، مقابلہ تھا، اُس کا ایک باغ تھا اور وہ اسی کے اندر سے لڑ رہا تھا، مسلمان گھسنا چاہتے تھے، لیکن دیوار حائل تھی، ابودجانہؓ تھوڑی دیر تک دیکھتے رہے، اُس کے بعد کہا "مسلمانو! مجھ کو ادھر پھینک دو"، اس ترکیب سے اگرچہ مقصد مین کامیابی ہوئی یعنی دیوار کے پار گرے، لیکن پانون ٹوٹ گیا تاہم مشرکین سے دروازہ روکے کھڑے رہے، اور جب تک مسلمان باغ مین داخل نہ ہو گئے جگہ سے نہ ہلے[۲]،

وفات۔ مسلمان اندر پہونچ گئے تو از سرِ نو جوش تازہ ہوا، باایں ہمہ کہ شکستہ پا تھے مسیلمہ کو مارنے کیلئے بڑھے، اور آخر خود بھی شہید ہو گئے،[۳]

فضل وکمال۔ اگرچہ حضرت ابودجانہؓ سے حدیثیں منقول نہین، تاہم ان کی نسبت، صاحب اسد الغابہ لکھتے ہین، وھو من فضلاء الصحابۃ واکابرھم۔ یعنی وہ فضلائے صحابہ مین تھے، اور بڑے رتبہ کے شخص تھے[۴]

اخلاق وعادات۔ جوشِ ایمان کا نظارہ جنگ یمامہ کی جانبازی مین ہو چکا ہے، انسان کو جان سے زیادہ کوئی چیز عزیز نہین، لیکن صحابہ کے نزدیک ایک چیز جان سے بھی زیادہ عزیز اور بیش قیمت تھی اور وہ ایمان ہے، یہی وہ شمع تھی جس پر ابودجانہؓ پروانہ وار نثار ہو گئے،

جب رسول اللہ جنگ احد مین ظاہر ہوتی ہے، جس وقت تمام مجمع آن حضرتؐ کے پاس سے منتشر ہو گیا اور چند آدمی آپ کے ساتھ رہ گئے تھے، دو آدمی آپ کے سپر بنے ہوئے تھے، مصعبؓ بن عمیر اور ابودجانہؓ، اول الذکر جان دیکر ہٹے، اور ابودجانہؓ نے کاری زخم کھا کر فدائیت کا ثبوت[۵]

---

[۱] کتاب مذکور ص ۶۶۲، ج ۲، [۲] اسد الغابہ ص ۳۵۳ ج ۲، [۳] ایضاً ص ۱۸۴، ج ۵، [۴] ایضاً ص ۳۵۲، ج ۲،

شجاعت کا اندازہ بھی انھین واقعات سے کرنا چاہئے، صاحب استیعاب لکھتے ہین، کان بھمۃ من البھم الابطال، یعنی ان کا شمار شہور اور دلیر بہادرون مین تھا،[1] اسد الغابہ مین ہے کہ وہ لڑائی کے وقت سر پر سرخ پٹی باندھتے اور ناز و تبختر سے چلتے تھے،[2]

حضرت ابو الیسر کعب بن عمرو

نام و نسب کعب نام، ابو الیسر کنیت، بنو سلمہ سے ہین، نسب نامہ یہ ہے، کعب بن عمرو بن عباد بن عمرو بن سواد بن غنم بن کعب بن سلمہ بن سعد بن علی بن اسد بن سارده بن نرید بن جشم بن خزرج ماں کا نام نسیبہ بنت ازہر بن مری تھا، اور بنو سلمہ سے تھین،

اسلام عقبۂ ثانیہ مین بیعت کی،

غزوات تمام غزوات مین شریک رہے، غزوۂ بدر مین نہایت جوش سے لڑے، مشرکین کا علم ابو عزیز بن عمیر کے ہاتھ مین تھا، انھون نے بڑھ کر چھین لیا منبہ بن حجاج سہمی کو قتل کیا، اور حضرت عباس رض کو اسیر کرکے آن حضرت کے سامنے لائے، آنحضرت ان کے چھوٹے سے قد اور حضرت عباس رض کے ڈیل ڈول کو دیکھ کر نہایت متعجب ہوئے اور فرمایا کہ عباس کے اسیر کرنے مین ان کی کسی فرشتہ نے اعانت کی، اس وقت ان کا سن کل ۲۰ سال کا تھا،

امام بخاری نے اپنی تاریخ مین بھی ان کی شرکتِ بدر تسلیم کی ہے،

معرکۂ خیبر مین صحابہ قلعون کا محاصرہ کئے تھے، ایک رات کسی یہودی کی بکری قلعہ مین جا رہی تھی، آن حضرت نے فرمایا آجکو اس کا گوشت کون کھلائیگا، ؟ ابو الیسر رض نے کہا مین، اٹھ کر نہایت

(۱) کتاب مذکور ص ۲۱۲ ج ۲، (۲) اسد الغابہ ص ۲۸۴ ج ۵،

تیز دوڑتے ہوئے پہونچے، اور بکریان بھی اندر جارہی تھین، اُنھون نے پیچھے سے دو بکریان پکڑلین اور بغل مین دباکر چلتے ہوئے، لوگون نے ان کو ذبح کرکے گوشت پکایا[۱]

صفین اور دوسری لڑائیون مین جناب امیر علیہ السلام کے ہمرکاب تھے،

وفات: ۵۵ھ مین مدینہ مین انتقال کیا، اصحاب بدر مین یہ سب سے پیچھے فوت ہوئے، خیبر والی حدیث بیان کرکے رویا کرتے اور کہتے تھے کہ مجھ سے فائدہ اُٹھالو، صحابہ مین صرف مین باقی رہ گیا ہون[۲] وفات کیوقت سن ستر سے اوپر تھا، بعض لوگون نے ۱۲۰ سال لکھا ہے، لیکن یہ بداہۃً غلط ہے،

اولاد: ایک لڑکا یادگار چھوڑا، اُس کا نام عمار تھا،

حلیہ: حلیہ یہ تھا، قد کوتاہ، پیٹ بڑا،

فضل و کمال: حدیث کم اور نہایت احتیاط سے روایت کرتے تھے، عبادہ بن ولید سے دو حدیثین بیان کین، لیکن حالت یہ تھی کہ آنکھ اور کان پر انگلی رکھکر کہتے تھے، کہ ان آنکھون نے یہ واقعہ دیکھا اور ان کانون نے آن حضرتؐ کو بیان فرماتے سنا[۳]

تلامذہ مین عبادہ بن ولید، موسیٰ بن طلحہ، عمر بن حکم بن رافع، حنظلہ بن قیس زرقی، صیفی مولیٰ ابوایوب انصاریؓ، اور ربعی بن حراش کا نام داخل ہے،

اخلاق و عادات: نہایت رحیم اور نرم دل تھے، بنوحرام کے ایک شخص پر قرض آتا تھا اُس کے مکان پر جاکر آواز دی، معلوم ہوا کہ موجود نہین، اتنے مین اُس کا چھوٹا لڑکا باہر آیا، اُنھون نے کہا تمھارے باپ کہان ہین، بولا کہ اماں کی چارپائی کے نیچے چھپے ہین، اُنھون نے پکارا کہ اب نکل آؤ، تم جہان ہو مجھے معلوم ہے، وہ باہر آیا اور اپنی فقر کی داستان سُنائی، ابوالیسر کا دل بھر آیا اور کاغذ منگا کر تمام حروف مٹا دے اور کہا اگر مقدرت ہو تو ادا کرنا ورنہ مین معاف کرتا ہون[۴]

[۱] مسند ابن حنبل ص ۴۲۸ ج ۳، [۲] مسند ۴۲۷ ج ۳، [۳] صحیح مسلم ص ۵۰۱ ج ۲، [۴] ایضاً

غلامون کے ساتھ برابری کا برتاؤ رکھتے تھے، عبادہ بن ولیدان سے حدیث سُننے کے لئے آئے دیکھا توان کے غُلام کے پاس کتابون کا ایک پشتارہ ہے، خود ایک چادر اور ایک معافری کی بنی ہوئی لُنگی پہنے ہین، اور غلام کا بھی یہی لباس ہے، عبادہؓ نے کہا عم محترم ! بہتر ہو کہ ایک جوڑا پورا کر لیجئے، یا تو آپ ان کی معافری لیجئے اور اپنی چادر ان کو دیدیجئے اور یا اپنی معافری دیجئے اور ان سے چادر لیجئے، حضرت ابوالیسرؓ نے یہ سُن کر ان کے سر پر ہاتھ پھیرا اور دعا دی اور فرمایا کہ آن حضرتؐ کا حکم یہ ہے کہ جو تم پہنو غلامون کو پہناؤ اور جو تم کھاؤ ان کو کھلاؤ۔[۱]

حضرت ابولبابہؓ

نام ونسب رفاعہ نام، ابولبابہ کنیت، قبیلۂ اوس سے ہین، سلسلۂ نسب یہ ہے، رفاعہ بن عبدالمنذر بن زبیر بن زید بن امیہ بن زید بن مالک بن عوف بن عمرو بن عوف بن مالک بن اوس۔

اسلام عقبۂ ثانیہ مین اسلام لائے، اور نقیب بنائے گئے،

غزوات اکثر غزوات مین شرکت کی، غزوۂ بدر مین خاص امتیاز حاصل کیا، ہر اونٹ پر ۲-۳ آدمی سوار تھے، ابولبابہؓ جس اونٹ پر تھے، شہنشاہ زمان کا موکب ہمایون تھا، جناب امیر علیہ السلام بھی اسی پر تھے وہ لوگ باری باری چڑھتے اُترتے تھے، جب آن حضرتؐ کے اُترنے کی باری آتی، دونون جان نثار عرض کرتے کہ آپ سوار رہین ہم پیدل چلین گے، آن حضرتؐ فرماتے، کہ تم مجھ سے زیادہ چلنے پر قادر نہین، اور نہ مین تم سے زیادہ ثواب سے مستغنی ہون۔[۲]

مدینہ سے ۲-دن کی مسافت پر روحا ایک مقام ہے وہان پہنچ کر آن حضرتؐ نے ابولبابہؓ کو مد

---

[۱] صحیح مسلم ص ۵۰۰ ج ۲، [۲] طبقات ابن سعد ص ۱۴،

مدینہ پر اپنا نائب مقرر کر کے واپس کیا، غنیمت میں جس طرح مجاہدین کا حصہ لگایا تھا، ان کا بھی لگایا،
غزوۂ قینقاع اور غزوۂ سویق میں بھی وہی مدینہ پر آن حضرتؐ کے جانشین تھے[1]،

غزوۂ قریظہ میں کہ ۵ھ میں واقع ہوا تھا، آن حضرتؐ نے اہل قریظہ کا کہ یہودی تھے اور اسلام کے سخت دشمن تھے، محاصرہ کیا، یہ لوگ قبیلۂ اوس کے حلیف تھے، اس بنا پر ابولبابہؓ کو مشورہ کے لئے بلایا وہاں پہونچے تو نہایت تعظیم کی گئی، اس کے بعد اصل مسئلہ پیش ہوا، اور یہودیوں کی عورتیں اور بچے روتے ہوئے سامنے نکل آئے، یہ عجیب دردناک سماں تھا، اس کو دیکھ کر دل بھر آیا، اور کہا کہ میرے خیال میں تم کو آن حضرتؐ کا حکم مان لینا چاہیے، نیز گلے کی طرف اشارہ کر کے بتایا کہ نہ ماننے کی صورت میں قتل کئے جاؤ گے، کرنے کو تو اشارہ کر گئے، لیکن جب یہ خیال آیا کہ خدا اور رسول کی خیانت ہوئی تو پیروں کے نیچے سے زمین نکل گئی، وہاں سے اٹھ کر مسجد نبویؐ آئے اور ایک موٹی اور وزن دار زنجیر سے اپنے کو ایک ستون میں باندھا کہ جب تک خدا توبہ نہ قبول کرے، اسی طرح بندھا رہوں گا،

زیادہ عرصہ گذرا تو آن حضرتؐ نے لوگوں سے دریافت کیا، قصہ معلوم ہونے پر فرمایا، خیر جو کچھ ہوا، اچھا ہوا، لیکن اگر وہ میرے پاس آجاتے تو میں خود استغفار کرتا، غرض ۷، ۸- روز اسی طرح گذرے، نماز اور حوائج ضروریہ کے لئے نکلتے، پھر زنجیر میں ان کی لڑکی باندھ دیتی، کھانا پینا بالکل ترک تھا، کانوں سے بہرے ہو گئے، آنکھیں بھی معرضِ خطر میں پڑ گئیں، اور ناطاقتی سے بیہوش ہو کر زمین پر گر گئے، اب رحمتِ الٰہی کے نزول کا وقت آیا،

آنحضرتؐ، حضرت ام سلمہؓ کے مکان میں تھے، طلوع فجر سے پیشتر آیت توبہ اتری، تو فرط مسرت سے مسکرا اٹھے، ام سلمہؓ نے کہا یا رسول اللہ! خدا آپ کو ہمیشہ ہنسائے، بات کیا ہے؟ فرمایا کہ ابولبابہ کی توبہ قبول ہو گئی، اتنا کہنا تھا کہ یہ خبر تمام شہر میں مشہور ہو گئی، لوگ ابولبابہؓ کو کھولنے آئے، انھوں نے کہا، کہ جب آن حضرتؐ کھولیں گے اس وقت یہاں سے ہٹوں گا، نماز صبح کیلئے

[1] طبقات ابن سعد ص ۱۵، ۲۰

آن حضرتؐ مسجد تشریف لائے تو خود اپنے دست مقدس سے ابو لبابہؓ کو کھولا،

ابو لبابہؓ پر اب مسرت کا ایک عالم طاری تھا، درخواست کی کہ اپنا گھر بار چھوڑ کر آپ کے پاس رہوں گا اور اپنا کل مال صدقہ کرتا ہون، آن حضرتؐ نے فرمایا کہ ایک ثلث صدقہ کرو،[1]

توبہ مین یہ آیتین نازل ہوئی تھین۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَخُونُوا اللَّهَ وَ	مسلمانو! تم اللہ، رسول اور اپنی امانتون مین
الرَّسُولَ وَتَخُونُوا أَمَانَاتِكُمْ وَأَنْتُمْ	خیانت نہ کرو، حالانکہ تم اس کو جانتے ہو، اور
تَعْلَمُونَ، وَاعْلَمُوا أَنَّمَا أَمْوَالُكُمْ وَ	خوب سمجھ لو کہ تمھارا مال اور اولاد آزمائش مین
أَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ وَأَنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ	اور خدا کے پاس بڑا اجر ہے، مسلمانو! تم اگر خدا سے
أَجْرٌ عَظِيمٌ، يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا	ڈروگے تو تم کو ممتاز کرے گا، اور تمھاری
إِنْ تَتَّقُوا اللَّهَ يَجْعَلْ لَكُمْ فُرْقَانًا	برائیان دور کرے گا، اور مغفرت کرے گا،
وَيُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ	اور خدا بڑا
وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ،	فضل کرنے والا ہے،

سنہ ۸ھ مین غزوۂ فتح ہوا، اس غزوہ مین عمرو بن عوف کا جھنڈا ان کے پاس تھا، غزوۂ تبوک مین شریک تھے، بعض لوگون کا خیال ہے کہ اس غزوہ مین شامل نہین ہوئے، اور اسی وجہ سے اپنے کو مسجد کے ستون مین باندھا تھا، لیکن ہمارے نزدیک یہ صحیح نہین، غزوۂ تبوک مین جو مسلمان بلاعذر رہ گئے تھے، صرف ۳ تھے، مرارہ بن ربیع، ہلال بن امیہ، کعب بن مالک، چنانچہ قرآن مجید مین بھی ۳ ہی کا لفظ مذکور ہے، وعلی الثلثة الذین خلفوا،

غزوات نبوت کے بعد بھی عرصہ تک زندہ رہے،

(۱) کتب رجال و مسند ابن حنبل ص ۴۵۳ ج ۳

وفات | سن وفات مین سخت اختلاف ہے، لیکن اسقدر صحیح ہے کہ جناب امیر علیہ السّلام کے عہد مبارک مین وفات پائی،

اولاد | دو لڑکے چھوڑے، سائب، اور عبد الرحمٰن،

فضل وکمال | حضرت ابو لبابہ جلیل القدر صحابی تھے، اور برسون آن حضرت کی صحبت سے مشرف رہے تھے اس اثناء مین بہت حدیثین سُننے کا اتفاق ہوا ہوگا، لیکن باانیہمہ مرویات کی تعداد نہایت قلیل ہے، راویان حدیث کے زمرہ مین بعض اکابر صحابہ داخل ہین، مثلاً عبد اللہ بن عمرؓ و تابعین کا تمام اعلیٰ طبقہ ان کی سند فیض کا حاشیہ نشین ہے، جن مین مخصوص لوگون کے نام یہ ہین،

عبد الرحمٰن بن یزید بن جابر، ابوبکر بن عمرو بن حزم، سعید بن مسیب، سلمان اغر، عبد الرحمن بن کعب بن مالک، سالم بن عبد اللہ بن عمرؓ، عبید اللہ بن ابی یزید، نافع مولیٰ ابن عمرؓ، سائب، عبد الرحمن،

اخلاق | امر بالمعروف کا فرض نہایت جوش سے ادا کرتے تھے،

عبد اللہ بن عمرؓ نے رسول اللہؐ سے سانپ کے مارنے کی حدیث سنی تھی، وہ جہان سانپ دیکھتے، مار ڈالتے تھے، ابو لبابہؓ کا مکان ان کے مکان سے بالکل متصل واقع تھا، ایک روز کہا کہ اپنے گھر کی کھڑکی کھولو، مین اسی طرف سے مسجد جاؤن گا، ابن عمرؓ اُٹھے، اُدھر سے وہ بھی کھول رہے تھے، پٹ کھُلا تو ایک سانپ نظر آیا، عبد اللہؓ نے دوڑ کر مارنا چاہا، اُنھون نے کہا ٹھہرو، آن حضرت نے گھر کے سانپون کے مارنے کی ممانعت فرمائی ہے[۱]

[۱] مسند ابن حنبل ص ۴۵۲، ۴۵۳ ج ۳،

حضرت ابو الہیثم بن التیہان رض

نام و نسب | مالک نام، ابو الہیثم کنیت، قبیلۂ اوس سے ہین، نسب نامہ یہ ہے، مالک بن التیہان بن مالک بن عتیک بن عمرو بن عبد الاعلم بن عامر بن زعوراء بن جشم بن حارث بن خزرج بن عمرو (نبت) بن مالک ابن اوس

زعوراء، عبد الاشہل کا بھائی تھا، اس بنا پر ابو الہیثم، اسید بن حضیر کے ابن عم ہین، بعض لوگون کا خیال ہے کہ عبد الاشہل سے محض حلیفانہ تعلق تھا، دراصل وہ خاندان بلی کے ایک فرد تھے، ابن سعد کی بھی یہی رائے ہے، لیکن کثرت رائے ہمارے ساتھ ہے،

اسلام | وہ جاہلیت ہی مین توحید کے قائل تھے، ابن سعد مین ہے،

وکان اسعد بن زرارۃ وابو الھیثم بن التیھان متکلمان بالتوحید بیثرب، یعنی مدینہ مین اسعد بن زرارہ اور ابو الہیثم بن تیہان، توحید کا خیال ظاہر کرتے تھے[1]

اسعد بن زرارہ، ۶۔ آدمیون کے ساتھ مکہ سے مسلمان ہوکر آئے تو ابو الہیثم رض نے اپنا مسلمان ہونا بیان کیا، اسلام کی تعلیم پیش کی اور آن حضرت صلعم کا تذکرہ کیا، وہ پہلے ہی دین الفطرت کے متلاشی تھے اس صدا کو لبیک کہا، اور مسلمان ہو گئے[2]،

اس کے ایک سال بعد ۱۲۔ آدمیونکا جو وفد مکہ گیا، ابو الہیثم اس مین شامل تھے، آن حضرت صلعم کے دست مقدس پر بیعت کی، دوسرے سال ۷۰۔ آدمیون کے ساتھ گئے، اور بیعت حرب مین شریک ہوئے، کہتے ہین، کہ اس مین سب سے پہلے بیعت کے لئے جس شخص نے ہاتھ بڑھایا وہ ابو الہیثم تھے، بنو عبد الاشہل کا یہی بیان ہے اور موسیٰ بن عقبہ نے امام زہری سے یہی نقل کیا ہے

---

[1] طبقات ص ۱۳۶ ج ۳ قسم ۲ [2] ایضاً

بیانات مختلف ہیں، بنو نجار اسعد بن زرارہ کے تاج عظمت پر سبقت کا طرہ لگاتے ہیں، بنو سلمہ کعب بن مالک کو پیش کرتے ہیں اور بعض لوگ ان سب کے علاوہ براء بن معرور کا نام لیتے ہیں،[۱] بیعت کے بعد نقیبوں کا انتخاب ہوا، بنو عبد الاشہل میں اسید بن حضیر اور ابو الہیثم اس منصب کے لئے پیش کئے گئے،

غزوات | عثمان بن مظعون سے کہ بڑے پایہ کے مہاجری تھے، رشتہ اخوت قائم ہوا، غزوات عہد نبوت میں کسی غزوہ کی شرکت سے محروم نہیں رہے،

وفات | حضرت عمرؓ کی خلافت میں سنہ ۲۰ھ میں وفات پائی، بعض لوگوں کا قول ہے کہ جناب امیر علیہ السلام کے زمانۂ خلافت تک زندہ تھے اور صفین میں ان کی طرف سے لڑکر شہید ہوئے، لیکن یہ صحیح نہیں، واقدیؒ نے صاف تصریح کی ہے کہ ان کے صفین میں شرکت کی خبر بے بنیاد ہے، اس کے ماسوا سنہ ۲۰ میں فوت ہونے پر زہری، صالح بن کیسان، اور حاکم جیسے جلیل القدر محدثین کی روائتیں موجود ہیں، ان کے مقابلہ میں ایک مشکوک اور بے سند روایت کہاں تک قابل اعتبار ٹھہر سکتی ہے؟

فضل و کمال | حدیث کی بعض کتابوں میں چند روائتیں مذکور ہیں، لیکن ان کی صحت پر مشکل سے یقین آسکتا ہے، حضرت عمرؓ کے زمانہ میں حدیثوں کی جو روک ٹوک تھی، اور جس قسم کی حدیثیں بیان کی جاتی تھیں، اُن کو دیکھ کر صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ حدیثیں اُس زمانہ کی نہیں، اس کے ماسوا بلحاظ روایت بھی ان کی صحت مشتبہ ہے، امام ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں،

والروایات عن ابی الھیثم کلھا فیھا	یعنی ابو الہیثم سے جتنی روائتیں ہیں سب
نظر، ولیست تاتی من وجہ یثبت،	مشکوک ہیں ایک بھی پایۂ ثبوت تک نہیں پہونچتی
وذٰلک لتقدم موتہ[۲]	اور اسکا سبب یہ ہے کہ وہ بہت پہلے انتقال کر چکے تھے۔

[۱] اسد الغابہ ص ۱۴۲ ج ۴، [۲] اصابہ ص ۲۰۹ ج ۷،

جب رسول پر ذیل کا واقعہ شاہد عدل ہے:

ایک روز آن حضرتؐ خلاف معمول وقت باہر تشریف لائے، حضرت ابوبکرؓ بھی پہونچے، پوچھا ابوبکر اس وقت کیسے آئے؟ عرض کی حضور کی زیارت کو، تھوڑی دیر مین حضرت عمرؓ بھی آئے، ان سے بھی یہی سوال ہوا، انھون نے کہا یا رسول اللہ اس وقت بھوک یہان لائی، ارشاد ہوا مین بھی بھوکا ہون، تینون بزرگ، ابو الہیثم کے یہان چلے، ابو الہیثم کے پاس کھجور کے باغات اور بکریون کے ریوڑ تھے، لیکن کوئی نوکر نہ تھا، اس لئے تمام کام خود انجام دیتے تھے، اُس وقت وہ گھر مین موجود نہ تھے، مکان پہونچکر آواز دی، تو ان کی بیوی نے کہا پانی بھرنے گئے ہین، کچھ عرصہ مین نظر پڑے تو مشک اُٹھائے چلے آرہے تھے، آن حضرتؐ کو دیکھ کر مشک رکھدی اور لپٹ گئے، اور نہایت ذوق وشوق مین کہنے لگے کہ میرے مان باپ آپ پر فدا، اس کے بعد اپنے باغ مین لے گئے بیٹھنے کے لئے کوئی چیز بچھادی اور خود چھوہارون کی ایک شاخ کاٹ لائے، آن حضرتؐ نے فرمایا چُنے چھوہارے لائے ہوتے، عرض کی، اس مین پکّے، گدّر ہر قسم کے ہین، چاہا کہ جو مرغوب خاطر ہو، آپ اس کو نوش فرمائین، چھوہارے کھلانے کے بعد پانی پلایا، پانی نہایت صاف اور شیرین تھا، آن حضرتؐ نے کھانے کے بعد فرمایا دیکھو، کتنی نعمتین ہین سایہ، عمدہ چھوہارے، ٹھنڈا پانی، خدا کی قسم ان کا قیامت کے دن سوال ہوگا،! ابو الہیثم اپنے معزز مہمانون کو باغ مین چھوڑ کر مکان آئے، اور کھانے کا سامان کیا، آن حضرتؐ نے فرمادیا تھا کہ دودھ دینے والی بکری ذبح نہ کرنا، اُنھون نے ایک بچہ ذبح کرایا اور اُس کو بریان کرکے حضور مین لائے، آن حضرتؐ نے کھانے کے بعد پوچھا کہ تمھارے پاس کوئی نوکر ہے، عرض کیا نہین، فرمایا جب میرے پاس قیدی آئین تو آنا، اسی اثناء مین دو قیدی آئے، ابو الہیثم سے ارشاد ہوا کہ ایک کو پسند کرلو، اُنھون نے آن حضرتؐ پر چھوڑا، آن حضرتؐ نے ایک کو اس بنا پر منتخب کیا کہ وہ نماز پڑھتا تھا، ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ اس سے اچھا

برتاؤ کرنا، غلام کو لیکر گھر آئے اور بیوی سے یہ قول نقل کیا،

بیوی بھی نہایت سمجھ دار تھین، بولین کہ فرمان نبوی کی تعمیل منظور ہے تو ان کو آزاد کردو
اُنھون نے ایسا ہی کیا، آن حضرت کو خبر ملی تو نہایت مسرور ہوئے اور میان بیوی دونون کی
مدح فرمائی،[۱]

حضرت اسعد بن زرارہؓ

نام و نسب — اسعد نام، ابو امامہ کنیت، خیر لقب، قبیلۂ خزرج سے تھے، اور نجار کے خاندان سے وابستہ
تھے، نسب نامہ یہ ہے، اسعد بن زرارہ بن عدس بن عبید بن ثعلبہ بن غنم بن مالک بن نجار بن
ثعلبہ بن عمرو بن خزرج،

بعثت نبوی سے قبل اگرچہ جزیرۂ عرب کا ہر خطہ، کفر و ظلمت کا نشیمن تھا، تاہم اس مبارک زمانہ
سے پیشتر بھی چند نفوس اپنے فطرت سلیمہ کے اقتضاء سے توحید کے قائل ہوگئے تھے، حضرت اسعد بن
ابن زرارہ کا بھی انھیں لوگون مین شمار تھا،[۲]

اسلام — اسی زمانہ مین مکہ سے اسلام کی صدا بلند ہوئی، اسعد بن زرارہ اور ذکوان بن عبد قیس، عتبہ بن
ربیعہ کے پاس مکہ آئے تھے، ان سے آن حضرت صلعم کے حالات بیان کئے، تو ذکوان نے اسعد سے
کہا دونک ھذا دینک، یعنی تم کو جس چیز کی تلاش تھی وہ موجود ہے، اب اس کو اختیار کرو، حضرت
اسعد اٹھ کر بارگاہ نبوت مین حاضر ہوئے اور توحید کے ساتھ رسالت کا بھی اقرار کیا،[۳]

مکہ سے ایمان و اسلام کا جو جذبہ ساتھ لائے تھے، وہ مدینہ آکر ظاہر ہوا، چنانچہ اسلام کی تبلیغ

[۱] جامع ترمذی ص ۳۹۱، [۲] طبقات ص ۱۴۶ ج قسم ۱، [۳] اسد الغابہ ص ۷۱ ج ۱،

شروع کی، سب سے پہلے ابوالہیثم سے ملے، اور اپنے ایمان لانے کا تذکرہ کیا، ابوالہیثم بولے کہ تمہارے ساتھ مین بھی آن حضرت صلعم کی رسالت کا اقرار کرتا ہون[۱]،

اس بناء پر انصار مین جو شخص سب سے پہلے اسلام سے مشرف ہوا وہ حضرت اسعد بن زرارہ ہین بعض لوگون کا خیال ہے کہ وہ عقبۂ اولیٰ مین ۶- آدمیون کے ساتھ مسلمان ہوئے تھے، بہرحال عقبۂ اولیٰ کے دوسرے سال ۱۲- آدمیون کے ساتھ مکہ آئے اور تیسرے سال عقبۂ کبیر کی بیعت مین شرکت کی، کہتے ہین کہ اسعدؓ بن زرارہ نے سب سے پہلے بیعت کے لئے ہاتھ بڑھایا تھا، اس بیعت مین آن حضرت صلعم نے ان کو بنو نجار کا نقیب تجویز فرمایا، حضرت اسعد نقیبون مین سن و سال کے لحاظ سے سب سے چھوٹے تھے،

لیکن اس صغر سنی کے باوجود جوش ایمان پورے اوج پر تھا، حرہ بنی بیاضہ مین جس کو نقیع الخضمات بھی کہتے ہین باجماعت نماز کا انتظام کیا، اور چالیس[۲] آدمیون کے ساتھ جمعہ ادا فرمایا[۳]

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کہ اصحاب عقبہ مین تھے، جمعہ کی اذان سنتے تو حضرت اسعد کے لئے دعاے مغفرت کیا کرتے تھے[۴]، کہ اس کار خیر کی بنیاد اسی خیر مجسم کے مبارک ہاتھون سے پڑی تھی، سچ ہے، من سن سنة حسنة فله اجرها واجر من عمل بها الى يوم القيمة

اسی زمانہ مین انصار نے آن حضرت صلعم کے پاس ایک خط بھیجا کہ ہماری تعلیم اور اشاعت اسلام کے لئے ایک شخص بھیجئے، آن حضرت صلعم نے حضرت مصعب بن عمیرؓ کو داعی اسلام بنا کر مدینہ روانہ فرمایا، تو اسعد بن زرارہؓ نے ان کو اپنے گھر مین مہمان اوتارا[۵]،

ہجرت نبوی کے یادگار وقت مین اگرچہ وحی و الہام کا مامن حضرت ابوایوبؓ کا کاشانہ تھا، تاہم آن حضرت صلعم کی اونٹنی اسعد بن زرارہ کی مہمان تھی[۶]،

۱؎ طبقات ابن سعد ص ۱۴۶ ج ۱ قسم ۱ ، ۲؎ اسد الغابہ ص ۷۱ ج ۱ ، ۳؎ اصابہ ص ۳۲ ج ۱ ، ۴؎ ۵؎ طبقات ص ۸۳ ج ۳ ،

مسجد نبوی کی تعمیر جس مقام پر شروع کی گئی، وہ زمین سہل اور سہیل نامی دو یتیموں کی ملک تھی، جو اسعد بن زرارہ کی نگرانی میں تربیت پاتے تھے، آں حضرت صلعم نے اُن کے مربی سے زمین کی قیمت دریافت کی، تو یتیموں نے عرض کیا کہ ہم صرف خدا سے اُس کی قیمت چاہتے ہیں، لیکن چونکہ آں حضرت صلعم کو بلا قیمت لینا منظور نہ تھا، اس لئے حضرت ابوبکرؓ سے اُس کے دام دلوائے

بعض روایتوں میں ہے کہ اسعد بن زرارہ نے ان یتیموں کو اپنا ایک باغ جو بنی بیاضہ میں تھا، اُس زمین کے معاوضہ میں دیا تھا،[۱]

وفات مسجد نبوی کی عمارت تیار ہو رہی تھی کہ شوال سنہ ۱ھ میں پیغام اجل آیا، حلق میں ایک درد اُٹھا جس کو ذبحہ کہتے ہیں، آں حضرت صلعم عیادت کو تشریف لائے، اور دست مبارک سے سر کو داغا، لیکن یہ درد خود پیغام اجل تھا، اس لئے روح جسم سے پرواز کر گئی، آں حضرت صلعم کو سخت رنج ہوا، فرمایا کیا کہوں، یہ کیسی بُری موت ہوئی، اب یہودیوں کو کہنے کا موقع ہے کہ پیغمبر تھے تو اپنے دوست کو اچھا کیوں نہ کر دیا، حالانکہ ظاہر ہے کہ میں قضا کا کیا علاج کر سکتا ہوں؟ یہ واقعہ غزوۂ بدر سے قبل کا ہے،[۲]

جنازہ کی نماز آنحضرت صلعم نے پڑھائی، اور بقیع میں لیجا کر دفن کیا، کہتے ہیں کہ ہجرت کے بعد یہ پہلی موت تھی، یہ بھی خیال ہے کہ جنازہ کی نماز سب سے پہلے انہیں پر آں حضرت نے پڑھی تھی، اور انصار کے خیال میں بقیع میں سب سے پیشتر دفن ہونے والے مسلمان یہی تھے،

چونکہ اسعد بنو نجار کے نقیب تھے، اس لئے ان کی وفات پر اُس خاندان کے چند ارکان آں حضرت کی خدمت میں آئے اور درخواست کی کہ ان کی جگہ پر کسی کو نقیب تجویز فرمائے، ارشاد ہوا کہ تم لوگ میرے ماموں ہو، اس لئے میں خود تمہارا نقیب ہوں، آں حضرت کا نقیب بننا بنو

۱؎ صحیح بخاری ص ۵۵۵ ج ۱، ۲؎ زرقانی ص ۳۲۲ ج ۱، ۳؎ مسند ابن حنبل ص ۱۳۹ ج ۲، و اسد الغابہ ص ۷۱ ج ۱،

نجار کے لئے ایسا لازوال شرف تھا جس پر وہ ہمیشہ فخر و ناز کیا کرتے تھے،[1]

اولاد حضرت اسعد رضی اللہ عنہ نے دو لڑکیاں چھوڑیں، اور آن حضرت صلعم سے ان کے متعلق وصیت کی، چنانچہ آپ نے ان کا ہمیشہ خیال رکھا اور دونوں کو سونے کی بالیاں جن میں موتی پڑے ہوئے تھے پہنائیں،[2]

حضرت ابو قیس صرمہ رضی اللہ عنہ

نام و نسب صرمہ نام، ابو قیس کنیت، سلسلۂ نسب یہ ہے، صرمہ بن ابی انس قیس بن مالک، بن عدی بن عامر بن غنم بن عدی بن نجار،

اسلام سے پہلے حضرت صرمہ میں چند باتیں تھیں جنھوں نے ان کو تمام قوم میں معزز بنا دیا تھا، دنیا ترک کی، راہب بنے، ٹاٹ پہنا، بت پرستی چھوڑی، اور جنابت سے غسل کیا، ان شریف خصلتوں کے بعد نصرانیت کا خیال ہوا تھا لیکن فطرت نے خلیل بت شکن کے آستانہ پر پہونچایا اور دین حنیفی میں داخل ہو گئے، ایک عبادت گاہ بنائی فرماتے تھے۔ ،اعبد رب ابراھیم! میں ابراہیم کے خدا کی پرستش کرتا ہوں،[3]

اس معبد میں ناپاک مرد اور عورت کو جانے کی اجازت نہ تھی،[4] حضرت صرمہ خود بھی ایسے گھروں میں جہاں جنب اور حائضہ عورت ہو، نہیں جاتے تھے،[5]

اسلام عالم پیری تھا، کہ سرزمین یثرب میں اسلام کا غلغلہ بلند ہوا، اور آن حضرت مدینہ تشریف لائے انھوں نے نہایت جوش سے خیر مقدم کیا، اور مسلمان ہوئے، اس بہجت و انبساط کے موقع پر انھوں نے جو کچھ اشعار لکھے تھے، جو درج ذیل ہیں،

---

(۱) اسد الغابہ ص ۲۰۷ ج ۱ (۲) اصابہ ص ۳۳ ج ۱ [3] اصابہ ص ۱۸۴ ج ۳ [4] اسد الغابہ ص ۸ ج ۵، [5] ایضاً، [6] اصابہ ص ۲۸۲ ج ۳،

ثوی فی قریش بضع عشرۃ حجۃ ۔۔۔ یذکر لو یلقی صدیقا مواتیا
ویعرض فی اھل المواسم نفسہ ۔۔۔ فلم یلق من یؤمن ولم یر داعیا
فلما اتانا واطمانت بہ النوی ۔۔۔ واصبح مسرورا بطیبۃ راضیا
واصبح لا یخشی عداوۃ واحد ۔۔۔ قریبا ولا یخشی من الناس باغیا
بذلنا لہ الاموال من جل مالنا ۔۔۔ وانفسنا عند الوغی والتاسیا
اقول اذا صلیت فی کل بیعۃ ۔۔۔ حنانیک لا تظہر علی الاعادیا[1]

غزوات کی شرکت سے ضعف پیری مانع رہا،

وفات ۱۲۰ سال کے سن میں وفات پائی، اُن کے اشعار سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے،

بدا لی انی عشت تسعین حجۃ ۔۔۔ وعشرا ولا وما بعدھا ثمانیا
فلم الفھا لما صفت وعدوتھا ۔۔۔ بحسبھا فی الدھر الا لیالیا

فضل وکمال حضرت صرمہ جاہلیت کے سعدی تھے، اِن کا موضوع اخلاق تھا، صاحب اسد الغابۃ لکھتے ہیں،

لہ اشعار کثیرۃ حسان فیھا حکم ووصایا[2] اُن کے اکثر اشعار حکمت و نصیحت سے لبریز ہیں

چند شعر یہ ہیں،

سبحوا اللہ شرق کل صباح ۔۔۔ طلعت شمسہ وکل ھلال
عالم السر والبیان لدینا ۔۔۔ لیس ما قال ربنا بضلال
یا بنی الارحام لا تقطعوھا ۔۔۔ وصلوھا قصیرۃ من طول
واتقوا اللہ فی ضعاف الیتامی ۔۔۔ ربما یستحل غیر الحلال

(۱) اسد الغابہ ص ۱۰ ج ۳، (۲) اصابہ ص ۲۴۴ ج ۳، (۳) اسد الغابہ ص ۸۲ ج ۵،

واعلموا ان لليتيم وليا　　عالما يهتدي بغير سؤول

ثم مال اليتيم لا تأكلوه　　ان مال اليتيم يرعاه وال

يابني التخوم لا تخزلوها　　ان خزل التخوم ذو عقال

يابني الايام لا تأمنوها　　واحذروا مكرها ومر الليالي

واجمعوا امركم على البر والتقوى　　وترك الخنا واخذ الحلال

حضرت ابن عباسؓ ان کے ہاں جاتے اور ان کے شعر لاتے تھے۔[۴]

اخلاق | گذشتہ واقعات میں ترک بت پرستی، اخلاق حسنہ کی طرف سبقت، اور رذائل سے اجتناب وتنفر کا تذکرہ ہو چکا ہے، اس سے حضرت صرمہؓ کی فطری صلاحیت معلوم ہوئی ہوگی، ایام جاہلیت میں حق کا قائل ہونا، خدا کی تعظیم وتقدیس بالکل غیر معمولی بات تھی، وہ اپنے اشعار میں اکثر خدا کا تذکرہ کرتے تھے، اور عظمت کے ساتھ کرتے تھے، محمد بن اسحاق صاحب سیرۃ کو چند اشعار ملے تھے،[۵] جن کو ہم بھی اس مقام پر نقل کرتے ہیں،

يقول ابو قيس واصبح ناصحا　　الا ما استطعتم من وصاتي فافعلوا

اوصيكم بالله والبر والتقى　　واعراضكم والبر بالله اول

وان قومكم سادوا فلا تحسدنهم　　وان كنتم اهل الرياسة فاعدلوا

وان نزلت احدى الدواهي بقومكم　　فانفسكم دون العشيرة فاجعلوا

وان ياتِ غرم فادح فارفقوهم　　وما حملوكم في الملمات فاحملوا

وان انتم املقتم فتعففوا　　وان كان فضل الخير فيكم فافضلوا

اسلام لا کر باینہمہ ضعیفی روزہ رکھتے اور دن بھر کھیت میں کام کرتے تھے، ایک روز شام کو

---

[۱] استیعاب ص ۲۰۴، ج ۲، [۲] اسد الغابہ ص ۱۸، ج ۵، [۳] ایضاً ص ۲۰۸۔

مکان آئے، اور افطار کے لئے، کھانا مانگا، اُدھر توقف ہوا، ادھر یہ محنت سے چور تھے، آنکھ لگ گئی، ابتدا اسلام میں قاعدہ تھا کہ افطار کے وقت کوئی سو جائے تو تمام رات اور دوسرے دن تک روزہ رکھتے، بیوی نے سوتا دیکھا تو کہا خیبۃ لکؑ تم پر افسوس ہے، صبح اُٹھے تو سخت نڈھال تھے دن چڑھے غش آگیا، آنحضرتؐ کے پاس آئے، پوچھا اواس کیسے ہو؟ انھوں نے واقعہ بیان کیا،

اُس وقت یہ آیت نازل ہوئی، کلوا واشربوا حتّٰی یتبین لکم الخیط الابیض من الخیط الاسود[۱] یعنی تم لوگ طلوع فجر تک کھانا کھا سکتے تھے، اِس مژدۂ جانفزا کو سن کر تمام لوگ باغ باغ ہو گئے،

حضرت ابو حمید ساعدیؓ

نام ونسب عبدالرحمان نام، ابو حمید کنیت، قبیلۂ خزرج کے خاندانِ ساعدہ سے ہیں، سلسلہ نسب یہ ہے، عبدالرحمن بن سعد بن منذر بن سعد بن خالد بن ثعلبہ بن حارثہ بن عمرو بن خزرج بن ساعدہ، والدہ بھی اسی قبیلہ سے تھیں، ان کا پورا نام یہ ہے، امامہ بنت ثعلبہ بن جبل بن امیہ بن عمرو بن حارثہ بن عمرو بن خزرج،

اسلام (غالباً) ہجرت کے بعد اسلام قبول کیا،

غزوات احد اور مابعد کے تمام غزوات میں شریک ہوئے، وادی القری اور تبوک کی شرکت خود ان کی روایت سے ثابت ہوتی ہے،[۲]

۱؎ صحیح بخاری ص ۲۵۶، ۲۵۷ ج ۱ ۲؎ مسند ص ۴۲۴ ج ۵

وفات	امیر معاویہ کے آخر عہد خلافت یا یزید کے ابتدائی دورِ حکومت میں وفات پائی،
اولاد	ایک لڑکا چھوڑا، منذر نام تھا،
فضل وکمال	اُن کے سلسلہ سے ۲۶ حدیثیں مروی ہیں، حضرت جابر بن عبداللہ، عروہ بن زبیر

عباس بن سہل، محمد بن عمرو بن عطاء، خارجہ بن زید بن ثابت، عبدالملک بن سعید بن سوید، عمرو بن سلیم زرقی، اسحاق بن عبداللہ بن عمرو، سعید بن منذر (پوتے تھے)، عبدالرحمن بن سعید، جیسے اکابر اُن سے حدیث روایت کرتے ہیں،

روایت حدیث میں سخت محتاط تھے، ایک مرتبہ ایک حدیث بیان کی تو فرمایا،

سمع اذنی واَبصر عینی وسلوا زید بن ثابت[1]، اس واقعہ کو میرے کانوں نے سنا اور آنکھوں نے دیکھا، اس کو زید بن ثابت سے پوچھ سکتے ہو،

اس کا سبب جیسا کہ ابو حمید کی حدیث سے ثابت ہے،

آنحضرت کا ارشاد ہے،

ان النبی صلعم قال اذا سمعتم الحدیث عنی تعرفہ قلوبکم وتلین لہ اشعارکم وابشارکم وترون انہ منکم قریب فانا اولاکم بہ واذا سمعتم الحدیث عنی تنکرہ قلوبکم وتنفر منہ اشعارکم وابشارکم وترون انہ منکم بعید فانا ابعدکم منہ،	آن حضرت نے فرمایا جب تم کو کوئی حدیث ملے تو یہ دیکھو کہ تمہارا دل کیا گواہی دیتا ہے، اگر دل بول اُٹھے نفس نرم ہو جائے، اور عقل صحیح سمجھے تو میرا کلام ہونے میں کچھ شک نہیں، اور اگر دل کراہیت کرے، طبیعت متنفر ہو اور بعید از قیاس معلوم ہو تو وہ میرا قول ہرگز نہیں ہو سکتا،

[1] مسند ص ۴۲۴ ج ۵،

یہ حدیث درحقیقت احادیث کے پرکھنے اور جانچنے کی کسوٹی ہے، شارع علیہ السلام کا ہر لفظ احکام، اسرار شریعت، مصالح عامہ، تزکیۂ باطن، اور اثر وتاثیر میں ڈوبا ہوتا تھا، اس بناء پر جو حدیث ان اوصاف سے خالی ہو اس کے جعلی اور موضوع ہونے میں کیا کلام ہو سکتا ہے، صحابہ میں فن درایت اسی کی بدولت پیدا ہوا تھا،

اخلاق | ان کے تمام اوصاف میں حب رسول زیادہ نمایاں ہے، آنحضرتؐ کی خدمت میں خالص دودھ جس کو خوب سرد کیا تھا، پیالہ میں لیکر آئے، چونکہ کھلا لائے تھے، ارشاد ہوا اس کو ڈھانک کے لاتے، خواہ لکڑی ہی رکھ کر[1]

آنحضرتؐ کی نماز اچھی طرح محفوظ رکھی تھی، ایک مرتبہ صحابہ کے مجمع میں جن کی تعداد مسند میں ۱۰ ہے اور ابو قتادہؓ کے بھی وہاں موجود ہونے کا تذکرہ ہے، انہوں نے کہا انا احفظکم لصلٰوۃ رسول اللہ، یعنی مجھے رسول اللہ کی نماز تم سب سے زیادہ یاد ہے[2]

حضرت احیمرؓ

نام ونسب | عمرو نام، احیمر لقب، قبیلۂ اوس سے ہیں، سلسلۂ نسب یہ ہے، عمرو بن ثابت بن وقش بن زغبہ بن زعوراء بن عبدالاشہل، والدہ کا نام لیلی بنت یمان تھا، اور حضرت حذیفہؓ مشہور صحابی کی ہمشیر تھیں،

اسلام | ابتداءً اسلام سے برگشتہ تھے، ان کے قبیلہ کے تمام زن ومرد حضرت سعدؓ بن معاذ کے اشارہ سے مسلمان ہو گئے تھے، لیکن یہ اپنے اسی قدیم مذہب پر قائم تھے،

[1] مسند ج ۵ ص ۴۲۵ [2] بخاری باب سنۃ الجلوس فی التشہد ج ۱،

لیکن غزوۂ اُحد میں جب آں حضرتؐ نے میدان کی تیاریاں کیں، اُن کے دل میں یکایک حق وصداقت کا جوش پیدا ہوا، سنن ابوداؤد میں ہے کہ ایام جاہلیت میں اُن کا سودی لین دین تھا اور قرضداروں کے ذمہ روپیہ بہت باقی تھا، یہ اپنا روپیہ وصول کرکے مسلمان ہونا چاہتے تھے، کیونکہ اِسلام میں سُود کی ممانعت تھی، اُحد کے موقعہ پر غالباً روپیہ وصول ہوچکا تھا، اس بنا پر مسلمان ہونے کا عزم بالجزم کرلیا،

اُحد کی روانگی کے وقت آں حضرتؐ کے ہمراہ تمام صحابہ تھے، جن میں عبدالاشہل بھی شریک تھا اُحیرمؓ محلّہ میں ہر طرف سناٹا دیکھ کر گھبرائے اور پوچھا کہ میرے خاندان کے لوگ کہاں گئے؟ جواب ملا احد صحابہؓ میں جانبازی اور حمایت حق کا جو جذبہ تھا اب ان پر کارگر ہوگیا، چنانچہ زرہ، خود پہنی اور گھوڑے پر سوار ہوکر اُحد کی طرف روانہ ہوئے،

آں حضرتؐ کے پاس پہنچکر کہا لڑوں یا مسلمان ہوں؟ ارشاد ہوا دونوں کام کرو، پہلے مسلمان ہو پھر لڑائی میں شرکت کرو، عرض کی یا رسول اللہ میں نے ایک رکعت نماز بھی نہیں پڑھی، اس صورت میں اگر مارا گیا تو کیا میرے لئے یہ بہتر ہوگا؟ فرمایا ہاں حضرت اُحیرمؓ نے کلمہ پڑھا،

اُحد کی شرکت وشہادت تلوار لیکر میدان کی طرف روانہ ہوئے، مُسلمانوں کو اس کا بالکل علم نہ تھا، انکو دیکھ کر کہا، "تم یہاں سے واپس جاؤ"، جواب دیا کہ میں بھی مسلمان ہوں،

لڑائی شروع ہوئی تو نہایت بہادری سے مقابلہ کیا، اور کفار کی صف میں گھسکر بہت سے زخم کھائے، زخم اتنے کاری تھے کہ اُٹھنے کی بھی تاب نہ تھی، عبدالاشہل کے لوگ شہداء کی تلاش میں نکلے تو دیکھا کہ اُحیرمؓ مردوں میں پڑے ہوئے ہیں ابھی تک کچھ کچھ سانس آرہی تھی، پوچھا تم کہاں؟ شاید قومی حمیت یہاں کھینچ لائی؟ بولے نہیں میں مسلمان ہوکر خدا اور رسول کی طرف سے شریک ہوا،

میدان سے اُٹھا کر گھر لائے گئے، اور تمام خاندان میں یہ خبر مشہور ہوگئی قبیلۂ اشہل کے سردار حضرت سعد بن معاذ نے سنا تو ان کے گھر تشریف لائے اور ان کی بہن سے واقعہ دریافت کیا، ابھی یہ مجمع منتشر نہ ہوا تھا کہ روح مطہر جسم سے پرواز کر گئی، انا للہ وانا الیہ راجعون،

آنحضرت صلعم کو خبر ہوئی تو فرمایا،

عمل قلیلا واجر کثیرا — اس نے عمل تھوڑا کیا لیکن اجر بہت پایا،

بعض روایتوں میں ہے کہ،

انہ لمن اہل الجنۃ — وہ یقیناً جنتی ہے

چونکہ یہ واقعہ اپنی نوعیت کے لحاظ سے اسلام میں ایک عجیب واقعہ ہے، لوگوں نے اس کے یاد رکھنے میں خاص اہتمام کیا، حضرت ابوہریرہؓ اپنے شاگردوں سے دریافت فرماتے کہ کوئی ایسا شخص بتاؤ جس نے ایک وقت بھی نماز نہ پڑھی ہو اور سیدھا جنت میں داخل ہوگیا ہو، جب لوگ جواب نہ دیتے تو فرماتے اصیرم عبدالاشہل؟[1]

حضرت ابوزید عمرو بن اخطبؓ

نام ونسب | عمرو نام، ابوزید کنیت، سلسلۂ نسب یہ ہے، عمرو بن اخطب بن رفاعہ بن محمود بن یسیر بن عبداللہ بن صیف بن نعیم بن عدی بن ثعلبہ بن عمرو بن عامر ماء السماء، اگرچہ عدی بن ثعلبہ کی اولاد تھے تاہم اُن کے برادر خزرج کے نسل سے مشہور ہوئے، اور عرب میں یہ کوئی نئی بات نہیں، صاحب

[1] دیکھو صحیح بخاری وکتب رجال، یہ واقعہ ابوداؤد، مسلم، نسائی، حاکم میں بھی منقول ہے،

اسد الغابہ لکھتے ہین[1]

وکثیرا ما تفعل العرب هذا تنسب | عرب مین بسا اوقات چچا کے مشہور ہونیکی وجہ سے

ولد الاخ الی عمهم لشهرته | بھتیجا بھی انہی کا بیٹا مشہور ہوجاتا ہے،

بعض لوگون نے اِن کو حارث بن خزرج کی اولاد بتایا ہے،

اسلام | ہجرت کے بعد مسلمان ہوئے،

غزوات | ۱۲ غزوات مین شرکت کی[2]

وفات | عہد نبوت کے بعد بصرہ مین مقیم رہے اور یہین ۱۲۰ سال کی عمر پاکر انتقال کیا،

اولاد | حسب ذیل اولاد چھوڑی، بشیر اور عزرہ بن ثابت محارث کی والدہ،

حلیہ | حلیہ یہ تھا، خوب صورت اور میانہ رو[3] تھے، لنگڑا کر چلتے تھے،

فضل وکمال | چند حدیثیں روایت کین، جو صحیح مسلم او سنن مین موجود ہین، راویون مین حسب ذیل اصحاب ہین، علباء بن احمر یشکری، حسن بن ابی الحسن البصری، ابو نہیک ازدی، انس بن سیرین، ابو الخلیل تمیم بن حویص، سعید بن قطن، ابو قلابہ، عمرو بن بجدان، حسن بن محمد عباس، تمیم بن مریض،

اخلاق | حب رسول علانیہ نمایان تھی، اور آنحضرتؐ بھی اُن سے محبت کرتے تھے، ایک مرتبہ جسد اطہر سے کرتا اُٹھا کر فرمایا یہان آؤ اور میری پیٹھ چھوؤ، ہاتھ پیٹھ سے خاتم نبوت پر پہونچا، اور انہون نے اس کو اچھی طرح دیکھا،[4]

ایک مرتبہ آنحضرتؐ نے پانی مانگا، پیالہ مین بال پڑا تھا اُنہون نے جلدی سے نکالا، اس پر آنحضرتؐ نہایت خوش ہوئے، سر اور چہرہ پر ہاتھ پھیرا اور کہا خدایا اسکو صاحب جمال کر[5]، جن لوگون نے اُن کو ۹۳-۹۴ سال کے سن مین دیکھا بیان کرتے ہین کہ سر اور ڈاڑھی مین ایک بال بھی سفید

[1] کتاب مذکور ص ۲۴۰ ج ۵، [2] مسند ص ۳۴۰ ج ۵ [3] ایضاً [4] ایضاً ص ۳۴۰، [5] ایضاً ص ۳۴۱ و ۳۴۱

ہوا تھا،[1] وفات کے وقت جب ۱۲۰ سال کی عمر تھی، سر کے چند بال سفید ہو گئے تھے،[2]

حضرت ابو عمرہ رض

نام و نسب | بشیر نام، ابو عمرہ کنیت، قبیلۂ خزرج کے خاندانِ نجار سے ہیں، سلسلۂ نسب یہ ہے،
بشیر بن عمرو بن محصن بن عمرو بن عتیک بن عمرو بن مبذول (عامر) بن مالک بن نجار،
والدہ کا نام کبشہ بنت ثابت تھا، قبیلۂ نجار سے تھیں، اور حضرت حسان بن ثابت کی ہمشیر تھیں

اسلام | بیعت عقبہ میں مشرف بہ اسلام ہوئے،

غزوات | بدر، احد، اور تمام غزوات میں آنحضرت صلعم کیساتھ شرکت کی، بدر یا احد میں اپنے بھائیوں کے ہمراہ آنحضرت صلعم کے پاس حاضر ہوئے، تو آپ نے فی کس ایک حصّہ اور گھوڑے کو دو حصّے مرحمت فرمائے
معرکۂ صفین میں حضرت علی علیہ السلام کے ساتھ تھے، ایک روایت ہے کہ اس جنگ میں ایک لاکھ درہم سے اعانت بھی کی تھی،[3]

وفات | میدان میں پہونچے تو باا ینہمہ پیرانہ سالی ۳ تیر مارے اور پھر خود روزہ کی حالت میں جام شہادت نوش فرمایا،

اولاد | دو لڑکے چھوڑے، بیوی کا نام معلوم نہیں مقوم بن عبد المطلب کہ آنحضرت صلعم کے چچا تھے ان کی بیٹی تھیں،[4]

---

[1] مسند ص ۱۴۱ ج ۵ [2] ایضاً، [3] تہذیب ص ۱۰۶ ج ۱۲، [4] اصابہ ص ۱۲۸،

حضرت اوس بن خولیؓ

نام و نسب | اَوس نام ابولیلیٰ کنیت قبیلۂ خزرج سے ہیں، نسب نامہ یہ ہے، اوس بن خولی بن عبداللہ بن حارث بن عبید بن مالک بن سالم بن غنم بن عوف بن خزرج بن الحارث بن الخزرج،

اسلام | ہجرت کے بعد مسلمان ہوئے،

غزوات | شجاع بن وہب اسدی سے مواخاۃ ہوئی، بدر، احد، اور تمام غزوات میں شریک ہوئے[1] ابن ابی الحقیق یہودی کے قتل کو جو سریہ گیا تھا، اس میں بعض کے خیال کے مطابق یہ بھی شامل تھے[1]

عمرۃ القضا میں آنحضرت کے ہم رکاب تھے، چونکہ آنحضرت کو قریش سے فریب کا خوف تھا، مرالظہران میں ٹھہر کر، اوس کو دو سو آدمی دیئے، اور اسلحہ کے ساتھ بطن یاجج کی طرف روانہ کیا، اوس ذی طوی پہونچکر مقیم ہوئے[2]

آنحضرتؐ نے انتقال فرمایا تو گھر کے اندر حضرت عباس، حضرت علی، فضل، قثم، اور شقران کے سوا کوئی نہ تھا، صحابہ میں ہر شخص اندر جانے کا متمنی تھا لیکن ان بزرگوں نے ہجوم کے خوف سے دروازے بند کرلئے تھے، انصار نے متفقاً آواز دی کہ ہم آنحضرت کے ننہالی اعزہ ہیں اور ہمارا اسلام میں جو رتبہ ہے وہ سب کو معلوم ہے، ادھر اوس بن خولیؓ نے حضرت علیؑ کو اپنے بلانے کے لئے قسم دی، حضرت علیؓ نے کہا کہ ایک شخص آسکتا ہے کسی کو منتخب کرلو، سب نے اوسؓ پر اتفاق کیا، تو دروازہ کھلا اور وہ اندر جاکر بیٹھ گئے،

لیکن اس کے بعد اُٹھے اور پانی پہونچانے کی خدمت انجام دی، چونکہ قوی آدمی تھے، ایک

---

[1] اصابہ ص ۵۸ ج ۱، [2] ایضاً و طبقات ابن سعد ص ۸۸ ج ۲ قسم ۱،

ہاتھ سے گھڑا اُٹھا کر لاتے تھے[1]،

دفن کا وقت آیا تو اہل بیت کے ساتھ اوس بن خولی بھی لحد میں اترے[2]،

وفات حضرت عثمانؓ کے زمانۂ خلافت میں انتقال کیا، یہ اُن کے محاصرہ سے قبل کا واقعہ ہے

فضل وکمال شہسواری، کتابت، اور تیرنا خوب جانتے تھے، جو شخص عرب میں ان چیزوں کا ماہر ہوتا تھا اُس کو کامل کہتے تھے، چنانچہ اِن کے متعلق بھی لوگوں کا یہی خیال ہے، صاحب اسد الغابہ لکھتے ہیں

کان من الکملة[3]۔ کاملین میں تھے

حضرت ابوعبس بن جبر رضہ

نام ونسب عبد الرحمن نام، ابوعبس کنیت، قبیلۂ اوس کے خاندان حارثہ سے ہیں، سلسلۂ نسب یہ ہے، عبد الرحمن بن جبر بن عمرو بن زید بن جشم بن مجدعہ بن حارثہ بن حارث بن خزرج بن عمرو بن مالک بن اوس، جاہلیت میں عبد العزیٰ نام تھا، آنحضرتؐ نے بدل کر عبد الرحمن رکھا،

اسلام ہجرت سے قبل مسلمان ہوئے، اور ابوبردہ کو ہمراہ لے کر بنو حارثہ کے بُت توڑے[4]،

جیش بن حذافہ سے برادری قائم ہوئی

غزوات تمام غزوات میں شریک ہوئے، غزوۂ بدر میں ۴۸ سال کا سن تھا،

بنو نضیر میں کعب بن اشرف ایک یہودی تھا، رسول اللہ اور مسلمان سب اس سے پریشان تھے، انصار کی ایک جماعت اس کے قتل کے لئے آمادہ ہوئی حضرت ابوعبس بھی ان میں شامل تھے

وفات ۳۴ھ میں انتقال کیا، بیمار پڑے، حضرت عثمانؓ عیادت کو تشریف لائے[5] لیکن مرض اور

---

[1] طبقات ص ۱۶۱ و ۱۲۰ و ۶۳ ج ۳ قسم ۲، [2] ایضاً ص ۶۷، [3] کتاب مذکور ص ۱۴۵ ج ۱، [4] اصابہ ص ۱۲۷ ج ۷، [5] ایضاً

پیری نے جانبر نہ ہونے دیا حضرت عثمانؓ نے نماز جنازہ پڑھی، اور بقیع میں لیجا کر دفن کیا، ابو بردہ بن نیار، محمد بن سلمہ، قتادہ بن نعمان، سلمہ بن سلامہ بن وقش جیسے اکابر قبر میں اُترے، وفات کے وقت عام روایت کے مطابق ہفتاد سالہ تھے، لیکن یہ صحیح نہیں، اوپر گذر چکا ہے کہ بدر میں ۴۰ برس کا سن تھا، اس لحاظ سے اُن کی عمر ۸۰ سال قرار پاتی ہے۔ استیعاب کے ایک نسخہ میں ۷۰ کے بجائے ۹۰ سال مذکور ہے[1]،

اولاد | محمد اور زید دو لڑکے چھوڑے،

حلیہ | آنحضرتؐ کی زندگی ہی میں آنکھ جاتی رہی تھی، آپ نے ان کو ایک عصا دیا کہ اس کو لیکر چلنے میں روشنی معلوم ہوگی ضعیفی میں جب بال سفید ہو گئے، مہندی کا خضاب لگاتے تھے،

فضل و کمال | ایام جاہلیت ہی میں علم کا شوق تھا، صاحب اسد الغابہ لکھتے ہیں،

کان یکتب بالعربی قبل الاسلام[2] — اسلام سے قبل وہ عربی لکھ لیتے تھے،

مسلمان ہو کر قرآن و حدیث سیکھی، ۵ حدیثیں اِن کے سلسلہ سے ہم تک پہونچی ہیں جن کے روایت کرنے والے رافع بن خدیج کے پوتے عبایہ ہیں،

حضرت ابو زیدؓ

نام و نسب | قیس نام، ابو زید کنیت، قاری لقب، قبیلہ خزرج سے ہیں، نسب نامہ یہ ہے، قیس بن السکن بن قیس بن زعورا بن حرام بن جندب بن عامر بن غنم بن عدی بن نجار، حضرت انسؓ

[1] استیعاب ص ۹۰ ج ۲، [2] اسد الغابہ ص ۳۰۰ ج ۳،

بن مالک صحابی مشہور کے چچا ہوتے تھے،

غزوات | غزوۂ بدر میں شریک ہوئے،

وفات | خلافت فاروقی میں جسر ابو عبید کے معرکہ میں شہادت پائی، یہ ۱۵ھ کی اخیر تاریخوں کا واقعہ ہے

اولاد | کوئی صلبی یادگار نہ تھی، اس لئے حضرت انسؓ کو ترکہ پہونچا،

فضل وکمال | معنوی یادگاریں بہت ہیں اور لاکھوں سے متجاوز ہیں، حضرت ابو زید انصار کے ان چار حفاظ میں ہیں جنہوں نے آنحضرتؐ کی زندگی میں پورا قرآن یاد کر لیا تھا، اس بناء پر آج جس قدر حافظ موجود ہیں ان کا سلسلۂ روایت ان بزرگوار تک منتہی ہوتا ہے،

حضرت ابو اسیدؓ ساعدی

نام ونسب | مالک نام، ابو اسید کنیت، قبیلۂ خزرج سے ہیں، نسب نامہ یہ ہے، مالک بن ربیعہ بن بدن بن عامر بن عوف بن حارثہ بن عمرو بن خزرج بن ساعدہ بن کعب بن خزرج اکبر

اسلام | ہجرت سے قبل اسلام لائے،

غزوات | تمام غزوات میں شرکت کی، غزوۂ بدر کی شرکت صحیح بخاری میں مذکور ہے، فتح مکہ میں بنو ساعدہ کا جھنڈا ان کے پاس تھا،

وفات | سنہ ۶۰ھ میں بمقام مدینہ انتقال فرمایا، بدریین میں سب سے اخیر فوت ہوئے، اسوقت

---

۱ اصابہ ص ۲۵۵ ج ۵، ۲ صحیح بخاری ص ۴۳۰، ج ۲، کتاب مذکور ص ۴۶۹، ج ۲،

عمر شریف ۸۰ سال تھی،

اولاد حسب ذیل اولاد چھوڑی، حمید، زبیر، منذر، حمزہ، اِن کی اولاد مدینہ اور بغداد مین سکونت رکھتی تھی،

حلیہ حلیہ یہ تھا، قد کوتاہ، بال گھنے، سر اور ڈاڑھی سفید، کبھی خضاب بھی لگاتے تھے، حضرت عثمانؓ کے دور خلافت مین آنکھ جاتی رہی تھی،

فضل وکمال آن حضرت سے چند حدیثین روایت کین، راویون مین اصحاب ذیل داخل ہین حضرت انسؓ بن مالک، حضرت سہلؓ بن سعد، عباس بن سہل، علی بن عبید، ابو سعید، ابو سلمہ عبد الملک بن سعید، ابن سوید، ابراہیم بن سلمہ بن طلحہ، قرہ بن ابی قرہ، یزید بن زیاد،

"ب"

حضرت براءؓ بن مالک

نام ونسب | براءؓ نام، حضرت انسؓ بن مالک مشہور صحابی کے علاتی بھائی ہیں، ماں کا نام سحماء تھا، بعض لوگوں نے ان کو حضرت انسؓ کا حقیقی بھائی قرار دیا ہے، لیکن یہ صحیح نہیں، حضرت ام سلیمؓ کی جسقدر اولاد پیدا ہوئی، رجال کی کتابوں میں بالتفصیل مذکور ہے، اُس میں براءؓ کا کہیں نام نہیں،

اسلام | انصار مدینہ کے سربرآوردہ اشخاص تو مکہ جاجاکر مسلمان ہوچکے تھے، عام طبقہ ہجرت نبوی سے پیشتر اور بعد تک حلقہ اسلام میں داخل ہوتا رہا، حضرت براءؓ اسی زمانہ میں مسلمان ہوئے ہوں گے،

غزوات | بدر میں شریک نہ تھے، اُحد سے لیکر باقی غزوات میں شرکت کی، اور جنگ یمامہ میں جو مسیلمہ کذاب (مدعی نبوت) سے ہوئی تھی، نہایت نمایاں حصہ لیا، حضرت خالدؓ سردار لشکر تھے، براءؓ نے کہا کہ تم اٹھو، وہ گھوڑے پر سوار ہوئے اور حمد وثنا کے بعد مسلمانوں سے کہا، "مدینہ والو! آج مدینہ کا خیال دل سے نکالدو، آج تمکو صرف خدا اور جنت کا خیال رکھنا چاہئے"، اس تقریر سے تمام لشکر میں جوش کی ایک لہر پیدا ہوگئی اور لوگ گھوڑوں پر چڑھکر ان کے ساتھ ہوگئے،

ایک سردار سے مقابلہ ہوا، وہ بڑے ڈیل ڈول کا آدمی تھا، اُنھوں نے اس کے پاؤں پر تلوار ماری، وار اگرچہ خالی گیا تھا لیکن وہ ڈگمگاکر چت گرا، ساتھ ہی اُنھوں نے اپنی تلوار میان میں رکھکر اُس کی تلوار چھین لی اور ایسا صاف ہاتھ مارا جس سے وہ دو ٹکڑے ہوگیا،

اس مرحلہ سے فارغ ہوکر برق وباد کی طرح مرتدین پر ٹوٹ پڑے، اور ان کو ڈھکیل کر باغ کی دیوار تک ہٹادیا، باغ میں مسیلمہ موجود تھا، اہل یمامہ اپنے پیغمبر کے لئے ایک آخری لڑائی لڑے، لیکن کب تک آخر حقیقی جوش مصنوعی جوش پر غالب آیا، اور حضرت براءؓ نے مسلمانوں سے کہا، "لوگو! مجھکو دشمن کے لشکر

مین پھینک دو"، وہان پہونچ کر ایک فیصلہ کن جنگ کی، اور باغ کی دیوار پر چڑھ کر دوسری طرف کود گئے، حامیان مسیلمہ آمادۂ کارزار ہوئے، لیکن اُنھون نے موقع پاکر جلدی سے دروازہ کھولدیا، اسلامی لشکر فاتحانہ باغ مین داخل ہوا اور مسیلمہ کذاب کی جماعت کو شکست فاش دی،

اِس جانبازی سے بدن چھلنی ہوگیا تھا، ۸۰ سے زاید تیر، تلوار اور نیزہ کے زخم لگے تھے، سواری پر خیمہ مین لائے گئے، ایک مہینہ تک علاج ہوتا رہا، اس کے بعد شفا پائی حضرت خالدؓ فلالت کے پورے زمانہ تک اُن کے ہمراہ رہے،

حریق کے معرکہ مین جو عراق مین ہوا تھا، نہایت جانبازی دکھائی، شہر کے ایک قلعہ پر حملہ کرنا تھا، دشمنون نے گرم گرم کانٹے دار زنجیرین دیوار پر ڈال رکھی تھین، کوئی مسلمان دیوار کے قریب پہونچتا، تو وہ اس کو اوپر اُٹھا لیتے تھے، حضرت انسؓ دیوار پر چڑھنے کے لئے پہونچے، قلعہ والون نے ان کو بھی زنجیر سے اُٹھانا چاہا، وہ اوپر کھنچ رہے تھے کہ براءؓ کی نظر پڑ گئی، خود دیوار کے پاس آئے اور زنجیر کو اس زور سے جھٹکا دیا کہ اوپر کی رسی ٹوٹ گئی اور حضرت انسؓ نیچے گرے، زنجیر پکڑنے سے حضرت براءؓ کے ہاتھ کا تمام گوشت نُچ گیا تھا، صرف ہڈیان چمکتی پڑتی تھین،

تستر (فارس) کے معرکہ مین وہ میمنہ کے افسر تھے، اُنھون نے تنہا ۱۰۰ سو آدمی قتل کئے اور جس قدر شرکت مین مارے اُن کا حد و شمار نہین،

وفات | ہنوز یہ معرکہ جاری تھا، اور قلعہ فتح نہ ہوا تھا، کہ ایک دن حضرت انسؓ اُن کے پاس گئے، وہ گانے مین مشغول تھے، کہا کہ خدا نے آپ کو اس سے اچھی چیز عطا فرمائی ہے (یعنی قرآن)، اُس کو لحن سے پڑھئے، فرمایا شاید آپ کو یہ خوف ہے کہ "کہین بستر پر میرا دم نہ نکل جائے، لیکن خدا کی قسم ایسا نہ ہوگا، مین جب مرون گا، میدان مین مرون گا،

آنحضرت صلعم نے اُن کے متعلق ایک حدیث مین فرمایا تھا کہ "بہت سے پراگندہ مو، غبار آلود جن کی

لوگون مین کوئی وقعت نہین ہوتی، جب خدا سے قسم کھا بیٹھتے ہین تو وہ اُن کی قسم کو پورا کر دیتا ہے، اور براؓ بھی انھین لوگون مین ہین"، اِس بناء پر مسلمانون کو تستر مین جب ہزیمت ہوئی تو اُن کے پاس آئے، کہ آج خدا سے قسم کھائیے، فرمایا اَے خدا مین تجھکو قسم دیتا ہون کہ مسلمانون کو فتح دے اور مجھکو رسول اللہ صلعم کی زیارت سے مشرف کر!!

اِس کے بعد فوج کو لیکر خود حملہ کیا، زرارہ کا مرزبان کہ سلطنتِ فارس کے چیدہ اُمرا مین تھا مقابلہ آیا، انھون نے اُس کو قتل کر کے سامان پر قبضہ کر لیا، پھر نہایت جوش سے مارتے دھاڑتے پھاٹک تک پہونچے عین پھاٹک پر ہرمزان کا سامنا ہوا، دونون مین خوب لڑائی ہوئی اور حضرت براؓ شہید ہوئے، تاہم میدان مسلمانون کے ہاتھ رہا، یہ سنہ ۲۰ھ کا واقعہ ہے

فضل و کمال حضرت براؓ آنحضرتؐ کے مخصوص صحابہ مین تھے، وہ برسون بساطِ نبوت کے حاشیہ نشین رہے، سینکڑون اور ہزارون حدیثین سُنی ہونگی لیکن تعجب ہے کہ اُن کی روایت کا سلسلہ آگے نہ بڑھ سکا مصنفِ استیعاب لکھتے ہین،

کان البراء بن مالک احد الفضلاء (استیعاب ص ۵۷ ج ۱) براء فضلاء صحابہ مین تھے،

شاید جہاد کی مصروفیت حدیث بیان کرنے سے مانع رہی ہو،

اخلاق و عادات انتہا درجہ کے جری اور بہادر تھے، حضرت عمرؓ اسی وجہ سے اِن کو کسی فوج کا افسر نہین بناتے تھے، افسران کو لکھے کہ خبردار! براء کو امیر نہ بنانا، وہ آدمی نہین، بلا ہین، سامنے ہی جائین گے"،

گانے کا بہت شوق تھا، اور آواز اچھی پائی تھی، ایک سفر مین رجز پڑھ رہے تھے، آنحضرتؐ نے فرمایا ذرا عورتون کا خیال کرو، اس پر انھون نے سکوت اختیار کیا،

حضرت براءؓ بن عازب

نام و نسب براءؓ نام، ابو عمارہ کنیت، خاندانِ حارثہ سے ہیں، نسب نامہ یہ ہے، براءؓ بن عازب بن حارث بن عدی بن جشم بن مجدعہ بن حارثہ بن حارث بن خزرج بن عمرو بن مالک بن اوس، ننہال کی طرف سے حضرت ابو بردہ بن نیار جو غزوۂ بدر میں انحضرت صلعم کا ہمرکاب رہے تھے، اور قبیلۂ بلی سے تھے،[1] ان کے ماموں تھے پیشتر وہ اپنی سسرال کے حلیف بھی بن چکے تھے،

حضرت براءؓ کے والد عازب، صحابی تھے، صحیحین میں ان کا ایک قصہ مروی ہے، اور وہ یہ کہ حضرت ابو بکرؓ نے ان سے اونٹ کا پالان خریدا اور کہا اس کو اپنے بیٹے سے اٹھوا کر میرے ساتھ بھیجئے، جواب دیا پہلے ہجرت کا قصہ سنائیے[2] پھر آپ جا سکتے ہیں،

اسلام مدینہ میں دعوتِ اسلام عام ہو چکی تھی، ماموں عقبہ میں بیعت کر چکے تھے، باپ نے بھی توحید و رسالت کا اقرار کر لیا تھا، بیٹے نے انھیں دونوں خاندانوں میں تربیت پائی تھی،

غزوات اور دیگر حالات مسلمان ہو کر احکام و مسائل کے سیکھنے میں مصروف ہوئے، مصعب بن عمیرؓ اور ابن مکتومؓ کی درسگاہ کتاب و سنت کا مرکز بنی ہوئی تھی، انہوں نے وہیں تعلیم پائی، پیشتر قرآن مجید پڑھنا شروع کیا، انحضرت صلعم مدینہ تشریف لائے تو سبح اسم ربک الاعلیٰ کی سورۃ زیر درس تھی،[3]

غزوۂ بدر میں اگرچہ کمسن تھے، تاہم جوشِ ایمان عین شباب پر تھا، رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ نے لڑائی کے ناقابل سمجھ کر واپس کر دیا،[4]

غزوۂ احد میں پانزدہ سالہ تھے، لڑائی میں شریک ہوئے،[5] خندق،[6] حدیبیہ،[7] خیبر،[8] میں بھی شرفِ شرکت حاصل تھا

غزوۂ حنین میں نہایت پامردی سے مقابلہ کیا، ایک شخص نے پوچھا حنین میں تم بھاگ گئے تھے؟ فرمایا ہرگز

---

[1] اصابہ حالات ابو بردہ، [2] مسند ص ۲۸۲ ج ۴، [3] صحیح بخاری ص ۵۰۷ ج ۱، [4] ایضاً ص ۵۶۰ ج ۱، [5] ایضاً ص ۵۶۴ ج ۲، [6] ایضاً ص ۵۷۹،

مین یہ شہادت دیتا ہون کہ رسول اللہ نے پیٹھ نہین پھیری، جلد باز لوگ، البتہ دور دور تک پھیل گئے تھے،[1]

اِس روایت سے لوگون نے براءؓ کے عدم فرار پر استدلال کیا ہے، کہ بھاگنے کی صورت مین وہ ان واقعات کو دیکھ نہ سکتے تھے جن کے بچشم خود دیکھنے کے مدعی ہین، مسند کی ایک روایت بھی اُس کی تائید مین پیش کیجا سکتی ہے، اُس مین اُس واقعہ کو[2] بایں لفظ مذکور ہے،

قال رجل للبراء وهو يمزح معه[3] — یعنی براءؓ سے ایک شخص نے مذاق مین پوچھا،

اِس سے معلوم ہوا کہ براءؓ کا نہ فرار ہونا اس عہد مین ایک مشہور بات تھی، اور سائل کا سوال صرف مذاق پر مبنی تھا،

غزوۂ طائف کے بعد اور حجۃ الوداع سے قبل آنحضرت صلعم نے حضرت خالدؓ کو کچھ لوگون کے ہمراہ یمن روانہ کیا، حضرت براءؓ بھی ساتھ تھے، اُن کے پیچھے حضرت علی علیہ السلام کو بھیجا اور فرمایا کہ اصحاب خالدؓ مین جو لوگ وہان رہنا چاہین تمھارے ساتھ رہ سکتے ہین اور جو آنا چاہتے ہون، مدینہ چلے آئین، حضرت براءؓ یمن مین ٹھہر گئے اور وہان بہت اوقیے مال غنیمت حاصل کیا،[4]

غرض عہد نبوت کے وہ غزوات جن مین آنحضرتؐ کی بہ نفس نفیس شرکت تھی، اُن مین سے ۱۵ مین شرف شمولیت حاصل کیا،[5] غزوات کے ساتھ اگر دیگر واقعات بھی ملادیے جائین، تو آنحضرتؐ کے ہمراہ سفر کرنے کی تعداد ۱۸ ہو جاتی ہے[6]

۲۲ھ (خلافت فاروقی) مین رے فتح کیا، غزوۂ تستر مین حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کے ہمراہ تھے، اور جناب امیر علیہ السلام کے عہد خلافت مین جو لڑائیان ہوئین، سب مین حضرت علیؓ کی طرف سے شریک ہوئے، کوفہ مین ایک مکان بنالیا اور وہین سکونت اختیار کی،

حاشیہ صفحہ گذشتہ [8] بخاری ص ۵۸۹ [9] بخاری ۶۱۰ [10] بخاری ۶۰۷،

حاشیہ صفحہ ہذا، [1] بخاری ۶۱۷، [2] مسند ص ۲۸۲، ج ۴، [3] صحیح بخاری ۶۲۳، [4] مسند ص ۲۹۲، ج ۴، [5] مسند ص ۲۹۲، ج ۴،

وفات | سنہ ھ میں کہ مصعب بن زبیر امیر کوفہ تھے، کوفہ میں انتقال فرمایا،

اولاد | حسب ذیل اولاد چھوڑی، عبید[1]، ربیع[2]، لوط[3]، سوید[4]، یزید[5]، ان میں سے موخر الذکر عمان کے امیر تھے[6] سوید کے حالات میں صاحب طبقات نے لکھا ہے کہ عمان کے بہترین امیر ثابت ہوئے، تھے[7]، ممکن ہے کہ یزید اور سوید دونوں عمان کے امیر مقرر ہوئے ہوں،

حلیہ | آنحضرتؐ سے قد چھوٹا تھا، خود فرماتے ہیں، وملی اقصرمنی یدہ[8]!

سونے کی انگوٹھی پہنتے تھے، چونکہ سونا مردوں کے لئے شرعاً حرام ہے، لوگوں نے اعتراض کیا، فرمایا پہلے واقعہ سن لو، ایک مرتبہ آنحضرتؐ نے مال غنیمت تقسیم کیا، صرف یہ انگوٹھی رہ گئی، اِدھر اُدھر دیکھا پھر مجھکو بلا کر فرمایا "لو، اس کو پہنو، یہ خدا اور رسول نے تمکو پہنائی ہے"، اب تم ہی بتاؤ، جو چیز اللہ اور رسولؐ نے مجھے پہنائی ہو اس کو کیونکر اُتار پھینکوں[9]،؟

فضل وکمال | فضلاء صحابہ میں تھے، حدیث کے نشر واشاعت میں خاص اہتمام تھا، ان کے سلسلہ سے جو حدیثیں روایت کی گئیں ان کی تعداد ۳۰۵ ہے ان میں ۲۲ پر بخاری اور مسلم کا اتفاق ہے،

بیانِ حدیث میں خاص احتیاط رکھتے تھے، اور اس کی تعلیم خود آنحضرت صلعم سے پائی تھی، آنحضرتؐ نے ان کو ایک دعا بتائی، خود سنا کر فرمایا تم تو پڑھو، انھوں نے برسولک پڑھا، آنحضرت صلعم نے بنبیک بتایا تھا، فرمایا نہیں، بنبیک[10]!

اس کا یہ اثر تھا کہ حدیث بیان کرتے وقت خود ان نزاکتوں کا خیال رکھتے تھے، ایک مرتبہ نہایت صاف طور پر اپنی روایتوں کی نوعیت بیان کی، فرمایا

ما کل الحدیث سمعناہ من رسول اللہؐ کان یحدثنا اصحابنا عنہ کانت تشغلنا عنہ رعیۃ الابل[11] یعنی جتنی حدیثیں میں بیان کروں، ضرور نہیں کہ سب رسول اللہؐ سے سنی بھی ہوں، ہم اونٹ چرایا کرتے تھے،

1 مسند ص ۲۰۸ ج ۴، 2 طبقات ص ۲۰۷ ج ۶، 3 مسند ص ۲۸۹، 4 ایضاً ص ۲۹۴، 5 ایضاً ص ۲۹۳ ج ۴، 6 ایضاً ص ۲۸۳ ج ۴

اس بنا پر آنحضرت صلعم کے پاس ہر وقت حاضر نہ رہ سکتے تھے، بہت سی حدیثین صحابہ سے روایت کرتا ہون،

جن صحابہ سے حدیث روایت کی اپنے طبقہ کے سر بر آوردہ تھے، مثلاً حضرت ابو بکرؓ، عمرؓ، علیؓ، ابو ایوبؓ، بلالؓ، عازبؓ،

جن لوگون کو تلمذ کا فخر حاصل ہوا، اکابر تابعین سے تھے، ابن ابی لیلیٰ، عدی بن ثابت، ابو اسحاق، معاویہ بن سوید بن مقرن، ابو بردہ، ابو بکر پسران ابو موسی اشعری وغیرہ،

بسا اوقات حدیث کی مجلس مین صحابہ بھی شریک ہوتے تھے، ابو جحیفہؓ اور عبد اللہ بن زید خطمی تو راویون کے زمرہ مین داخل ہو چکے تھے، ان کے علاوہ اور بھی صحابہ آجاتے تھے، ایک روز کعب بن عجرہ جید صحابہ کے ساتھ ان کی مجلس مین تشریف لائے تھے[1]،

مجلس مین مختلف قسم کے شکوک پیش ہوتے تھے، بعض آیات قرآنی پر شبہ وارد کرتے تھے، بعض مسائل فقہ دریافت کرتے تھے،

ایک شخص نے پوچھا کہ "لا تلقوا بایدیکم الی التهلکة" (اپنے ہاتھون ہلاکت مین نہ پڑو) مین مشرکین پر حملہ کرنا داخل ہے یا نہین، فرمایا یہ کیسے ہو سکتا ہے، اللہ تعالیٰ نے خود آنحضرت صلعم کو جہاد کرنے کا حکم دیا اور فرمایا تھا، فقاتل فی سبیل اللہ لا تکلف الا نفسک، (خدا کی راہ مین لڑائی کرو، تم صرف اپنے نفس کے مکلف ہو) تم نے جو آیت پیش کی، خرچ کے بارہ مین ہے[2]، (یعنی یہ نہ سمجھو کہ راہ خدا مین صرف کرنے سے ہم تباہ ہو جائین گے، ایسا سمجھنا ہلاکت ہے)

عبد الرحمن بن مطعم (ابو منہال) کے ساتھی نے بازار مین کچھ درہم ایک مدت معینہ تک کے لئے فروخت کئے، عبد الرحمنؓ نے کہا یہ درست بھی ہے؟ بولا ہان، مین نے اس سے پہلے بھی بیچے لیکن کسی نے برا نہ کہا،

---

[1] مسند ج ۴ ص ۲۸۳، [2] مسند ص ۲۸۱ ج ۴،

یہ براء بن عازب کے پاس گئے اور واقعہ بیان کیا، فرمایا آنحضرت صلعم جب مدینہ تشریف لائے، ہم لوگ اِس طرح خرید و فروخت کرتے تھے، آپ نے ارشاد فرمایا کہ جو ہاتھوں ہاتھ ہو اس میں مضائقہ نہیں لیکن اُدھار ناجائز ہے، مزید اطمینان کے لئے زید بن ارقم سے جا کر پوچھو، وہ ہم سب میں بڑے تاجر تھے، عبدالرحمن زید بن ارقم کے پاس گئے، انھوں نے براء کی تائید کی[1]

اس روایت میں صحابہ کا اپنے ہمعصروں سے جو برتاؤ تھا بصاف عیاں ہے، ہمارے زمانہ کے علماء میں معاصرت، بغض و عناد، جدال و قتال، اور حسد و کینہ پروری کا باعث بنتی ہے، لیکن خیر القرون، ان تمام فتنہ و فساد سے معرا تھا، وہاں اس کا نتیجہ شفقت و محبت، رفق و ملاطفت، اور انس و الفت کی صورت میں جلوہ گر ہوتا تھا،

اخلاق و عادات

اخلاق و عادات میں اتباع سنت، حب رسول، انکسار و تواضع نہایت نمایاں ہیں

اتباع سنت کا یہ حال تھا کہ نماز کی ایک ایک چیز رسول اللہؐ سے مشابہ تھی، ایک روز گھر والوں کو جمع کرکے کہا کہ آج جس طرح رسول اللہؐ وضو کرتے اور نماز پڑھتے تھے، تم کو دکھادوں، خدا معلوم میری زندگی کب تک ہے؟

وضو کرکے ظہر کی جماعت قائم کی، پھر عصر، مغرب، عشاء، سب اسی طرح پڑھائیں[2]،

ایک روز آنحضرت صلعم کے سجدہ کی نقل کرکے بتائی،[3]

ابوداؤدؒ ملاقات کو آئے تو خود سلام کیا اور ان کا ہاتھ ہاتھ میں لیکر خوب ہنسے، پھر فرمایا جانتے ہو میں نے ایسا کیوں کیا؟ آنحضرت صلعم نے میرے ساتھ ایک مرتبہ ایسا ہی کیا تھا، اور فرمایا تھا کہ جب دو مسلمان اس طرح ملیں اور کوئی ذاتی غرض درمیان میں نہ ہو تو دونوں کی مغفرت کیجاتی ہے[4]

صفِ نماز میں داہنی طرف کھڑے ہونے کی بڑی فضیلت وارد ہوئی ہے، حضرت براءؓ داہنی

---

[1] صحیح بخاری ص ۵۶۱ ج ۱، [2] مسند ص ۲۸۸ ج ۴، [3] ایضاً ص ۳۰۳ ج ۴ [4] ایضاً ص ۲۸۹ ج ۴،

طرف کھڑا ہونا پسند کرتے تھے[1]،

رسول اللہؐ کی محبت جان و مال سے زیادہ تھی، اور اُس کا اثر ہر بات میں نمایاں تھا، آنحضرتؐ کا حلیہ بیان کرتے ہیں تو ہر لفظ محبت کے آب حیات میں ڈوبا ہوا نکلتا ہے، فرماتے ہیں کہ "آنحضرت صلعم سب آدمیوں سے زیادہ خوبصورت تھے، میں نے سرخ چادر اوڑھے دیکھا تھا، جبکہ آپ پر کھلتی تھی، کسی شے پر نہ کھلتی تھی[2]" ایک مرتبہ کسی نے دریافت کیا کہ آنحضرت صلعم کا چہرہ چمک میں تلوار کے مانند تھا، فرمایا نہ بلکہ چاند کی طرح[3]،

انکسار و تواضع کا یہ عالم تھا کہ با این ہمہ کہ برسوں رسول اللہؐ کے شرف صحبت سے مشرف رہے تھے، اپنے کو نہایت ناچیز سمجھتے تھے،

ایک شخص نے آکر کہا کہ خوش بختی مبارک! آپ رسول اللہؐ کے صحابی ہیں، اور بیعت الرضوان میں بھی شریک ہو چکے ہیں، فرمایا: برادر زادے! تم کو معلوم نہیں کہ آنحضرت صلعم کے بعد ہم نے کیا کیا؟[4]

حضرت براء بن معرورؓ

نام و نسب براء نام، ابو بشر کنیت، قبیلۂ خزرج کے خاندان سلمہ سے ہیں، سلسلۂ نسب یہ ہے، براء بن معرور بن صخر بن سابق بن سنان بن عبید بن عدی بن غنم بن کعب بن سلمہ بن سعد بن علی بن اسد بن ساردہ بن یزید بن جشم بن خزرج۔

والدہ کا نام رباب تھا اور حضرت سعد بن معاذ سردار اوس کی حقیقی پھوپھی تھیں،

حضرت براءؓ اپنے قبیلہ کے رئیس اور سردار تھے، جبل ذو نخل، مسجد خربہ اور چند قلعے اُن کی ملکیت تھے،

---

[1] مسند ص ۴، ۳۰۴ ج ۴، [2] بخاری ص ۵۰۲ ج ۱، [3] ایضاً [4] صحیح بخاری ص ۵۹۹ ج ۱،

اسلام عقبۂ کبیرہ سے قبل مشرف باسلام ہوئے، بعض کا خیال ہے کہ عقبۂ اولی مین بیعت[1] کی تھی، لیکن اس کا کوئی ثبوت نہین، اس روایت کے نقل کرنے والے صرف محمد بن اسحاق ہین، باقی تمام اصحابِ سیرت اس کے ذکر سے خاموش ہین،

مسلمان ہوکر قبلہ رخ نماز ادا کی، اور ہمیشہ کعبہ کی طرف نماز پڑھتے تھے، فرماتے تھے کہ مین اس کی طرف پشت نہین کرنا چاہتا، اور لوگ بیت المقدس کی طرف رُخ کرتے تھے، اس بناء پر جب عقبۂ ثانیہ کی شرکت کے لئے مکہ روانہ ہوئے تو آنحضرت صلعم سے استفسار کیا، یا نبی اللہ! مجکو خدا نے اسلام کی ہدایت دی، اور مین سفر کرکے یہان آیا ہون، میری خواہش ہے کہ نماز مین کعبہ کی طرف پشت نہ کرون، میرے ساتھی اسکے خلاف ہین، اب آپ کیا فرماتے ہین؟ ارشاد ہوا اگر کچھ دنون صبر کرو تو امید ہے کہ یہی قبلہ قرار پاجائے" حضرت براء رضہ نے فرمانِ نبوی کے مطابق بیت المقدس کی طرف رجوع کیا اور شام کی طرف رُخ کرکے نماز ادا کی،

ایامِ تشریق مین بیعت کا وعدہ ہوا، آنحضرت صلعم، حضرت عباس رضہ کے ہمراہ عقبہ تشریف لائے اور فرمایا "تم سے اس شرط پر بیعت لیتا ہون کہ میری اس طرح حفاظت کروگے جس طرح اپنی عورتون اور بچون کی حفاظت کرتے ہو" براء نے آنحضرت صلعم کا ہاتھ پکڑا اور کہا "اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق و صداقت کیساتھ مبعوث کیا! ہم اپنی جانون کی طرح آپ کی حفاظت کرین گے، یا رسول اللہ! آپ ہم سے بیعت لیجئے، خدا کی قسم ہم ایک مسلح جماعت ہین، اور ہم نے ہتھیار ابا عن جد وراثت مین پائے ہین،" یہ کہکر آنحضرت صلعم سے بیعت کی، پھر تمام مجمع بیعت کے لئے بڑھا،

بیعت کے بعد نقباء کا انتخاب ہوا، حضرت براء رضہ بنو سلمہ کے نقیب بنائے گئے،

وفات ذی الحجہ مین بیعت کی تھی، اس کے دو مہینے کے بعد صفر مین انتقال کیا، وفات کے وقت وصیت کی کہ مجکو قبر مین قبلہ رُخ رکھنا، یہ بھی وصیت کی کہ میرا ثلث مال رسول اللہ کی رائے پر ہے جس مصرف مین

[1] اسد الغابہ ص ۱۷۳ ج ۱،

چاہئیں صرف کریں، یہ ہجرت سے ایک مہینہ قبل کا واقعہ ہے،
آنحضرت صلعم مدینہ تشریف لائے تو صحابہ کو لیکر حضرت براءؓ کی قبر پر آئے اور چار تکبیروں سے نماز جنازہ پڑھی
جس مال کے متعلق وصیت کی تھی، آنحضرت نے اس کو قبول کر کے پھر اُن کے لڑکے کو واپس دیدیا،

اولاد | اولاد کی تفصیل معلوم نہیں، حضرت بشرؓ ایک صاحب زادے تھے، جو بیعت عقبہ میں اپنے والد کیساتھ شریک تھے، براءؓ کے بعد آنحضرت صلعم نے اُن کو بنو سلمہ کا سردار بنایا تھا، غزوۂ خیبر میں آنحضرت صلعم کو بکری کے گوشت میں زہر دیا گیا تھا حضرت بشرؓ نے بھی یہ گوشت کھایا تھا، اسی کے اثر سے انتقال فرمایا،

"ث"

حضرت ثابت بن قیس رضؓ

نام ونسب | ثابت نام، ابو محمد کنیت، خطیب رسول اللہ لقب، قبیلۂ خزرج سے ہیں، سلسلۂ نسب یہ ہے، ثابت بن قیس بن شماس بن زہیر بن مالک بن امرء القیس بن مالک اغر بن ثعلبہ بن کعب بن خزرج، والدہ کا نام معلوم نہیں، اتنا معلوم ہے کہ خاندان طے سے تھیں[1]۔

اسلام | ہجرت سے قبل مسلمان ہوئے،

غزوات اور دیگر حالات | آنحضرت صلعم مدینہ تشریف لائے تو خیر مقدم کے لئے تمام شہر اُمنڈ آیا تھا، اس موقع پر حضرت ثابتؓ نے جو خطبہ دیا تھا اُس کا ایک فقرہ یہ تھا،

نمنعک مما نمنع منه انفسنا واولادنا فما لنا؟ قال الجنة!! قالوا رضینا!!![2]

یعنی "ہم آپ کی اُس چیز سے حفاظت کریں گے جس سے اپنی جان اور اولاد کی حفاظت کرتے ہیں، لیکن ہم کو اس کا معاوضہ کیا ملیگا؟" آنحضرت صلعم نے فرمایا "جنت"، تو تمام مجمع پکار اُٹھا کہ "ہم سب راضی ہیں"،

---

[1] اسد الغابہ ص ۲۲۹ ج ۱، [2] اصابہ ص ۲۰۳ ج ۱

غزوۂ بدر مین شریک تھے، اصحاب مغازی نے اگرچہ ان کو اصحاب بدر کے زمرہ مین شامل نہین کیا ہے لیکن علامہ ابن حجر نے تہذیب التہذیب مین یہی رائے ظاہر کی ہے[1]

باقی غزوات کی شرکت پر تمام ائمہ فن کا اتفاق ہے،

غزوۂ مریسیع مین کہ ۵ھ مین واقع ہوا حضرت جویریہؓ ام المومنین، اسیر ہو کر حضرت ثابتؓ اور ان کے ابن عم کے حصہ مین آئی تھین، انھون نے ۹ اوقیہ سونے پر مکاتب بنایا، حضرت جویریہؓ نے آنحضرتؐ سے مدد طلب کی، آپ نے رقم مذکور ادا کر کے ان کو ہمیشہ کے لئے غلامی سے نجات دی اور اپنے حبالۂ عقد مین لے لیا[2]

۹ھ مین بنو تمیم کا وفد آیا، اور بدویانہ طریقہ پر آنحضرت صلعم کے دروازہ پر آ کر، آواز دی کہ "محمد باہر نکلو"، آپ باہر تشریف لائے تو بات چیت کے بعد عطارد بن حاجب کو کھڑا کیا کہ تمیم کے رتبہ سے آنحضرت صلعم کو آگاہ کرے، عطارد، اس قبیلہ کا مشہور خطیب تھا، تقریر ختم ہوئی تو آنحضرت صلعم نے حضرت ثابتؓ کو حکم دیا کہ تم اسکا جواب دو، حضرت ثابتؓ نے اس فصاحت و بلاغت سے جواب دیا کہ اقرع بن حابس بول اٹھا، اپنے باپ کی قسم ان کا خطیب ہمارے خطیب سے بہتر ہے[3]،

اسی سال مسیلمہ کذاب، بنو حنیفہ کی ایک بڑی جماعت کیساتھ مدینہ آیا، آنحضرت صلعم، ثابت بن قیسؓ کو لیکر اس کے پاس گئے، ہاتھ مین ایک چھڑی تھی، مسیلمہ نے کہا کہ اگر آپ اپنے بعد مجھ کو خلیفہ بناؤ تو مین بھی تمھاری اتباع کرتا ہون، آنحضرتؐ نے فرمایا "خلافت تو بڑی چیز ہے، مین تجھ کو یہ چھڑی دینا بھی گوارہ نہین کر سکتا، خدا نے تیری نسبت جو فیصلہ کر دیا ہے وہ ہو کر رہے گا، مین تیرے انجام کو خواب مین دیکھ چکا ہون اور زیادہ گفتگو کی ضرورت ہو تو ثابتؓ موجود ہین ان سے پوچھ، اب مین جاتا ہون[4]"،

۱۱ھ مین آنحضرت صلعم نے انتقال فرمایا، انصار سعد بن عبادہ کو خلیفہ بنانے کے لئے سقیفہ بنی ساعدہ مین جمع تھے، حضرت ابوبکرؓ کو خبر ہوئی تو حضرت عمرؓ وغیرہ کو لیکر پہونچے، اس موقع پر حضرت ثابتؓ نے جو خطبہ

[1] دیکھو کتاب مذکور ص ۱۲، ج ۲، [2] طبقات ابن سعد ص ۴۹، [3] ایضاً ص ۴۲، [4] طبری ص ۱۷۱۶، ج ۳، [5] صحیح بخاری ص ۶۲۸، ج ۲،

دیا تھا حسب ذیل ہے،

اما بعد فنحن انصار اللہ وکتیبۃ الاسلام وانتم معاشر المہاجرین رھط وقد دفت

دافۃ من قومکم فاذا ھم یریدون ان یختزلونا من اصلنا وان یحضنونا من الامر۔[1]

یعنی ہم خدا کے مددگار اور اسلام کی فوج ہیں، اور مہاجرین معدودے چند ہیں، تعجب ہے کہ اس پر بھی کچھ لوگ ہم کو خلافت سے

محروم کرنا چاہتے ہیں، حضرت ابوبکرؓ نے جواب دیا کہ تم نے جو کچھ کہا بالکل صحیح ہے، تاہم قریش کے سوا دوسرا خلیفہ

نہیں ہو سکتا،

اسی سنہ میں طلیحہ پر فوج کشی ہوئی، حضرت خالدؓ اس مہم کے افسر تھے، انصار، حضرت ثابتؓ کی

ماتحتی میں تھے۔

وفات

۱۲ھ میں مسیلمہ کذاب سے مقابلہ ہوا حضرت ثابتؓ اس میں شریک تھے، جب مسلمانوں کو شکست

ہوئی، حضرت انسؓ نے آکر کہا چچا! آپ نے دیکھا؟ وہ خوشبو مل رہے تھے، بولے کہ لڑنے کا یہ طریقہ نہیں، ہم

لوگ آنحضرت صلعم کے زمانہ میں اس طرح نہیں لڑتے تھے، اس کے بعد آٹھ اور خندق کھود کر نہایت پامردی سے

لڑے اور آخر شہادت حاصل کی،

بدن پر زرہ نہایت عمدہ تھی، ایک مسلمان نے اتار لی، انھوں نے دوسرے شخص سے خواب

میں آکر کہا کہ فلاں مسلمان نے میری زرہ لی ہے، تم خالد سے کہو کہ اس سے وصول کریں اور مدینہ پہونچکر

حضرت ابوبکرؓ سے کہنا کہ ثابت پر اتنا قرض تھا، وہ اس زرہ سے ادا کریں، اور میرا فلاں غلام آزاد کردیں،

حضرت خالدؓ نے زرہ لے لی اور حضرت ابوبکرؓ نے اس وصیت پر عمل کیا،

یہ واقعہ صحیح بخاری میں بھی مذکور ہے، لیکن مختصر ہے، طبرانی نے نہایت تفصیل سے اس کو حضرت

انسؓ سے روایت کیا ہے[2]

[1] صحیح بخاری ص ۱۰۱۰ ج ۲، [2] طبرانی ص ۱۸۸۷ ج ۴،

اہل وعیال | ایک لڑکی تھین جن کا نام معلوم نہین، لڑکون کے نام یہ ہین، محمد، یحیٰی، عبد اللہ، اسمعیل بیوی کا نام جمیلہ تھا، اور عبد اللہ بن ابی بن سلول سردار خزرج کی بیٹی تھین[1]

فضل وکمال | صحیح بخاری مین ان سے ایک روایت منقول ہے، اور بھی چند حدیثین ہین جن کو حضرت انس رض بن مالک، عبد الرحمن بن ابی لیلی، محمد بن قیس نے روایت کیا ہے،

حضرت ثابت رض نہایت فصیح البیان اور زبان آور تھے، انصار نے اسی بنا پر ان کو اپنا خطیب بنایا تھا آنحضرت صلعم نے بھی دربار نبوت کا انھین کو خطیب تجویز فرمایا[2]،

اخلاق | احترام نبوت ان کی سیرت کا جلی عنوان ہے، ایک مرتبہ آنحضرت صلعم نے ان کو موجود نہ پاکر فرمایا، کوئی ثابت کی خبر لاتا، ایک شخص نے کہا مین جاتا ہون، گھر مین جاکر دیکھا تو سر نیچا کئے بیٹھے تھے، پوچھا کیا ہے؟ کہا کیا بتاؤن بہت برا حال ہے، میری آواز تیز ہے، آنحضرت صلعم کے سامنے چلا کر بولتا تھا، اب میرا سارا عمل باطل ہوگیا، اور جہنمی ہوگیا ہون، (یہ اس آیت کی طرف اشارہ تھا جس مین آنحضرت صلعم کے روبرو آہستہ بولنے کی ہدایت نازل ہوئی تھی) اس شخص نے آنحضرت صلعم کو خبر کی، آنحضرت صلعم نے فرمایا ان سے جاکر کہو کہ تم جہنمی نہین، مین تم کو جنت کی بشارت سناتا ہون[3]،

آنحضرت صلعم کو ان سے جو محبت اور انس تھا، اس کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ ایک مرتبہ وہ بیمار پڑے تو خود عیادت کو تشریف لے گئے، اور ان کے صحیح وسالم ہونے کی ان الفاظ مین دعا کی،

اذھب الباس رب الناس عن ثابت بن قیس بن شماس[4]!

---

[1] طبقات ص ۵۹ ج ۵ [2] صحیح بخاری ص ۶۲۸ ج ۲، [3] ایضاً ص ۱۸، ج ۲، [4] تہذیب التہذیب ص ۱۲ ج ۲،

حضرت ثابت بن ضحاکؓ

نام ونسب ثابت نام، ابوزید کنیت، قبیلۂ اشہل سے ہیں سلسلۂ نسب یہ ہے، ثابت بن ضحاک بن خلیفہ بن ثعلبہ بن عدی بن کعب بن عبد الاشہل،

بعثت نبوی کے تیسرے سال تولد ہوئے، بعض لوگوں نے ۳ھ سال ولادت قرار دیا ہے، لیکن یہ قطعاً غلط ہے،

غزوات غزوۂ حمراء الاسد میں شریک تھے، خندق میں آنحضرت صلعم کیساتھ سوار تھے، اور صحیح مسلم کی روایت کے بموجب بیعت الرضوان میں بھی شرکت کی تھی،

ابن مندہ نے لکھا ہے، کہ امام بخاریؒ نے ان کی شرکت بدر تسلیم کی ہے، عجب نہیں کہ یہ خیال صحیح ہو ترمذی نے بھی ان کے بدر میں شریک ہونیکا تذکرہ کیا ہے،

ابن سعد کی روایت[۱] کے بموجب غزوۂ احد کی شرکت بھی ثابت ہوتی ہے، کیونکہ انھوں نے حمراء الاسد کے ذکر میں ضمناً یہ بھی بیان کیا ہے کہ اس غزوہ میں صرف وہی لوگ شریک تھے جنھوں نے غزوۂ احد میں شرکت کی تھی،

لیکن ہمارے نزدیک یہ تمام روائتیں ناقابل اعتبار ہیں، کیونکہ جہاد کی شرکت کے لئے ۱۵ سال کا سن ضروری تھا، اور جیسا کہ اوپر معلوم ہوا حضرت ثابتؓ کا سال ولادت ۳ نبوی ہے، اس بنا پر ہجرت کے وقت ان کی عمر کم وبیش ۱۰ سال تھی، غزوۂ بدر ۲ھ اور غزوۂ احد ۳ھ میں ہوا، اس لئے اثبوت ان کا سن ۱۲، ۱۳ سال کا تھا جو جہاد کی شرکت کے لئے قطعاً ناکافی ہے، صحیح بخاری میں عبداللہ بن عمرؓ سے روایت آئی ہے،[۲]

---

[۱] طبقات ص ۴۴، [۲] بخاری ص ۵۸۸ ج ۲،

ان النبی صلعم عرضہ یوم احد وھو ابن اربع	کہ وہ اُحد میں چہاردہ سالہ تھے، آنحضرتؐ کے سامنے پیش ہوئے
عشرۃ سنۃ فلم یجزہ وعرضہ یوم الخندق و	تو ان کی اجازت نہیں ملی لیکن دوسرے سال خندق میں
ھو ابن خمسۃ عشر سنۃ فاجازہ۔	پانزدہ سالہ تھے، اس بنا پر آنحضرت صلعم نے اجازت دیدی،

براء بن عازبؓ کے متعلق بھی اسی قسم کی روایت ہے، ان روایتوں کی موجودگی میں جو نہایت صحیح سند سے ثابت ہیں، دوسری روایتوں پر کسی طرح اعتماد نہیں کیا جاسکتا،

اس بناء پر ہمارے نزدیک بدر و احد کے بجائے ان کا پہلا غزوہ، خندق تھا، اور حمراء الاسد میں لڑنے کے بجائے دوسرے کاموں کے لئے منتخب ہوئے تھے، چنانچہ مصنف اصابہ لکھتے ہیں

وکان دلیلہ الی حمراء الاسد[۱]	یعنی وہ آنحضرت صلعم کو حمراء الاسد کا راستہ بتاتے تھے،

عہد نبوی کے بعد شام کی سکونت اختیار کی، پھر وہاں سے بصرہ چلے آئے،

وفات حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے عہد خلافت میں انتقال فرمایا، بعضوں نے سنہ ۶۴ھ کی تصریح کی ہے

اولاد ایک بیٹا چھوڑا، زید نام تھا، اسی بنا پر ابن بیر نے ان کو حضرت زید بن ثابت صحابی مشہور کا والد سمجھا ہے، لیکن یہ غلطی ہے، زید بن ثابتؓ کے والد جاہلیت میں فوت ہوئے، اور کفر کی حالت میں مارے گئے، اس کے ماسوا زید خود ان کے ہمسن تھے، اس بنا پر یہ ان کے باپ کیونکر ہوسکتے ہیں،

یہ خیال اس لحاظ سے بھی ناقابلِ التفات ہے، کہ ابو قلابہ نے ان سے روایتیں کی ہیں، اور ابو قلابہ سنہ ۶۴ھ سے پیشتر کسی طرح روایت کے قابل نہ ہوسکتے تھے، کیونکہ انھوں نے سنہ ۶۹ھ کے بعد تحصیل میں قدم رکھا تھا اور حضرت زید بن ثابتؓ کے متعلق عام خیال ہے کہ سنہ ۴۵ھ میں فوت ہو چکے تھے،

فضل وکمال حضرت ثابتؓ کے سلسلہ سے جو روائتیں مروی ہیں، ان کی تعداد ۱۴ ہے، راویوں کے زمرہ میں ابو قلابہ اور عبداللہ بن معقل داخل ہیں،

[۱] کتاب مذکور ص ۱۰۰ ج ۶

"ج"

حضرت جابر بن عبد اللہ

نام ونسب اور ابتدائی حالات

جابر نام، ابو عبد اللہ کنیت، قبیلۂ خزرج سے ہیں، نسب نامہ یہ ہے، جابر بن عبد اللہ بن عمرو بن حرام بن کعب ابن غنم بن سلمہ والدہ کا نام نسیبہ تھا جن کا سلسلۂ نسب حضرت جابرؓ کے آبائی سلسلہ میں زید بن حرام پر ملجاتا ہے،

سلمہ کی اولاد اگرچہ حرہ اور مسجد قبلتین تک پھیلی ہوئی تھی، لیکن خاص بنو حرام، قبرستان اور ایک چھوٹی مسجد کے درمیان آباد تھے،

حضرت جابرؓ کے دادا (عمرو) اپنے خاندان کے رئیس تھے، عین الازرق (ایک چشمہ ہے، جس کو مروان بن حکم نے امیر معاویہ کے عہد میں درست کرایا تھا، انہیں کی ملکیت تھا، بنو سلمہ کے بعض قلعے اور جابر بن عتیک کے قریب کے کئی قلعے، ان کے تحت وتصرف میں تھے،

عمرو کے بعد یہ جیزیں عبد اللہ کے قبضہ میں آئیں، حضرت جابرؓ انہیں عبد اللہ کے فرزند ہیں، جو تقریباً سنہ ۶۱۱ء (مطابق ۴۲ عام الفیل) میں ہجرت سے ۲۰ سال قبل تولد ہوئے تھے،

اسلام

عقبۂ ثانیہ میں اپنے والد کے ساتھ اسلام لائے اور ان کے والد کو یہ شرف حاصل ہوا کہ بنو حرام کے نقیب تجویز کئے گئے، اس بیعت میں انکا سن ۱۸-۱۹ سال کا تھا،

غزوات اور عام حالات

اون کے والد نے غزوۂ احد میں شہادت حاصل کی، کافروں نے مثلہ کر دیا تھا اس بنا پر جنازہ کپڑہ اوڑھا کر لایا گیا، حضرت جابرؓ کپڑا اٹھا کر دیکھنا چاہتے لوگ منع کرتے، آنحضرت صلعم نے یہ دیکھ کر کپڑا اٹھا دیا، بہن پاس کھڑی تھیں، بھائی کی حالت دیکھ کر ایک چیخ ماری، آنحضرت صلعم نے پوچھا کون ہے؟ لوگوں نے کہا ان کی بہن، فرمایا تم روؤ یا نہ روؤ جب تک جنازہ رکھا رہا، فرشتے پروں سے سایہ کئے تھے[1] حضرت

---

[1] مسلم ص ۲۹۴ ج ۲، بخاری ص ۱۵۸ ج ۲،

حضرت عبد اللہؓ نے دس خرد سال لڑکیاں چھوڑیں جو گھر میں بلک رہی تھیں، انھوں نے اپنے بھائی حضرت جابرؓ کے پاس ایک اونٹ بھیجا کہ اباجان کی لاش گھر لے آئیں اور مقبرۂ بنی سلمہ میں دفن کریں، وہ تیار ہو گئے، آنحضرت کو خبر ہوئی، فرمایا کہ جہاں ان کے دوسرے بھائی (شہداء) دفن کئے جائیں گے، وہیں وہ بھی دفن ہوں گے چنانچہ احدؔ کے گنج شہیداں میں دفن کئے گئے،

ان پر قرض بہت تھا حضرت جابرؓ کو فکر ہوئی کہ کسی طرح ادا ہو جانا چاہئے، لیکن ادا کہاں سے کرتے، کُل دو باغ تھے، جن کی پوری پیداوار قرض کو کافی نہ تھی، رسول اللہ کے پاس گھبرائے ہوئے آئے، اور کہا یہود کو بلا کر کچھ وضع کروا دیجئے، آپ نے ان لوگوں کو طلب فرما کر جابرؓ کا مدعا بیان کیا، انھوں نے چھوڑنے سے انکار کیا، پھر یہ کہا کہ دو مرتبہ میں اپنا قرض وصول کرو، نصف اس سال اور نصف دوسرے سال، وہ لوگ اس پر بھی رضامند نہ ہوئے، آپ نے یہ دیکھ کر حضرت جابرؓ کو تسکین دی اور فرمایا کہ سنیچر کے دن تمھارے ہاں آؤں گا، صبح کے وقت تشریف لائے، نالی کے پاس بیٹھ کر وضو کیا، مسجد میں جا کر دو رکعت نماز پڑھی، پھر خیمہ میں آکر متمکن ہوئے، بعد میں حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ بھی پہونچ گئے، تقسیم کا وقت آیا تو ارشاد ہوا کہ چھوہاروں کو قسم وار الگ کردو پھر مجھے خبر کرنا، خبر ہونے پر باہر آئے اور ایک ڈھیر پر بیٹھ گئے، جابرؓ نے بانٹنا شروع کیا، اور آپ دعا کرتے رہے، خدا کی قدرت کہ قرض ادا ہونے کے بعد بہت کچھ بچ گیا، حضرت جابرؓ خوشی میں آپ کے پاس آئے اور کہا قرض ادا ہو گیا، اور اتنا فاضل ہے، آپ نے خدا کا شکر ادا کیا، حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کو بھی بہت مسرت ہوئی۔

وہاں سے مکان لائے، گوشت، خرما، اور پانی پیش کیا، فرمایا شاید تم کو معلوم ہے کہ میں گوشت رغبت سے کھاتا ہوں، چلنے کا وقت آیا تو اندر سے آواز آئی کہ مجھ پر اور میرے شوہر پر درود پڑھئے، فرمایا اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلَیْھِم

والد کی موجودگی تک انھوں نے کسی غزوہ میں حصہ نہیں لیا،

صحیح مسلم میں ہے کہ انھوں نے بدر میں میدان کا عزم کیا، لیکن باپ مانع ہوئے، احد میں بھی سپاہی

لہ مسند ۳۹۶   لہ یہ واقعہ مسند صفحات ۲۹۷ و ۳۰۳ و ۳۱۳ و ۳۶۵ و ۳۹۱ و ۳۹۵ و ۳۹۸ میں موجود ہے بخاری ص ۵۸۰ ج ۲،

اتفاق پیش آیا، لیکن باپ جب اُحد مین شہید ہو گئے، تو باقی غزوات مین نہایت گرمجوشی سے شرکت کی، چنانچہ آنحضرت صلعم کیساتھ اُن کو ۱۹ غزوات مین شرفِ شرکت حاصل ہوا،[1] ابتدائی غزوات سے رہ جانے کی وجہ یہ تھی کہ اِن کے والد خود میدان مین جانا چاہتے تھے، گھر مین ۹ لڑکیان تھین،[2] دونون لڑائی پر جاتے تو گھر بالکل خالی ہو جاتا،[3] تاہم بعض روایتون سے اِن کے شریک ہونے کی شہادت ملتی ہے، چنانچہ امام بخاری اپنی تاریخ مین لکھا ہے کہ بدر کے دن وہ لوگون کو پانی پلاتے تھے،[4] غزوۂ ذات الرقاع جو ۵ھ مین ہوا، اس مین وہ شامل تھے، واپسی کے وقت اِن کا اونٹ تھک گیا تھا، آنحضرت نے دیکھا تو پوچھا کیا بات ہے؟ اُنھون نے واقعہ بیان کیا، آپ نے ایک لکڑی سے مارا اور دعا کی، اُس کا یہ اثر ہوا کہ وہ تیز رو ہو گیا،[5]

اسی سنہ مین خندق کا معرکہ پیش آیا، وہ خندق کھود رہے تھے، اسی اثنا مین رسول اللہ صلعم خود کدال لیکر ایک سخت پتھر کھودنے تشریف لائے، دیکھا تو شکم مبارک پر بھوک کی وجہ سے پتھر بندھا ہوا ہے،[6] بیتاب ہو کر عرض کی کہ مجھے گھر جانے کی اجازت دیجئے، گھر پہونچے اور بیوی سے کہا کہ آج ایسی بات دیکھی جس پر صبر نہین ہو سکتا، تمھارے ہان کچھ ہو تو پکاؤ، خود ایک بکری کا بچہ ذبح کیا اور کہا، کہ مین رسول اللہ صلعم کو لیکر آتا ہون، آنحضرت کے پاس گئے کہ میرے ہان چلکر ما حضر تناول فرمائیے، سردار دو عالم کے کاشانہ مین تین روز سے فاقہ تھا، دعوت قبول فرمائی اور منادی کرادی کہ جابر نے آپ سب لوگون کی دعوت کی ہے، انتظام آپ اور دو تین آدمیون کے لئے کیا تھا، نہایت تنگدل ہوئے مگر ادب سے خاموش ہو رہے، آنحضرت تمام مجمع کو لیکر اُن کے مکان تشریف لائے، خود بھی کھانا نوش فرمایا اور اَور لوگون نے بھی کھایا، جو کچھ باقی بچا اُن کی بیوی سے فرمایا کہ یہ تم کھاؤ، اور لوگون کے ہان بھیجو، کیونکہ لوگ بھوک مین مبتلا ہین،

۶ھ مین بنو مصطلق کا غزوہ ہوا، آنحضرت روانگی کے قصد سے اونٹ پر سوار ہوئے اور نماز پڑھتے

---

[1] مسند ۹ ۳۲۹، ج ۳، [2] یہ صحیح بخاری کی روایت ہے ۶ لڑکیان چھوٹی تھین [3] اصابہ ج ۱ ص ۲۲۲، [4] مسند ۵، ۳۰۳ [5] مسند ۳۰۰

[6] بخاری ص ۵۸۸ ج ۲ و ۵۸۹،

لگے، اُن کو کسی کام سے بھیجا تھا، واپس آئے تو کوچ کا حکم دیا،[1]

اِس غزوہ کے بعد غزوۂ انمار واقع ہوا، وہ اِس مین موجود تھے،[2]

اِسی سنہ مین آنحضرت صلعم عمرہ کی غرض سے مکہ روانہ ہوئے، ۱۵۰۰ جان نثار ہمرکاب تھے، بیعت الرضوان کا مشہور واقعہ اِسی مین پیش آیا[3] اور حضرت جابرؓ شرف بہ بیعت ہوئے[4] اِس مین حضرت عمرؓ رسول اللہ کا، اور حضرت جابرؓ حضرت عمرؓ کا بیعت کے وقت ہاتھ پکڑے تھے،[5] آنحضرتؐ نے فرمایا کہ تم لوگ ساری دنیا سے بہتر ہو،[6]

حدیبیہ مین مشرکین عمرہ سے مزاحم ہوئے تھے، اِس بنا پر دوسرے سال یعنی ۷ھ مین آنحضرتؐ نے عمرہ کا ارادہ فرمایا جس کو عمرۃ القضا کہتے ہین ۴ - ذی حجہ کو مکہ پہونچے، لوگ حج کا احرام باندھے تھے، فرمایا اِس کو عمرہ کر لو،[7]

رجب ۸ھ مین ساحل کی طرف ایک لشکر روانہ فرمایا، حضرت ابو عبیدہؓ اس کے امیر تھے، اسلام کی تاریخ مین یہ عجیب ابتلا کا وقت تھا، لیکن مسلمان اِس مین پورے اُترے، زاد راہ ختم ہو گیا، تو پتے جھاڑ جھاڑ کر لوگ کھا رہے تھے، آخر سمندر سے ایک بڑی مچھلی کنارہ آئی، اور لوگون نے عطیۂ غیبی سمجھ کر نوش جان کیا،[8]

مچھلی نہایت دراز تھی سردار لشکر نے اِس کی ایک پسلی کھڑی کرائی، سب سے اونچا اونٹ انتخاب کیا گیا سب سے لمبے آدمی کی تلاش ہوئی، چنانچہ وہ اس کے نیچے سے نکل گیا، حضرت جابرؓ پانچ آدمیون کے ساتھ اسکی آنکھ مین بیٹھ گئے تو کسی کو یہ شبہ بھی نہ لگا، اِس مچھلی کا نام عنبر تھا، ۱۵ - روز تک کھائی گئی، کھانے والے ۳۰۰ تھے،[9]

اِس کے بعد اور بھی غزوات پیش آئے، جن مین اُن کی شرکت رہی، حنین اور تبوک مین اُن کا نام صراحت سے آیا ہے، حجۃ الوداع کہ ۱۰ھ مین ہوا، اس مین بھی وہ شامل تھے،[10]

---

[1] بخاری غزوۂ انمار، [2] بخاری غزوۂ حدیبیہ، [3] مسند ۳۰۵، [4] مسند ۲۹۶، [5] بخاری غزوۂ حدیبیہ، [6] مسند ۳۰۲، [7] مسند ۳۰۸، [8] صحیح مسلم ۱۴۳ ج ۲، [9] مسند ۳۰۸، [10] مسند ۳۴۹، ۳۴۱، و ۲۹۲،

سنہ ۳۶ھ مین حضرت علیؓ اور امیر معاویہ مین خلافت پر نزاع ہوئی، حضرت جابرؓ حضرت علیؓ کیطرف سے صفین مین جاکر لڑے[1]،

سنہ ۴۰ھ مین امیر معاویہ کا عامل بسر بن ابی ارطاۃ حجاز و یمن پر قبضہ حاصل کرنے کے لئے آیا اور مدینہ مین ایک خطبہ دیا، اور کہا کہ بنو سلمہ کو اُس وقت تک امان نہین جب تک جابرؓ میرے پاس نہ حاضر ہون، حضرت جابرؓ کو جان کا خوف تھا، حضرت ام سلمہؓ (ام المومنین) کے پاس جاکر مشورہ کیا، انھون نے کہا مین نے اپنے لڑکون کو بھی بیعت کی رائے دی ہے، تم بھی بیعت کرلو، عرض کیا یہ تو گمراہی پر بیعت ہے، فرمایا، مجبوری ہے، لیکن میری رائے یہی ہے، وہان سے اٹھ کر بسر کے پاس آئے اور امیر معٰویہ کی خلافت پر بیعت کی،

سنہ ۷۴ھ مین حجاج مدینہ کا امیر تھا، اس کے جور و ظلم سے صحابہ بھی محفوظ نہ رہے چنانچہ اس نے متعدد صحابہ پر یہ عنایت کی، کہ گردنون پر اور حضرت جابرؓ کے ہاتھ پر مہر لگوائی[2]،

وفات | یہ سنہ ان کی زندگی کا اخیر سال تھا، بالکل ضعیف اور ناتوان ہو گئے تھے، آنکھون نے الگ جواب دیدیا تھا، عمر ۹۴ سال تک پہونچ چکی تھی، اس پر حکومت کا جبر و تشدد اور بھی وبال جان ہو رہا تھا، عقبہ کبیرہ کا نورانی منظر جن آنکھون نے دیکھا تھا، ان مین صرف یہی ایک بزرگ باقی رہ گئے تھے، صحابہ کرام کے طبقہ مین بھی بہت کم لوگ بقید حیات تھے، اس بنا پر ان کا وجود عالم اسلامی مین لیبا غنیمت تھا، حجاج کے ظلم و ستم نے جس سال ان کا قوت و زور توڑا، طائر روح نے اسی سال قفس عنصری کی تیلیان توڑین، انتقال کے وقت وصیت کی کہ حجاج جنازہ نہ پڑھائے، حضرت عثمانؓ کے بیٹے ابان نے نماز پڑھائی اور بقیع مین دفن کیا۔

تاریخ بخاری مین ہے، کہ حجاج جنازہ مین آیا تھا، اور تہذیب التہذیب مین لکھا ہے کہ نماز بھی اسی نے

---

[1] اسد الغابہ ج ۱ ص ۲۵۷، [2] اسد الغابہ ج ۲، حالات سہل بن سعد، ص ۳۶۶،

پڑھائی تھی،

اہل و عیال حضرت جابرؓ نے اپنے والد کی شہادت کے بعد ایک بیوہ عورت سے نکاح کیا تھا، آنحضرتؐ کو معلوم ہوا تو فرمایا، بیوہ سے کیا فائدہ؟ کسی کنواری سے کیا ہوتا، وہ تم سے کھیلتی، تم اس سے کھیلتے، عرض کیا بہنین خردسال تھین، اس لئے ہوشیار عورت کی ضرورت تھی، جو ان کے کنگھی کرتی، جوئین دیکھتی، کپڑے سی کر پہناتی، فرمایا اصبت[1] (تم نے ٹھیک کیا)،

دوسری شادی بنو سلمہ مین کی، اسلام مین عورت کو دیکھ کر شادی کرنے کی اجازت ہے، پیام دیا تو لڑکی کو چھپ کر دیکھ لیا پھر شادی کی[2]

پہلی بیوی کا نام سہیلہ بنت مسعود تھا[3] صحابیہ تھین اور انصار کے قبیلۂ ظفر کی لڑکی تھین، دوسری کا نام حارث تھا، وہ محمد بن مسلمہ بن سلمہ کی جو قبیلۂ اوس سے تھے، اور معزز صحابی تھے، بیٹی تھین،[4]

اولاد کے نام یہ ہین، عبدالرحمن، عقیل، محمد، حمیدہ، میمونہ، ام حبیب[5]

حلیہ حلیہ یہ تھا، مونچھ خوب کٹی ہوئی، سر اور ڈاڑھی مین زرد خضاب لگاتے تھے، آنکھین اخیر عمر مین جاتی رہی تھین،

مکان مسجد نبوی سے ایک میل دور تھا، اس سے متصل ایک مسجد بھی بنوائی تھی[6]

علم و فضل تحصیل کی ابتدا، سرچشمۂ وحی سے ہوئی، لیکن تربیت یافتگان نبوت مین جو لوگ علوم و فنون کے مرکز تھے، ان کے حلقون سے بھی استفادہ کیا، حضرت ابوبکرؓ، عمرؓ، علیؓ، ابوعبیدہؓ، طلحہؓ، معاذ بن جبلؓ، عمارؓ، خالد بن ولیدؓ، ابوبردہ بن نیارؓ، ابوقتادہؓ، ابوہریرہؓ، ابوسعید خدریؓ، ابوحمید ساعدیؓ، عبداللہ بن انیسؓ، ام شریکؓ، ام مالکؓ، ام مبشرؓ، ام کلثوم بنت ابوبکر صدیقؓ (تابعیہ تھین) سب کے سب

---

[1] مسند ۳۰۸، بخاری ۵۸۰ ج ۲، [2] مسند ۳۳۴ ج ۳، [3] فتح الباری ج ۵، ۳۰۵، [4] طبقات، ۲۰۳، [5] مسند ۳۰۳ ج ۳،
[6] مسند ۳۴۴، ۳۴۳، [7] نزہۃ الابرار قلمی، [8] مسند ۳۰۳،

اِن کے اساتذہ مین داخل ہین،

حدیث کا یہ شوق تھا کہ ایک ایک حدیث کے لئے مہینون کا سفر کرتے تھے، عبداللہ بن انیس کے پاس ایک حدیث تھی، وہ شام مین رہتے تھے، حضرت جابرؓ کو معلوم ہوا تو ایک اونٹ خریدا اور اُن کے پاس پہونچ کر کہا کہ وہ حدیث بیان کیجئے مین نے اس لئے عجلت کی کہ شاید میرا خاتمہ ہوجاتا[1]، اور حدیث سننے سے رہجاتی،

مسلمہ بن مخلد امیر مصر تھے، ان کے پاس ایک حدیث تھی، خبر لگی تو مصر پہونچے، اور حدیث کی اجازت لی، اِس سفر کا تذکرہ طبرانی مین موجود ہے[2]،

تحصیل علم سے فراغت ملی تو مسند درس پر جلوہ فرما ہوئے، حلقۂ درس مسجد نبوی مین قائم تھا[3]، شائقین مقامات بعیدہ سے آتے تھے، مکہ معظمہ، مدینہ منورہ، یمن، کوفہ، بصرہ، مصر ان مقامات مین اِن کا دریائے فیض روان تھا،

کمالات سے مظہر تفسیر و حدیث و فقہ کے فن تھے، تفسیر مین اگرچہ روائتین کثیر نہین، تاہم معتدبہ ہین، لوگون مین ورود کے معنی مین اختلاف تھا، بعض کہتے تھے کہ مسلمان جہنم مین نہ داخل ہوگا، بعض کا خیال تھا کہ سب جائینگے مگر مسلمانون کو نجات ملجائیگی، حضرت جابرؓ سے پوچھا، فرمایا، بر و فاجر، نیک و بد، سب جہنم مین داخل ہونگے، لیکن اچھے لوگون پر آگ کا کوئی اثر نہ ہوگا، پھر متقیون کو نجات ملیگی، اور ظالم اُس مین رہجائینگے[4]،

طلق بن حبیب کو شفاعت کا انکار تھا، حضرت جابرؓ کے پاس آکر مناظرہ شروع کیا، خلود فی النار کے متعلق جتنی آئتین قرآن مین ہین، سب پڑھین، فرمایا شاید تم اپنے کو مجھ سے زیادہ قرآن و حدیث کا عالم جانتے ہو، اُنھون نے کہا استغفر اللہ! یہ میرا خیال بھی نہین ہوسکتا، ارشاد ہوا تو سنو! یہ آئتین مشرکین کے متعلق ہین

---

[1] ادب المفرد بخاری مع فتح الباری ۹۵ ج ۱، [2] اصابہ ۲۲۷ ج ۱، [3] مسند ۳۲۹،

جو لوگ عذاب دینے کے بعد نکال لئے گئے، ان کا اس میں ذکر نہیں، لیکن رسول اللہ نے حدیث میں اسکو بیان فرما دیا ہے[1]،

حدیث ان کی تمام کوششوں کا جولانگاہ ہے، تمام عمر اشاعت حدیث ان کی زندگی کا اہم مقصد رہا، باایں ہمہ کہ کثیر الروایت تھے، یعنی مرویات ۱۵۴۰ تک پہونچتی ہیں، بیان حدیث میں نہایت احتیاط و جزم سے کام لیتے تھے، ایک حدیث بیان کی، سمعت کا لفظ بولنا چاہتے تھے، پھر رک گئے، اور اپنے اوپر موقوف کر دی اس کا سبب یہ تھا کہ انکو الفاظ پر اطمینان نہ ہوسکا[2]،

تلامذۂ حدیث، کا شمار طوالت سے خالی نہیں، تابعین کا ہر طبقہ اُن کے خرمن فیض کا خوشہ چین ہے لیکن خاص شاگردوں کے نام حسب ذیل ہیں،

امام باقر علیہ السلام، محمد بن منکدر، سعید بن مینا، سعید بن ابی ہلال، عاصم بن عمر بن قتادہ انصاری محمد بن عمرو بن حسن علیہ السلام، حسن بن محمد حنفیہ، وغیرہم،

فقہ بھی انکی علمی نوشگافیوں کا مظہر ہے، مسائل و فتاوی جو وقتاً فوقتاً پوچھے گئے، جمع کر دیے جائیں تو ایک مختصر سا رسالہ تیار ہو سکتا ہے،

اخلاق وعادات: اقامۃ حدود اللہ، جوش ایمان، جرأت اظہار حق، امر بالمعروف، مودت رسول، اتباع سنت، رفق بین المسلمین، سیر چشمی، اخلاق کی سیج دنیا دیں، اور قدرت نے حضرت جابر کو نہایت فیاضی سے ان تمام چیزوں سے حصہ دیا تھا،

اقامت حدود اللہ، جو اطاعت الٰہی کا فرض ہوتا ہے، حضرت جابر کو اس میں یگانہ و بیگانہ کا فرق و امتیاز نہ روک نہ سکتا تھا، حضرت ماعز بن اسلمی کہ مدینہ کے باشندے، اور اصحاب پاک میں داخل تھے، انکا واقعہ پیش آیا تو موقع پر پہنچ کر اپنے ہاتھ سے پتھر مارے[3]

---

[1] مسند ج ۳ ص ۳۴۴، [2] مسند ج ۳ ص ۳۰۰، [3] مسند ج ۳ ص ۳۸۱،

اظہار حق میں کسی کی وجاہت ذاتی خلل انداز نہ ہو سکتی،

حضرت سعد بن معاذ انصاری قبیلۂ اوس کے سردار اور بڑے رتبہ کے صحابی تھے، ان کا انتقال ہوا تو آنحضرتؐ نے فرمایا کہ "آج عرش اعظم جنبش میں آگیا ہے" حضرت براء بن عازبؓ کو یہ حدیث معلوم تھی، لیکن وہ عرش رحمن کے بجائے صرف "سریر" کہتے تھے، جس سے جنازہ کا ہلنا مراد ہے، حضرت جابرؓ سے لوگوں نے براءؓ کا قول نقل کیا، فرمایا کہ حدیث تو یہی ہے جو میں نے بیان کی، باقی براء کا قول تو وہ باہمی بغض و عداوت و کینہ توزی کا نتیجہ اور اثر ہے، اوس و خزرج میں اسلام سے پہلے سخت مخاصمت تھی،[1]

اس واقعہ کا یہ پہلو بھی یاد رکھنے کے قابل ہے، کہ حضرت جابرؓ قبیلۂ خزرج سے تھے، اس بناء پر ان کو خزرجیوں کا ہم آہنگ و ہمنوا ہونا چاہئے تھا،

حجاج بن یوسف مدینہ کا امیر ہو کر آیا، اوقات نماز میں کچھ رد و بدل کیا، لوگ ان کے پاس دوڑ آئے، ارشاد کیا، کہ آنحضرتؐ ظہر کی نماز دوپہر کے بعد، عصر کی آفتاب صاف اور روشن ہونے تک، مغرب کی، وقت غروب، فجر کی تاریکی میں پڑھتے تھے، اور عشاء کے وقت لوگوں کا انتظار ہوتا تھا، اگر جلد جمع ہو گیا تو جلد پڑھتے تھے ورنہ دیر لیتے،[2]

حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ نے تین برس کے لئے اپنی زمین کا پھل فروخت کر دیا تھا، ان کو خبر پہنچی تو کچھ لوگوں کو لیکر مسجد آئے، اور سب کے سامنے بیان کیا کہ رسول اللہؐ نے اس کی ممانعت فرمائی ہے جب تک پھل کھانے کے قابل نہ ہو جائے اس کا فروخت کرنا جائز نہیں، پیر نکلنے سے قبل کیونکر جائز ہو سکتا ہے،

ایک گروہ فتنہ و فساد برپا ہوا، لوگوں نے حضرت جابرؓ کو کہلا کہ اس گوشہ سے باہر نکلئے، اس زمانہ میں وہ بینائی سے محروم ہو چکے تھے، لیکن دو بیٹوں کو بلایا، دونوں کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر نکلے، اور کہا کہ خدا اس کو ہلاک کرے جس نے رسول اللہ کو دہشت میں ڈال رکھا ہے، بیٹوں نے عرض کی کہ رسول اللہ تو وفات

[1] صحیح بخاری ص ۵۳۶ ج ۱ [2] مسند ج ۳ ص ۳۶۹ [3] مسند ج ۳ ص ۳۹۵

ہو چکے، اب ان کو خوف کیسا؛ فرمایا کہ آنحضرت صلعم کا ارشاد مبارک ہے کہ جس نے اہل مدینہ کو ڈرایا، گویا خود مجھے ڈرایا[1]،

پیرویِ رسول اور اتباعِ سنّت مین جوش و ولولہ ظاہر ہوتا تھا کہ آنحضرت کو ایک مرتبہ صرف ایک کپڑہ اوڑھے نماز پڑھتے دیکھا تھا، خود بھی اسی طرح نماز پڑھی، شاگردون نے کہا کہ آپ کے پاس چادر رکھی تھی، اس کو کیون نہ اوڑھ لیا، کہ ازار اور چادر دو کپڑے ہوجاتے، فرمایا اس لئے کہ تم جیسے بے وقوف، رسول اللہؐ کی اس رخصت کو دیکھین اور اعتراض کرین[2]،

آنحضرت صلعم نے مسجد فتح مین ۳ روز (پیر، منگل، بدھ) دعا مانگی تھی، تیسرے دن نماز کے اندر قبول ہوئی، تو چہرۂ مبارک پر بشارت کی موجین، نور بنکر دوڑ رہی تھین، حضرت جابرؓ نے یہ واقعہ دیکھا تھا، چنانچہ جب کوئی مشکل آن پڑتی، اس خاص وقت مین وہان جاکر دعا کرتے، اور قبولیت و اجابت کا مژدہ لاتے تھے[3]،

حبِّ رسولؐ کا نتیجہ فدائیت ہے، حضرت جابرؓ نے ابتدا ہی سے اسکا ثبوت بہم پہونچایا تھا، عقبۂ ثانیہ مین، عرب و عجم کی جنگ پر جس قافلہ نے بیعت کی تھی وہ اس مین شامل تھے،

غزوات نبوی مین انھون نے سرفروشی اور فداکاری کا علانیہ ثبوت دیا تھا، اور غزوۂ حدیبیہ یا مشہد بیعت الرضوان مین، ان مین جس قوت نے کام کیا تھا، اسکا اقرار خود مصحفِ ناطق مین کیا گیا ہے،

حبِ رسولؐ کے دلفریب مناظر یہ ہین،

غزوۂ خندق مین تمام لشکر بے آب و دانہ تھا، اور سید کونینؐ تو ۳ دن سے فاقہ مست تھا، پیٹ پر پتھر باندھ کر مہمات جنگ مین مصروفیت تھی، آقا کو اس حالت مین دیکھا تو کام چھوڑ کر مکان گئے اور دعوت کا انتظام کیا[4]،

آنحضرتؐ کی خدمت مین اعلیٰ قسم کے چھوہارے جس مین گٹھلی نہ تھی پیش کئے، آپ نے دیکھ کر

[1] مسند ۳۵۴، [2] مسند ۳۲۸، [3] مسند ۳۳۲، [4] مسند ۳۷۷،

فرمایا کہ مین گوشت سمجھا تھا، گھر جا کر بیوی سے کہا، اُنھون نے بکری ذبح کرکے گوشت پکا دیا[1]،

ایک روز آنحضرت ان کے مکان تشریف لے گئے، آپ کی عادت معلوم تھی، اُٹھے اور ایک فربہ بکری کا بچہ ذبح کیا، وہ چلائی تو آپ نے فرمایا کہ نسل اور دودھ کیون قطع کرتے ہو؟ عرض کیا، ابھی بچہ ہے چھوہارے کھا کر اتنی موٹی ہو گئی،

آنحضرت سامنے سے گذرے، یہ ڈھال مین چھوہارے لئے تھے، شرکت کی دعوت دی، آپنے قبول فرمائی[2]،

حدیبیہ سے آنحضرت کے ساتھ چلے، سقیا مین قیام ہوا، پانی موجود نہ تھا، معاذ بن جبل کی زبان سے نکلا کہ کوئی پانی پلاتا، حضرت جابر چند انصار کو لیکر پانی کی تلاش مین روانہ ہوئے، ۲۳ میل چلکر اثایہ مین پانی ملا، مشکون مین بھر کر لائے، عشاء کے بعد دیکھا تو ایک شخص اونٹ پر سوار حوض کی طرف جا رہا ہے یہ آنحضرت صلعم تھے، بڑھ کر مہار تھام لی، اونٹ کو بٹھایا، آنحضرت نے اُتر کر نماز پڑھی، خود بھی پہلو مین کھڑے ہو کر نماز مین شریک ہوئے[3]،

ایک مرتبہ رسول اللہ گھوڑے سے گر پڑے تھے، وہ عیادت کو آئے[4]،

رسول اللہ کو کبھی قرض کی ضرورت ہوتی تو اُن سے لیتے تھے، چنانچہ ایک مرتبہ قرض لیا تھا، ادائگی کے وقت کچھ زیادہ دیا[5]،

رسول اللہ صلعم کو بھی اُن سے بہت محبت تھی، ایک خاص واقعہ مین ان کے لئے ۲۵ مرتبہ استغفار فرمایا تھا[6]، ایک مرتبہ بیمار پڑے، تو خود عیادت کو تشریف لائے، وہ بیہوش تھے، وضو کر کے پانی کے چھینٹے دئے، تو ہوش آیا، اب تک ان کے کوئی اولاد نہ تھی، اور باپ بھی فوت ہو چکے تھے، شریعت مین ایسے شخص کے وارث کو کلالہ کہتے ہین، چونکہ زندگی سے ناامید ہو گئے تھے، عرض کیا کہ مین مرگیا تو کلالہ وارث

---

[1] مسند ۳۴۴، [2] مسند ۳۹۶، [3] مسند ۳۹۷، [4] مسند ۳۸۰، [5] مسند ۱۰۰، [6] مسند ۳۰۲، [7] اصابہ،

ہوگا، فرمائیے میراث کیونکر تقسیم کرون، ؟ کیا دو ثلث بہنونکو دیدون، ؟ فرمایا اچھا ہے دیدو، عرض کیا خواہ نصف ؟ فرمایا ہان، یہ کہکر باہر تشریف لائے، پھر واپس ہوئے اور آکر کہا، جابر! تم اس مرض مین نہ مروگے تمھارے متعلق یہ آیت نازل ہوئی ہے، یستفتونک قل اللّٰہ یفتیکم فی الکلالۃ، (تم سے اے پیغبر! لوگ کلالہ کے بارہ مین استفتاء کرتے ہین، کہو کہ خدا کا اُس کے متعلق یہ فتوی ہے،

تم بہنون کو دو ثلث دے سکتے ہو[۱]،

کہین دعوت ہوتی تو ساتھ لیجاتے[۲]، کبھی خود اپنے ساتھ مکان پر لاتے اور کھانا کھلاتے،

ایک روز وہ اپنے گھر کی دیوار کے سایہ مین بیٹھے تھے، رسول اللہ صلعم سامنے سے گذرے، یہ دوڑ کر ساتھ ہولئے، ادب کے خیال سے پیچھے چل رہے تھے، فرمایا پاس آجاؤ، ان کا ہاتھ پکڑا اور کاشانہ پر لوالائے، پردہ کراکر اندر بلایا، اندر سے ۳ ٹکیان اور سرکہ ایک صاف کپڑے پر رکھکر آیا، آپنے ڈیڑھ ڈیڑھ روٹی تقسیم کی، اور فرمایا سرکہ بہت عمدہ سالن ہے، جابرؓ کہتے ہین کہ اُس دن سے سرکہ کو مین نہایت محبوب رکھتا ہون[۳]،

کچھ اسی پر موقوف نہین، نوازشاتِ خاصہ ہر صورت مین ہوتی رہتی تھین،

غزوۂ ذات الرقاع مین وہ نہایت عمدہ اونٹ پر سوار تھے، جس کی زود رفتاری کا یہ حال تھا کہ تمام اونٹون سے پیش پیش تھا، چلتے چلتے یکایک رک گیا[۴]، اب جنبش بھی نہ تھی، پیچھے سے آواز آئی کیا ہوا، یہ آنحضرتؐ تھے، تشریف لائے اور ایک کوڑا مارا، اونٹ اب نہایت تیز تھا، ان کو لے اُڑا، آنحضرتؐ نے فرمایا اُس کو میرے ہاتھ فروخت کردو، عرض کی حاضر ہے، لیکن قیمت کی ضرورت نہین، فرمایا نہین، قیمت دیجائے گی[۵]، درخواست کی کہ مدینہ تک مین اسی پر چلونگا، منظور فرمائی گئی، شہر پہونچکر اونٹ کو لیا اور آنحضرتؐ کی خدمت مین حاضر ہوئے، کہ اونٹ یہ ہے، آپ اس کو گھوم گھوم کے دیکھتے تھے، اور فرماتے تھے، کیسا اچھا

[۱] مسند ۲۹۸، ۲/۳، [۲] مسند ۳۸۶، [۳] مسند ۲۷۹، ۴۰۰، [۴] مسند ۳۷۲، [۵] مسند ۳۱۴،

ہے؟ اس کے بعد حضرت بلالؓ کو حکم دیا کہ اتنے اوقیہ سونا تول دو، اصل کے بعد کچھ اور بھی عطا فرمایا، پوچھا دام پا چکے؟ کہا جی ہاں، فرمایا، دام اور اونٹ دونوں لیجاؤ، سب تمہارا ہے، ایک یہودی نے اس واقعہ کو سنا تو تعجب کیا،

قیمت سے زیادہ دام چونکہ آنحضرتؐ کی بخشش تھی، ایک تھیلی میں علیحدہ حفاظت سے رکھدی، حرہ کے دن اہل شام نے اُن کے گھر پر چھاپہ مارا، اس میں دوسری چیزوں کے ساتھ اس کو بھی مال غنیمت سمجھ کر لوٹ لے گئے ہیں[1]

بحرین سے مال آنے والا تھا، آنحضرتؐ نے فرمایا کہ تمکو ۳ آنجورہ بھر کر دونگا، (۱ آنجورہ ۲ لپ کے برابر) مال آیا تو آپ کا انتقال ہو چکا تھا، حضرت ابوبکرؓ نے منادی کرائی کہ رسول اللہ کا کسی سے وعدہ ہو یا کسی کا قرض آتا ہو، تو وہ مجھ سے لے سکتا ہے، حضرت جابرؓ نے کہا کہ مجھ سے وعدہ تھا، فرمایا لے لو، ۱ آنجورہ میں ۵۰۰ نکلے، ان کو گھر جاکر رکھ آئے اور واپس آکر خاص اپنا حصہ طلب کیا، جواب ملا اب میرے پاس نہیں، تین مرتبہ انکار کرنے پر کہا کہ میرا حصہ دینے میں اس قدر بخل کیوں ہے؟ ارشاد ہوا افسوس! تم مجھ کو بخیل کہتے ہو، حالانکہ بخل سے بدتر کوئی شے نہیں، تمہیں بتاؤ کہ نہ ہونے کا کیا علاج ہے[2]،

رسول اللہ کا ادب و احترام خاص طور پر ملحوظ رہتا تھا، اعمال و عقائد میں تو آنحضرتؐ کا ہر قول و فعل فرض و واجب کا درجہ رکھتا تھا، اور اس میں کسی کو مجال انکار نہ تھی، لیکن امور باہمی میں بھی یہ خیال تھا کہ جس بات کو آنحضرتؐ ۳ مرتبہ ارشاد فرماتے، بے چون و چرا تسلیم کر لیجاتی، ۱-۲ مرتبہ میں قیل و قال کی گنجائش رہتی تھی[3]،

مسلمانوں سے محبت کرتے اور رُحَمَاءُ بَینَهُم کی مجسم تصویر تھے،

ان کا پڑوسی کہیں سفر میں گیا تھا، واپس آیا تو باین جلالت قدر، ملاقات کو تشریف لے گئے، اسنے لوگوں کے تفرق و تحزب کی داستان سنائی، بدعات کا رائج ہونا بیان کیا، صحابہ نے کثرت اسلام، اپنے بدنکے

---

۱ مسند ۳، ۲۷۲، ۲ مسند ۳، ۳۰۰، ۳ مسند ۳، ۳۱۴، ۴ مسند ۳، ۳۰۰، ۵ مسند ۳۵۸ و ۳۵۹،

خون سے سینچی تھی، ان واقعات کے کان کب متحمل ہوسکتے تھے،؟ بے اختیار، آبدیدہ ہوگئے اور فرمایا رسول اللہ صلعم نے سچ کہا تھا کہ لوگ جس طرح گروہ گروہ خدائی دین مین داخل ہوئے ہین، اسی طرح خارج بھی ہوجائین گے[1]

ان خوبیون کے ساتھ مذہبی جوش اور حرارت بھی نہایت نمایان تھی، ایک میل سے پنجوقتہ نماز پڑھنے آتے تھے، ظہر کے وقت گرمی کی یہ شدت ہوتی تھی کہ زمین پر سجدہ کرنا دشوار تھا، ہاتھ مین کنکریان ٹھنڈی کرتے، اور سجدہ کرتے وقت ان کو بچھا لیتے تھے[2]، تاہم آنا ترک نہ ہوتا تھا،

ایک مرتبہ مسجد نبوی کے قرب مین مکانات خالی ہوئے، حضرت جابرؓ اور بنو سلمہ کا ارادہ ہوا کہ یہان اٹھ آئین کہ نماز کا آرام ہوگا، آنحضرتؐ سے درخواست کی، آپ نے فرمایا کہ تمھین وہان سے آنے مین ہر قدم پر ثواب ملتا ہے، سوچو تو کتنا ثواب ہوا؟ سب نے کہا کہ حضور کا ارشاد بدل وجان منظور ہے[3]،

حج کئی کئے تھے، دو کا تذکرہ حدیث مین آیا ہے، پہلا حجۃ الوداع، دوسرا ایک اور جس مین محمد بن عباد بن جعفر نے ایک مسئلہ پوچھا تھا[4]،

سادگی مسلمانون کی ترقی کا اصلی راز ہے، حضرت جابرؓ نہایت سادہ مزاج تھے، صحابہؓ کا ایک گروہ مکان پر ملنے آیا، اندر سے روٹی اور سرکہ لائے، اور کہا بسم اللہ، اس کو نوش فرمائیے، سرکہ کی بڑی فضیلت آئی ہے، پھر فرمایا کہ آدمی کے پاس اگر اس کے احباب و اعزہ آئین تو جو کچھ حاضر ہو پیش کردے، اس مین کوتاہی نکرے، اسی طرح ان لوگون کا فرض ہے کہ پیش کردہ چیز کو خوشی خوشی کھائین اور اس کو حقیر نہ سمجھین، کیونکہ تکلف مین دونون کی ہلاکت کا سامان متصور ہے[5]،

عیادت مریض، ہمدردی و اخوت کا مظہر اتم ہے، حضرت جابرؓ عیادت کرتے تھے، رسول اللہ صلعم گھوڑے سے گرے تو عیادت کے لئے گئے تھے،

مقنع بیمار ہوئے اور دیکھنے کو گئے تو فرمایا، میرے خیال مین تم پچھنے لگاؤ، کیونکہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے

---

[1] مسند ۳۴۳، [2] مسند ۳۰۷، [3] مسند ۳۲۷، [4] مسند ۳۹۰، [5] مسند ۳۷۱، [6] مسند ۳۷۱،

کہ اس مین شفاء ہے

بے تکلفی بہت تھی، ملنے جلنے کا بہت سادہ انداز تھا، آنحضرتؐ سے زیادہ کون محترم و معزز ہو سکتا تھا، لیکن جب آپ چلتے لوگ آپ کے برابر یا آگے چلتے تھے، حضرت جابرؓ فرماتے ہین کہ اس کا سبب یہ تھا کہ آپ کے پیچھے فرشتے چلتے تھے[1]

آنحضرت صلعم کی ایک ایک چیز دل و دماغ مین جاگزین تھی، بیعت الرضوان کی بیعت ایک درخت کے نیچے لی گئی تھی، لوگ اس کو متبرک سمجھ کر نماز پڑھنے لگے، حضرت عمرؓ نے کٹوا دیا، سیب بن حزن کا بیان ہے کہ اس درخت کو ہم لوگ دوسرے ہی سال بھول گئے تھے[3]، لیکن حضرت جابرؓ کو برسون کے بعد بھی یاد تھا اخیر عمر مین نابینا ہو گئے تھے، حدیبیہ کا قصہ بیان کیا تو فرمایا، کہ آج آنکھین ہوتین تو وہ موقع دکھلا دیتا[4]،

حضرت جبار بن صخرؓ

نام و نسب	جبار نام، ابو عبداللہ کنیت، قبیلہ خزرج کے خاندان سلمہ سے ہین، نسب نامہ یہ ہے جبار بن صخر بن امیہ بن خنیس بن سنان بن عبید بن عدی بن غنم بن کعب بن سلمہ، والدہ کا نام سعاد بنت سلمہ تھا، اور جشم بن خزرج کے قبیلہ سے تھین،
اسلام	بیعت عقبۂ ثانیہ مین شریک تھے،
غزوات اور دیگر حالات	مقداد اسود کندی سے کہ بڑے رتبہ کے صحابی تھے، مواخاۃ ہوئی، تمام غزوات مین شرف شرکت حاصل کیا، غزوۂ بدر مین ۳۲ سالہ تھے،

[1] مسند ۵ ص ۳۳۲، [2] مسند ۳ ص ۳۳۲، [3] صحیح بخاری ص ۵۹۹ ج ۲، [4] صحیح بخاری ص ۵۹۸ ج ۲،

خیبر فتح ہونے کے بعد آنحضرت صلعم نے عبد اللہ بن رواحہ کو ایک سال خارص بنا کر بھیجا تھا، غزوہ موتہ میں ان کی شہادت ہوئی، تو جبارؓ کو اس منصب کے لئے انتخاب کیا، جبارؓ ہر سال خیبر کے پیداوار کا تخمینہ کرنے کے لئے بھیجے جاتے تھے،

حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے عہدِ خلافت میں بھی اسی منصب پر مامور رہے، اور حضرت عمرؓ نے جب یہود کو خیبر سے جلاوطن کیا تو مہاجرین و انصار کو لیکر خود خیبر گئے تھے، اس سفر میں جبار بن صخر بھی انکے ہمراہ تھے،

وفات | سنہ ۳۰ھ میں حضرت عثمانؓ کے عہدِ خلافت میں انتقال کیا، اس وقت ان کی عمر ۶۲ سال کی تھی،

فضل و کمال | مسند میں چند حدیثیں ان کے سلسلہ سے مروی ہیں، حساب میں کمال حاصل تھا، یہی وجہ تھی کہ دارالخلافت میں حساب اور خارص کا عہدہ ان کو تفویض ہوا تھا،

اخلاق | حبِ رسول پر ذیل کا واقعہ شاہد ہے،

مکہ معظمہ کے سفر میں آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ اثایہ میں کوئی جا کر پانی کا انتظام کرتا، جبارؓ نے اُٹھ کر کہا میں جاتا ہوں، وہاں پہونچکر حوض کے اردگرد ڈھیلے رکھے اور اس میں پانی بھرا، محنت کرنے کی وجہ سے تھک گئے تھے، آنکھ لگ گئی، آنحضرتؐ پہونچے اور فرمایا مالک حوض! میں اپنے اونٹ کو پانی پلا سکتا ہوں؟ اُنھوں نے رسول اللہ کی آواز پہچانکر اجازت دی، آپ اونٹ بٹھا کر اُترے اور وضوء کے لئے پانی مانگا، اُنھوں نے آپ کو وضوء کرا کے خود بھی وضوء کیا، اور پھر آنحضرتؐ کے ساتھ نماز میں کھڑے ہوئے، یہ چونکہ بائیں جانب کھڑے تھے، آنحضرت صلعم نے ان کا ہاتھ پکڑ کر داہنے جانب کر دیا، تھوڑی دیر میں تمام لوگ آپہونچے[1] اور تنہائی کا لطفِ صحبت مفقود ہو گیا،

---

[1] مسند ابن حنبل ص ۴۲۱ ج ۳،

حضرت جلیبیب رضی اللہ

جلیبیب نام تھا، انصار کے کسی قبیلہ سے تھے، سلسلۂ نسب معلوم نہین، آنحضرتؐ نے انصار کی ایک لڑکی سے اُن کی نسبت ٹھہرائی، چونکہ نہایت کم رو اور پستہ قد تھے، لڑکی کے ماں باپ نے انکار کرنا چاہا، لیکن لڑکی نہایت سمجھدار اور عقلمند تھی، اس کو معلوم ہوا تو یہ آیت پڑھی، فاکان لمومن ولا مومنۃ اذا قضی اللہ ورسولہ امراان یکون لھم الخیرۃ من امرھم، یعنی جب اللہ اور رسول کسی بات کا فیصلہ کردین تو کسی مسلمان کو اس مین چون وچرا کی گنجائش نہیں، اور کہا کہ مین بالکل رضامند ہون، جو رسول اللہ کی مرضی ہے، وہی میری بھی ہے، آنحضرتؐ کو خبر ہوئی تو نہایت مسرور ہوئے، فرمایا،

اللّٰھم اصبب علیھا الخیر ولا تجعل عیشھا کدا، خداوندا اس پر خیر کا دریا بہادے اور اُس کی زندگی کو تلخ نہ کر!

دعاء نبوی کا یہ اثر ہوا کہ تمام انصار مین اس سے زیادہ کوئی بیوہ تونگر اور خراج نہ تھی، رضامندی پاکر آنحضرتؐ نے جلیبیب سے کہا کہ فلان لڑکی سے تمھارا نکاح کرتا ہون، بولے یا رسول اللہ! تو آپ مجھے کھوٹا پائین گے! فرمایا لکنک عند اللہ لست بکاسد، یعنی تم خدا کے نزدیک کھوٹے نہین ہو[1] (اس واقعہ مین اور بھی تفصیل ہے)

شہادت آنحضرتؐ کے ساتھ کسی غزوہ مین تھے، مال غنیمت آیا تو ارشاد ہوا، دیکھو کون کون لوگ گم ہین، لوگون نے چند آدمیون کے نام گنائے، آپ نے ۳ مرتبہ پوچھا اور وہی جواب ملا تو فرمایا، لکنی افقد جلیبیبا! لیکن مین جلیبیب کو گم پاتا ہون،

مسلمان حضرت جلیبیبؓ کی تلاش مین نکلے تو دیکھا کہ سات آدمیون کے پہلو مین مقتول پڑے

---

[1] استیعاب ص ۱۰۰ ج ۱، و دیگر کتب رجال و مسند احمد بن حنبل،

ہین، آنحضرت صلعم کو خبر کی تو خود تشریف لائے، اور لاش کے پاس کھڑے ہو کر کہا،

قتل سبعۃ ثم قتلوہ ھذا منی انا منہ ! سات کو قتل کرکے خود قتل ہوا، یہ مجھ سے ہے اور مین اس سے ہون

ھذا منی وانا منہ ! یہ مجھ سے ہے اور مین اس سے ہون،

اس کے بعد جلیبیب کو اپنے بازؤن پر اٹھا کر لائے، اور قبر کھدوا کر دفن کیا، اور غسل نہین دیا، انا للہ وانا الیہ راجعون،

حضرت جلیبیبؓ واقعی خدا کے نزدیک کھوٹے نہ تھے، شہادت عظمی کے ساتھ ساتھ یہ شرف کیا عظیم الشان تھا کہ رسول اللہ کے دست مبارک، چارپائی یا تختہ کے بجائے ان کا تابوت تھے، تمام لوگونکا تابوت لکڑی کے تختون سے تیار ہوتا ہے، لیکن جلیبیب کا تابوت مہبط وحی والہام کا دست مبارک تھا،

بچہ ناز رفتہ باشد زجہان نیاز مندے — کہ بوقت جان سپردن بسرش رسید باشی

"ح"

حضرت حباب بن منذر بن جموحؓ

نام ونسب حباب نام، ابوعمر کنیت، قبیلۂ خزرج سے ہین، نسب نامہ یہ ہے، حباب بن منذر بن جموح بن زید بن حرام بن کعب بن غنم بن کعب بن سلمہ،

اسلام ہجرت سے قبل مسلمان ہوئے،

غزوات اور دیگر حالات تمام غزوات مین شرکت کی، غزوۂ بدر مین قبیلۂ خزرج کا علم ان کے پاس تھا[۱]، بدر کے قریب پہونچکر آنحضرت صلعم نے ڈیرے ڈالے، حبابؓ نے کہا یارسول اللہ! اس مقام پر اترنے کے لئے حکم خداوندی ہے یا آپ کی ذاتی رائے ہے؟ فرمایا میری رائے ہے، عرض کی تو یہ موقع

[۱] صحیح مسلم ص ۲۷۸ ج ۲، [۲] طبقات ابن سعد ص ۷،

ٹھیک نہین ہمکو پانی کے پاس اُترنا چاہیے، اور تمام کنوؤن پر قبضہ کر کے ایک حوض تیار کرنا چاہیے، تاکہ ہمارے لشکر مین پانی کی قلت نہ ہو، اور دشمن شدتِ تشنگی سے پریشان ہو جائے، آنحضرتؐ نے فرمایا حباب صحیح کہتے ہین، چنانچہ تمام لشکر کو لیکر چاہِ بدر پر نزول اجلال ہوا،[1]

غزوۂ اُحد مین قریش اُس سر و سامان سے نکلے تھے، کہ مدینہ ہل گیا تھا، ذو الحلیفہ پہونچے تو آنحضرتؐ نے دو جاسوس بھیجے اور اُن کے بعد حبابؓ کو روانہ فرمایا، اُنھون نے تمام لشکر مین گھوم کر مختلف خبرین بہم پہونچائین، اور اُن کی تعداد کا صحیح اندازہ کر کے آنحضرتؐ کو خبر دی،

اُس غزوہ مین بھی خزرج کا علم اُن کے پاس تھا بعض کا خیال ہے کہ سعد بن عبادہ علمبردار تھے،[2]

غزوۂ خیبر مین ایک حصہ کا اور حُنین مین تمام خزرج کا علم انھین کو تفویض ہوا تھا،[3] سقیفہ ساعدہ مین، وہ سعد بن عبادہ کے سرگرم حامی تھے، اور اُن کے خلیفہ بنانے پر زور دیرہے تھے،

اثنائے خطبہ مین ایک یہ فقرہ کہا تھا، اَنَا جُذَیْلُهَا الْمُحَکَّكُ وَعُذَیْقُهَا الْمُرَجَّبُ، جس کا یہ مطلب تھا، کہ مین قوم کا معتمد ہون اور لوگ میری رائے سے فائدہ اُٹھاتے ہین، اُس کے بعد یہ رائے پیش کی، کہ دو امیر ہون، ایک انصاری اور ایک مہاجری،[4] حضرت عمرؓ نے برجستہ کہا، یہ ناممکن ہے، دو بادشہ در اقلیمے نہ گنجند،!

وفات حضرت عمرؓ کے زمانۂ خلافت مین فوت ہوئے، عمر ۵۰ سال سے متجاوز تھی، غزوۂ بدر مین ۳۳ برس کا سن تھا،

فضل و کمال حدیث مین ابو الطفیل عامر بن واثلہ اُن کے شاگرد ہین،

شاعری عرب کا فطری جوہر ہے، حضرت حباب بھی شعر کہتے تھے، یہ شعر انھین کی طرف منسوب ہین۔

الم تعلما للّٰه در ابیکما	کیا تمھین خبر نہین (تمھارے باپ کی بھلائی خدا کیلئے ہو)
وما الناس الا اکمه و بصیر	کہ دو لوگ دو طرح کے ہوتے ہین، قدرتی نابینا اور بابصر

---

[1] طبقات ص ۹ و اسد الغابہ ص ۳۶۵ ج ۱، [2] ایضاً ص ۲۶، [3] ایضاً ص ۲۷، [4] ایضاً ص ۷۷ و ۱۰۸، [5] صحیح بخاری ص ۱۰۰۱ ج ۲،

بانا داعل اء النبی محمد	چنانچہ ہم اور آنحضرت کے دشمن دونون شیر ہین
اسود لهانی العالمین زئیر	جن کی گرج سے تمام عالم گونج اُٹھا ہے
نصرنا وآوینا النبی ومالہ	لیکن ہم کو یہ شرف ہے کہ ہم نے پیغمبر کو پناہ دی اور مدد کی
سوانا من اہل الملتین نصیر	اور ہمارے سوا آپ کا کوئی مددگار نہیں ہے،

خطبہ اچھا دیتے تھے، اور اِس مین فصاحت و بلاغت کے پورے جوہر دکھاتے تھے، سقیفۂ ساعدہ مین اُنھون نے دو خطبے دئے تھے جن سے قوت تقریر اور زور بیان کا صحیح اندازہ ہو سکتا ہے، کہنا یہ ہے کہ انصار چاہین تو خلافت کو نقصان پہونچا سکتے ہین، ان کو کس بلیغ پیرایہ مین ادا کیا ہے،

اِمَا واللہ لئن شئتم لنعید نہا جذعۃ!

دیکھو! اِس مین خلافت کو ایک اُونٹ فرض کیا ہے، پھر زور دیکر کہہ رہے ہین کہ تم چاہو تو مین اِس کو پانچ برس کا ایک بچہ بنا سکتا ہون

اسی طرح اپنی حیثیت اور ذاتی وجاہت کا اظہار مدِّ نظر ہے، اِس کو اس طرح بیان کرتے ہین،

انا جذیلہا المحکک وعذیقہا المرجب! مین انصار کے خارشتی اُونٹ کے بدن رگڑنے کا ستون اور ان کے تناور درخت کا ستدر دینے ہون،

عرب مین جس اُونٹ کے خارش نکلتی تھی صحت یابی کے لئے ایک لکڑی یا ستون سے باندھ دیتے تھے، وہ اپنا بدن رگڑ رگڑ کر اچھا ہو جاتا تھا، اسی طرح کھجور کے بہت بڑے درخت کے نیچے جس کے جھکنے کا خوف ہوتا تھا، ایک دیوار بنا دیتے، یا لکڑی گاڑ دیتے تھے، تو درخت سیدھا رہتا تھا،

حضرت حبابؓ نے اپنی ذمہ داری کو اسی لکڑی اور دیوار سے تشبیہ دی ہے،

حضرت حرام بن ملحانؓ

نام ونسب | حرام نام، قاری لقب، سلسلۂ نسب یہ ہے، حرام بن مالک (ملحان) بن خالد بن زید ابن حرام، بن جندب بن عامر، بن غنم بن عدی بن نجار بن ثعلبہ بن عمرو بن خزرج، حضرت ام سلیمؓ کے بھائی تھے، جو آنحضرتؐ کی خالہ اور حضرت انسؓ بن مالک صحابی مشہور کی والدہ ماجدہ تھین،

اسلام | بنو نجار، صدائے اسلام پر لبیک کہنے مین تمام انصار کے پیش پیش رہے ہین، حضرت ام سلیمؓ کی وجہ سے، خاندانِ عدی اسلام کے نام سے گوش آشنا ہو چکا تھا، بھائی نے بھی قبول اسلام مین اسی زمانہ مین سبقت کی،

غزوات اور وفات | بدر اور احد کے معرکون مین ان کی شرکت کا پتہ نہین، سریہ بیر معونہؓ مین کہ احد کے بعد ہوا تھا، البتہ ان کے موجود ہونے کی شہادت ملتی ہے

آنحضرت صلعم کے پاس کچھ لوگ یہ درخواست لیکر آئے کہ ہمارے ملک مین اشاعتِ اسلام کے لئے کچھ آدمی بھیجدیجئے جو قرآن وسنت کی اچھی طرح تعلیم دے سکین، آپ نے ۷۰ آدمیون کو جو قراء کے لقب سے مشہور تھے، ان کے ساتھ کردیا، حرام بھی اسی جماعت مین تھے، وہان ہو کر ایک مقام پر قیام کیا، حرام دو آدمیون کے ساتھ جن مین ایک لنگڑا تھا، قبیلہ مین اشاعتِ اسلام کیلئے گئے، ان کو قریب چھوڑ دیا کہ تم یہین ٹھہرو پہلے مین جاتا ہون، اگر زندہ بچ گیا تو خیر ورنہ تم دوڑ کر ہمارے ساتھیون کو خبر کردینا، خود کھڑے ہو کر کہا کہ آنحضرتؐ کی رسالت پر کچھ کہنا چاہتا ہون، تم مجھے امان دیتے ہو؟ ادھر ان کی تقریر شروع ہوئی ادھر قبیلہ والون نے ایک شخص کو اشارہ کردیا جس نے پیچھے سے نیزہ کا وار کیا جو ایک

لہ صحیح بخاری ص ۵۸۵ ج ۲،

پہلو سے دوسرے پہلو کو توڑ کر نکل گیا، حضرت حرامؓ نے زخم سے خون لیکر چہرہ اور سر پر چھڑکا، اور فرمایا اللہ اکبر! فزت ورب الکعبہ! ساتھیون میں سے لنگڑا پہاڑ پر چھپ رہا، دوسرے نے مسلمانون کو خبر کی، سب موقع پر پہونچے اور اسی جگہ لڑکر جام شہادت نوش کیا،

بنا کردند خوش رسمے بخون وخاک غلطیدن — خدا رحمت کند این عاشقان پاک طینت را

یہ بے کسی وبے بسی کا دردناک حادثہ جو حالت غربت میں پیش آیا تھا، اس کی خبر وطن کو کیونکر پہونچتی، لیکن جس کی راہ میں یہ سب کچھ ہوا تھا، اس نے خود آنحضرتؐ کو ان کا پیغام پہونچا دیا اور وہ یہ تھا، انا قد لقینا ربنا فرضی عنا وارضانا، آنحضرت صلعم نے ایک مہینہ تک قاتلین کے حق میں دعائے بد کی،[۱]

فضل وکمال قرآن وحدیث میں اس قدر عبور تھا کہ نجد میں ان کی اشاعت کے لئے مقرر کئے گئے، صحیح مسلم میں ہے کہ قرآن پڑھا کرتے اور رات کے وقت اسکا درس دیتے تھے[۲]، اسی وجہ سے قاری لقب پڑ گیا تھا[۳]،

اخلاق رات کو نماز پڑھتے[۴]، دن کو مختلف نیک کام کرتے، مسجد نبوی میں پانی بھر کر رکھتے، لکڑی کاٹ کر فروخت کرتے[۵]، اور اس سے اصحاب صفہ اور دوسرے محتاج مسلمانون کی غذا مہیا کرتے تھے[۶]،

ان کریمانہ اخلاق میں جوش ملی جسکا نظارہ اوپر ہوچکا ہے، اضافہ کر دیا جائے تو محاسن ومکارم کا ایسا دیدہ زیب مرقع پیش نظر ہوتا ہے، جس کے موجود ہوتے ہوئے دوسرے مرقع کی حاجت نہیں رہتی،

---

۱ صحیح بخاری ص ۵۸۶ و ۸۷، ۲ صحیح مسلم ص ۱۳۹ ج ۲، ۳ صحیح بخاری صفحہ ۵۸۶، ۴ ایضاً ۵ ایضاً ۶ صحیح مسلم ص ۱۳۹ ج ۲

حضرت حسان بن ثابتؓ

نام ونسب حسان، ابوالولید کنیت، شاعر رسول اللہ لقب، سلسلۂ نسب یہ ہے، حسان بن ثابت بن منذر بن حرام بن عمرو بن زید مناۃ بن عدی بن عمرو بن مالک بن نجار بن ثعلبہ بن عمرو بن خزرج، والدہ کا نام فریعہ بنت خالد بن خنیس بن لوذان بن عبدود بن زید بن ثعلبہ بن خزرج بن کعب بن ساعدہ تھا، قبیلۂ خزرج سے تھیں، اور سعد بن عبادہ سردار خزرج کی بنت عم ہوتی تھیں[۱] حسانؓ نے ایک شعر میں انکا نام ظاہر کیا ہے،

امسی الجلابیب قد عزوا وقد کثروا　　　وابن الفریعۃ امسی بیضۃ البلد[۲]

اسلام کے زمانہ تک موجود تھیں، اسلام لائیں اور بیعت کے شرف سے مشرف ہوئیں،

حضرت حسانؓ کے اجداد اپنے قبیلہ کے رئیس تھے، فارع کا قلعہ جو مسجد نبوی سے جانب غرب باب الرحمۃ کے مقابل واقع تھا، انھیں کا سکونت گاہ تھا، حسانؓ کہتے ہیں

ارقت لتوماض البروق اللوامع　　　ونحن نشاوی بین سلع وفارع[۳]

سلسلۂ اجداد کی چار پشتیں نہایت معمر گذریں، عرب میں کسی خاندان کی چار پشت اتنی طویل العمر نہیں ہل سکتیں، حرامؓ جو حضرت حسانؓ کے پردادا تھے، ۱۲۰ سال کی عمر میں فوت ہوئے، ان کے بیٹے منذر، اور ثابت بن منذر اور حسان بن ثابت، ان سب نے یہی عمر پائی، عبد الرحمن بن حسان اپنے اجداد کی عمروں پر بے اختیار ہنستے تھے، ایک روز اسی ہنسی میں لیٹ گئے اور ہنستے ہنستے دم نکل گیا[۴]

اسلام حضرت حسانؓ بحالت ضعیفی میں ایمان لائے، ہجرت کے وقت ۶۰ برس کا سن تھا،

غزوات دل کے فطرۃً کمزور تھے، اس لئے کسی غزوہ میں شریک نہ ہوسکے،[۵] ابن عباس سے ایک روایت ہے

---

[۱] صحیح بخاری ص ۵۹۵ ج ۲، [۲] اصابہ ص ۶۶ ج ۸، [۳] خلاصۃ الوفا ص ۱۰۲، [۴] اسد الغابہ ص ۷ ج ۲، [۵] اسد الغابہ ص ۶ ج ۲

جس سے معلوم ہوتا ہے کہ غزوات میں شرکت کی تھی، حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں[1]،

قیل لابن عباس قدم حسان اللعین — ابن عباسؓ سے کہا گیا کہ حسان ملعون آیا ہے، فرمایا

فقال ابن عباس ما ھو بلعین قد جاھد — ملعون کیونکر ہوسکتے ہیں، اُنھوں نے رسول اللہ کیساتھ

مع رسول اللہ بنفسه ولسانه — رہکر اپنے نفس اور زبان سے جہاد کیا ہے،

لیکن عام تذکرے اس کے خلاف ہیں، غزوۂ خندق میں عورتوں کے ساتھ وہ قلعہ میں تھے، آنحضرت صلعم کی پھوپھی حضرت صفیہؓ بنت عبد المطلب بھی اسی قلعہ میں تھیں، ایک یہودی نے قلعہ کے گرد چکر لگایا، حضرت صفیہؓ کو اندیشہ پیدا ہوا کہ کہیں یہودیوں کو اطلاع ہوگئی تو بڑی مشکل پیش آئیگی کیونکہ آنحضرتؐ جہاد میں مشغول ہیں، حسانؓ سے کہا اس کو مارو، ورنہ یہود سے جاکر خبر کردیگا، اُنھوں نے جواب دیا تمھیں معلوم ہے کہ میرے پاس اس کا کوئی علاج نہیں، حضرت صفیہؓ نے مرد سے یہ جواب سنکر ایک ستون اُٹھایا، اور خود مردانہ وار نکلکر مقابلہ کیا، جس میں کامیاب ہوئیں اور قتل کرکے اندر چلی آئیں، پھر کہا کہ اب جاکر اسکا سامان اوتار لاؤ، بولے کہ مجھے اس کی ضرورت نہیں[2]،

صاحب اسد الغابہ لکھتے ہیں کہ یہ ان کے جبن کی انتہا تھی کہ عورتوں اور بچوں کے ساتھ آنحضرتؐ نے انھیں قلعہ کے اندر بٹھادیا تھا[3]،

حضرت حسانؓ جان کے بجائے زبان سے جہاد کرتے تھے، غزوۂ بنو نضیر میں کہ ۴ھ میں ہوا تھا آنحضرتؐ نے بنو نضیر کے درخت جلائے، تو اُنھوں نے یہ شعر کہا[4]،

فھان علی سراة بنی لؤی — حریق بالبویرة مستطیر

بنو نضیر اور قریش میں باہم نصرت و مدد کا معاہدہ تھا، اس بناء پر قریش کو غیرت دلاتے ہیں کہ تم بنو نضیر کی جس وقت کہ مسلمان اُن کے باغ جلارہے تھے، کچھ مدد نہ کرسکے، یہ شعر مکہ پہونچا تو

[1] تہذیب التہذیب ص ۲۴۸ ج ۲، [2] اسد الغابہ ص ۶ ج ۲، [3] ایضاً، [4] صحیح بخاری ص ۵۷۵ ج ۲،

توابوسفیان بن حارث نے جوابدیا،

أدام الله ذالك من صنيع | وحرق في نواحيها السعير
ستعلم اينا منها بنزه | وتعلم اي ارضينا تضير

یعنی خدا تم کو ہمیشہ اسی کی توفیق دے، یہان تک کہ آس پاس کے شعلون سے خود مدینہ خاکستر ہوجائے اور ہم دور سے بیٹھے بیٹھے تماشا دیکھین[1]،

سنہ۵ھ مین غزوۂ مریسیع سے واپسی کے وقت منافقین نے حضرت عائشہؓ کو اتہام لگایا، عبداللہ بن اُبی ان سب مین پیش پیش تھا، مسلمانون مین بھی چند آدمی اس کے ہمخیال تھے، جن مین حسان مسطح بن اثاثہ اور حمنہ بنت جحش بھی شامل تھین، جب حضرت عائشہؓ کی براءت مین آئتین اترین توآپ نے ان لوگون کو ۸۰-۸۰ کوڑے مارے[2]،

صحیح بخاری مین اگرچہ کوڑے مارنے کا تذکرہ نہین، تاہم نہ مارنے کی بھی کوئی وجہ نہین، جو لوگ کسی مسلمان کو تہمت لگائین اور چار گواہ نہ پیش کرسکین ان کے متعلق قرآن مجید مین ہے،

فاجلدوهم ثمانين جلدة (سورہ نور پ ۱۸) ان کو ۸۰ کوڑے مارو،

اس بناء پر قرآن مجید کی شہادت سب سے زیادہ قابل اعتبار ہے، آنحضرتؐ نے اسی کے بموجب عمل کیا ہوگا،

باایہمہ حضرت عائشہؓ کے سامنے، حسانؓ کو کوئی برا کہتا تو منع کرتین اور کہتی تھین کہ وہ آنحضرتؐ کی طرف سے کفار کو جواب دیا کرتے تھے، اور آپ کی مدافعت کرتے تھے[3]،

ایک مرتبہ حضرت حسانؓ، حضرت عائشہؓ کو شعر سنا رہے تھے، مسروق بھی آگئے، اور کہا آپ ان کو کیون آنے دیتی ہیں حالانکہ خدا نے فرمایا ہے کہ افک مین جس نے زیادہ حصہ لیا اس کے لئے بڑا عذاب ہے،

---

[1] بخاری ص ۵۷۵ ج ۲، [2] اسد الغابہ ص ۶ ج ۲، [3] بخاری ص ۵۹۹ ج ۲،

فرمایا یہ اندھے ہوگئے، اِس سے زیادہ اور کیا عذاب ہوگا، پھر کہا بات یہ ہے کہ یہ رسول اللہؐ کے لئے مشرکین کی ہجو کرتے تھے[1]،

سنہ ۹ھ مین بنو تمیم کا وفد آیا، جس مین زبرقان بن بدر نے اپنی قوم کی فضیلت مین چند اشعار پڑھے، آنحضرتؐ نے حسانؓ سے کہا تم اُٹھ کے اِس کا جواب دو، چنانچہ انھون نے اسی ردیف وقافیہ مین برجستہ جوابدیا[2]

ان الذوائب من فهر واخوتهم قد بينوا سنة للناس تتبع
يرضى بها كل من كانت سريرته تقوى الاله وبالامر الذى شرعوا
قوم اذا حاربوا ضروا عدوهم او حاولوا النفع فى اشياعهم نفعوا
سجية تلك منهم غير محدثة ان الخلائق فاعلم شرها البدع
لو كان فى الناس سباقون بعدهم فكل سبق لادنى سبقهم تبع
لا يرفع الناس ما اوهت اكفهم عند الدفاع ولا يوهون ما رفعوا
ولا يضنون عن جار بفضلهم ولا يمسهم فى مطمع طبع
اعفة ذكرت للناس عفتهم لا يبخلون ولا يرديهم طمع،
خذ منهم ما اتوا عفوا اذا عطفوا ولا يكن همك الامر الذى منعوا،
فان فى حربهم فاترك عداوتهم شرا يخاض اليه الصاب والسلع
اكرم بقوم رسول الله شيعتهم اذا تفرقت الاهواء والشيع

سنہ ۱۱ھ مین آنحضرتؐ نے انتقال فرمایا، مسلمانون کے لئے اِس سے بڑھ کے کوئی غم نہیں ہوسکتا تھا، حضرت حسانؓ نے کئی پُردرد مرثئے لکھے، جو ابن سعد نے طبقات مین نقل کئے ہین، ہم ان کے مطلعونپر اکتفا کرتے ہین، پہلے مرثیہ کا مطلع ہے،

[1] صحیح بخاری ص ۵۹۷، ج ۲، [2] استیعاب ص ۱۴۱ ج ۱،

الیت حلفۃ بر غیر ذی دخل ... منی الیۃ حق غیر افناد

باللہ ما حملت انثی ولا وضعت ... مثل النبی نبی الرحمۃ الھاد

آگے چلکر لکھتے ہین

امسی نساءک عطلن البیوت فما ... یضرب خلف قفا ستر باوتاد

مثل الرواھب یلبسن المسوح وقد ... ایقن بالبؤس بعد النعمۃ البادی

دوسرے مرثیے مین جس کا مطلع

ما بال عینک لا تنام کانما ... کحلت ماقیھا بکحل الارمد ہے

اپنی مصیبت اور رنج وغم کو ان الفاظ مین بیان کرتے ہین،

جنبی یقیک الترب لھفی لیتنی ... کنت المغیب فی الضریح الملحد

پھر کہتے ہین،

أأقیم بعدک بالمدینۃ بینھم ... یا لھف نفسی لیتنی لم اولد

تیسرا مرثیہ اس مطلع سے شروع ہوتا ہے،

یا عین جودی بدمع منک اسبال ... ولا تملن من سح واعوال ۔"

چوتھے مرثیے کا پہلا شعر یہ ہے،

نب المساکین ان الخیر فارقھم ... مع الرسول تولی عنھم سحرا

آنحضرت صلعم کے بعد عرصہ تک زندہ رہے،

وفات امیر معاویہ کے زمانہ مین وفات پائی، ۱۲۰ برس کا سن تھا، بعض لوگون نے لکھا ہے کہ ۴۰ھ سے پیشتر انتقال کیا، لیکن یہ صحیح نہین،

[1] طبقات ابن سعد ص ۹۰، ۹۱ و ۹۲ ج ۲ قسم ۲،

اہل وعیال | بیوی کا نام سیرین تھا جو ماریہ قبطیہ حرم رسول اللہ کی ہمشیر تھیں، ان سے عبد الرحمن نام ایک لڑکا پیدا ہوا، اسی بنا پر عبد الرحمنؓ، اور حضرت ابراہیم بن رسول اللہ حقیقی خالہ زاد بھائی تھے[1]

مکان | جیسا کہ ہم اوپر لکھ آئے ہیں انکا آبائی مسکن، فارع کا قلعہ تھا، لیکن جب ابو طلحہؓ نے بیرحا کو صدقہ کر کے اپنے اعزہ پر تقسیم کردیا اور ان کے حصہ میں بھی ایک باغ آیا تو یہاں سکونت اختیار کی، یہ مقام بقیع سے قریب واقع تھا، امیر معاویہ نے ان سے خرید کے اس جگہ ایک قصر بنوایا تھا، جو قصر بنی حدیلہ کے نام سے مشہور رہے،

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ ان کو یہ زمین آنحضرتؐ نے اس لئے دی تھی کہ انھوں نے صفوان بن معطل کا وار برداشت کیا تھا، لیکن یہ کسی طرح ٹھیک نہیں، اول تو وہ کبھی میدان جنگ میں شریک نہیں ہوئے، دوسرے خود اس روایت کی سند مشتبہ ہے ہم نے جو کچھ لکھا ہے اس کی تائید صحیح بخاری سے ہوتی ہے[2]،

فضل وکمال | آنحضرتؐ سے چند حدیثیں روایت کی ہیں، راویوں میں حضرت براؓ بن عازب، سعید بن مسیب، ابو سلمہ بن عبد الرحمن، عروہ بن زبیر، ابو الحسن مولی بنو نوفل، خارجہ بن زید بن ثابت، یحیی بن عبد الرحمن بن حاطب، اور دیگر حضرات ہیں،

شاعری | حضرت حسانؓ کی سیرت میں شاعری ایک مستقل عنوان ہے، شعر وسخن، عرب کا فطری مذاق تھا، امیر وسلطان سے لیکر چوپان اور گلہ بان تک شاعر ہوتے تھے، دنیا کی تمام قومیں تاج و اورنگ ملنے کے بعد شاعر بنی ہیں، لیکن عرب باایں ہمہ صحرا نوردی، وخان ومان بربادی، متمدن ہونے سے قبل ہی اقلیم شاعری کے تاجدار بن گئے تھے،

عرب میں چند قبائل تھے، جو شاعروں کے معدن تھے، مثلاً قیس، ربیعہ، تمیم، مضر، یمن، موتمر الکذ

[1] اسد الغابہ ص ۶، ج ۲، [2] کتاب مذکور ص ۵۴۶ ج ۲،

قبیلہ مین اوس و خزرج کا بھی شمار تھا جن سے حضرت حسانؓ کا آبائی سلسلۂ نسب ملتا ہے ،

اِن قبائل مین بھی چند مخصوص خاندان تھے ، جن کے ہان شاعری اباً عن جدٍ وراثت کے طور پر چلی آتی تھی ، حضرت حسانؓ بھی انھیں مین تھے ، اُن کے باپ ، دادا ، پردادا ، خود ، اور اُن کے بیٹے عبد الرحمن اور پوتے سعید بن عبد الرحمن ، سب شاعر گذرے ہین[1] ،

شعراء کے چار طبقے ہین ، جاہلی قدیم (اسلام سے قبل) مخضرم (جاہلیت اور اسلام دونون زمانون مین) اسلامی اور محدث ، حضرت حسانؓ دوسرے طبقے مین ہین ، یعنی اُنھون نے جاہلیت اور اسلام دونون زمانون کو دیکھا ہے[2] ،

اِن شاعرون مین کچھ لوگ اصحاب مذہبات کے نام سے مشہور ہین ، مذہبات اصل مین ذہب سے مشتق ہے جس کے معنی سونا ہین ، چونکہ بعض شاعرون کے منتخب اشعار ، سونے کے پانی سے لکھے گئے تھے اِس لئے مذہبہ کہلاتے ہین ، بعد مین ہر شاعر کے سب سے بہتر شعر کو مذہبہ کہا جانے لگا[3] حضرت حسانؓ کے مذہبہ کا مطلع[4] یہ ہے

لعمر ابیک الخیر حقا لما نبا   علیّ لسانی فی الخطوب ولا یدی

حضرت حسانؓ شاعری کے لحاظ سے جاہلیت کے بہترین شاعر تھے ، اصمعی کہتا ہے ،

شعر حسان فی الجاھلیت من اجود الشعر[5]

ایک مرتبہ کعب بن زہیر نے فخریہ کہا ،

فمن للقوا فی شانھا من یحوکھا   اذا ما مضی کعب و فوّز جرول

تو مرزو (برادر شماخ ، شاعر مشہور) نے فوراً ٹوکا کہ ،

فلست کحسان الحسام بن ثابت

---

[1] کتاب العمدہ ابن رشیق قیروانی ص ۲۳۵ ، ج ۲ ، [2] ایضاً ص ۱۲ ج ۱ ، [3] ایضاً ص ۱۲ ج ۱ ، [4] دیوان حضرت حسان ص ۲۸ ،

آبادی کے لحاظ سے عرب کے باشندے دو حصّوں پر منقسم ہیں، اہل وبر (دیہات والے) اور اہل مدر (شہر والے)، اہل مدر میں مکہ، مدینہ، طائف، کے باشندے شامل ہیں، باقی تمام ملک قصبات اور دیہات سے بھرا ہوا ہے، شعراء عموماً انھیں دیہاتوں کے باشندے تھے لیکن چند شاعر شہروں میں بھی پیدا ہوئے ان سب میں حضرت حسانؓ کو بالاجماع فوقیت حاصل ہے[۱]،

خصوصیات شاعری شعر کے اگرچہ مختلف اصناف اور قسمیں ہیں، لیکن ان میں اصولی حیثیت صرف چار کو حاصل ہے، رغبت رہبت، طرب، غضب، چنانچہ رغبت میں مدح، شکر، رہبت میں معذرت، طلب رافت طلب میں شوق، تغزل، اور غضب میں ہجو، اور عتاب وخشم، داخل ہیں[۲]، حضرت حسانؓ کا کلام ان میں سے ہر رنگ میں موجود ہے، اگرچہ ہجو کا رنگ ان سب سے زیادہ تیز اور شوخ ہے،

خصوصیاتِ شاعری حسب ذیل ہیں،

۱- جدتِ استعارات، اگرچہ عربوں کی شاعری تمدن پر موقوف نہیں، تاہم اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ تمدن سے متاثر ضرور ہے، تمدنِ عرب کی حقیقی صبح صادق، قرآن مجید اور آنحضرتؐ کی ذات بابرکات سے طلوع ہوئی، قرآن مجید فصاحت وبلاغت کا سب سے بڑا معجزہ ہے، اس نے بڑے بڑے زبان آوروں کو اپنے سامنے خاموش کر دیا تھا، اس بنا پر جو شاعر مذہب اسلام میں داخل ہوئے، ان میں فصاحت وبلاغت کی ایک نئی روح پیدا ہوئی، حضرت حسانؓ ان میں سب سے بڑھ کر تھے،

قرآن مجید میں صحابہؓ کی تعریف جہاں کی گئی ہے، یہ فقرہ بھی کہا گیا ہے، سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِمْ مِنْ أَثَرِ السُّجُودِ،

حاشیہ صفحہ گذشتہ: ۵ طبقات الشعر والشعراء ابن قتیبہ ص ۱۰۰، ۶ ایضاً ص ۶۹،

حاشیہ صفحہ ہذا: ۱ کتاب العمدۃ ص ۵۶ ج ۱ و اسد الغابہ ص ۶ ج ۲، ۲ کتاب العمدۃ ص ۷۷، و ۷۸، ج ۱،

حسانؓ اس کو استعارہ بنا کر حضرت عثمانؓ کے قاتلین کا ذکر کرتے ہیں،

ضحوا باشمط عنوان السجود بہ ۔۔۔ یقطع اللیل تسبیحا و قرآناً[1]،

لوگوں نے اس کھچڑی بالوں والے کی قربانی کردی جسکی پیشانی میں سجدوں کا نشان تھا اور تمام رات تسبیح و قرآن خوانی میں گذارتا تھا،

دیکھو اس شعر میں چہرہ کو "عنوان السجود بہ" کے لفظ سے تعبیر کیا ہے، جو بالکل جدید استعارہ ہے۔

۲۔ اشارہ کی لطافت، اشارہ کی ایک قسم تتبیع یا تجاوز ہے جس کے یہ معنی ہیں کہ شاعر کسی چیز کا ذکر کرنا چاہتا ہے، لیکن پھر اس سے عمداً گریز کرتا ہے، اور ایک ایسی صفت بیان کرتا ہے جس میں وہ چیز بھی صاف طور پر جھلکتی نظر آتی ہے،

عرب میں ہزاروں قبیلے صحراؤں اور بیابانوں میں اقامت گزیں تھے، وہ ہمیشہ خانہ بدوش پھرا کرتے تھے، جہاں کہیں پانی ملا طرح اقامت ڈالدی، پانی ختم ہو گیا تو کسی اور طرف رخ کیا، شاعروں نے اس مضمون کو مختلف طور سے باندھا ہے، لیکن حضرت حسانؓ نے جس طرز سے ادا کیا ہے، وہ بالکل اچھوتا اور نہایت لطیف ہے،

اولاد جفنۃ حول قبر ابیہم ۔۔۔ قبر ابن ماریۃ الکریم المفضل

جفنہ کی اولاد اپنے باپ ابن ماریہ کی قبر کے گرد رہتی ہے جو نہایت سخی اور فیاض تھا۔

ممدوح چونکہ عرب کی نسل تھا، اس بناء پر اس کی تعریف کے ساتھ ایک ملیح اشارہ کردیا، کہ یہ لوگ خانہ بدوش نہیں، بلکہ بادشاہ ہیں، اور بے خوف و خطر اپنے باپ کی قبر کے اردگرد رہتے ہیں، ان کا مقام سکونت نہایت سرسبز و شاداب ہے، اس بناء پر ان کو مارے مارے پھرنے کی ضرورت نہیں ہوتی،

۳۔ کنایہ کی بداعت، عرب شاعر بعض صفات کو کنایہ اور تعریض کی شکل میں پیش کرتا ہے مثلاً

[1] کتاب العمدہ ص ۱۸۶ ج ۱،

یہ کہنا ہو کہ ممدوح نہایت ذی رُتبہ اور فیاض ہے تو وہ کہیگا، "المجد بین ثوبیہ والکرم فی بردیہ" یعنی یہ اوصاف اُس کے کپڑون کے اندر ہین، حضرت حسانؓ اُس کو بالکل نئے انداز سے ادا کرتے ہین،

بنی المجد بیتا فاستقرت عمادہ　　علینا فاعی الناس ان یتحولا

مقصود یہ ہے کہ ہم نہایت بلند رتبہ ہین، اُس کو اِس طرح بیان کرتے ہین کہ مجد و بزرگی نے ہمارے ہان ایک گھر بنایا ہے اور اِس کے ستون اسقدر مضبوط گاڑے ہین کہ لوگ ہٹانا چاہین تو نہین ہٹا سکتے اس مین مجد کا ایک گھر بنانا، پھر اُس کے ستون اپنے یہان قائم کرنا، اور لوگون کا اُن کو نہ ہٹا سکنا، یہ بالکل جدید انداز بیان ہے،

۴ - وزن کی خوبی، اس کا یہ مدعا ہے کہ وزن کے لحاظ سے ہلکا ہو، ذیل کے اشعار کس درجہ سُبک اور ڈھلے ہوئے نکلے ہین،

ماھاج حسان رسوم المقام　　ومظعن الحی ومبنی الخیام
والنوئی قد ھدم اعضادہ　　تقادم العھد بواد تھام
قد ادرات الواشون ما املوا　　والحبل من شعثاء رث الرمام
کأن فاھا نغب بارد　　فی رصف تحت ظلال الغمام

۵ - قافیہ کی عمدگی، اُس مین الفاظ کی نشست، جملون کی ترکیب اور کلام کی سلاست، و روانی کے ساتھ ساتھ یہ صنعت ہوتی ہے کہ بیت اول کے پہلے مصرع کا مقطع قصیدہ کا قافیہ بن سکتا ہے،

اس میدان کا مرد صرف امرء القیس ہے، تاہم اور شاعرون نے بھی کوشش کی ہے، حضرت حسانؓ نے ایک قصیدہ لکھا ہے جس کا مطلع یہ ہے،

---

[1] نقد الشعر قدامہ بن جعفر ص ۱۰،

الم تسأل الربع الجديد التكلما　　بمدفع اشداخ فبرقة اظلما

اس کے بعد کا یہ شعر ہے،

ابی رسم دار الحي ان يتكلما　　اينطق بالمعروف من كان ابكما[1]

۶- الفاظ کا حاوی اور جامع ہونا، اس کے یہ معنی ہیں کہ شاعر ایک مفہوم کو ادا کرتا ہے جس میں وہ تمام چیزیں بیان کر دیتا ہے، جس میں اس مفہوم کے پورے طور پر ادا ہونے کو دخل ہے مثلاً یہ شعر،

لم تفتها شمس النهار بشيء　　غير ان الشباب ليس بدائم[2]

۷- قلتِ مبالغہ، حضرت حسانؓ کی عہد اسلام کی شاعری مبالغہ سے بالکل خالی ہے ظاہر ہے کہ جو شعر مبالغہ سے خالی ہوا، بالکل پھیکا اور بے مزہ ہوگا، وہ خود کہتے ہیں کہ اسلام جھوٹ سے منع کرتا ہے، اس بنا پر میں نے افراط کو کہ جھوٹ کی ایک قسم ہے، بالکل چھوڑ دیا ہے[3]،

جاہلیت کی شاعری میں بھی مبالغہ کا کم عنصر شامل تھا، نابغہ نے ان کے حسب ذیل شعر[4]

لنا الجفنات الغر يلمعن بالضحى　　واسيافنا يقطرن من نجدة دما

میں اپنے نقطۂ خیال سے نکتہ چینی کی ہے، اس کے نزدیک "غر" کے بجائے "بیض"، "ضحی" کے جگہ "دجی"، اور "یقطرن" کے مقام پر "یجرین" کہنا چاہئے تھا،

لیکن در اصل یہ خیال صحیح نہیں، کیونکہ حضرت حسانؓ کو شعر میں پیالوں کی سفیدی بیان کرنا مقصود نہیں، بلکہ صرف شہرت اور نجابت کا اظہار مدنظر ہے اور غر سے مشہور چیز کا مراد لینا تمام عرب میں عام تھا، مثلاً یوم اغر، اور ید غرا، وغیرہ،

اسی طرح "ضحی" کے بجائے "دجی" صحیح نہیں، کیونکہ دن میں وہی چیزیں زیادہ چمکتی ہیں جن کی

۱؎ نقد الشعراء قدامہ بن جعفر ص ۱۵، ۲؎ الصناعتین ص ۵۰، ۳؎ اسد الغابہ ص ۵ ج ۲، ۴؎ نقد الشعراء ص ۱۸،

روشنی نہایت تیز اور شدید ہو، اور رات کو ہر چھوٹی اور دھندلی چیز نمایان ہوجاتی ہے، مثلاً ستارے کہ دن کو بھی موجود رہتے ہین لیکن اُن کی روشنی آفتاب کی وجہ سے ماند رہتی ہے، یا چراغ بلکہ اس کی تاریکی مین درندون کی آنکھین تک چمک اُٹھتی ہین، اور ایک خاص قسم کی مکھی جس کو عربی مین یراع اور فارسی مین کرمِ شبتاب کہتے ہین بالکل آگ کا شعلہ معلوم ہوتی ہے،

اسی طرح یقطرن کے جگہ یجرین، محاورۂ عرب کے خلاف ہے، عرب مین جب کسی بہادر اور جانباز کی تعریف کی جاتی ہے تو کہتے ہین "سیفہ یقطر دما"، یہ کوئی نہین کہتا کہ سیفہ یجری دما،

دفاعی نظمین | حضرت حسانؓ کی اسلامی شاعری کا موضوع مدافعت عن الدین یا ہجو کفار ہے، اُنھون نے بہت سے کفار کی ہجو لکھی ہے، لیکن فحاشی سے اُنکا کلام بالکل پاک ہے، عربون کے نزدیک ہجو کی غرض محض اپنے قبیلہ کی مدافعت ہوتی تھی، اس بنا پر وہ اپنے اشعار مین صحیح صحیح واقعات، نہایت موزون اور مناسب پیرایہ مین نظم کرتے تھے، چنانچہ زہیر نے تجاہل کے طور پر یہ اشعار لکھے[۱]،

وما ادری وسوف اخال ادری ۔۔۔ اقوم آل حصن ام نساء

مجھے معلوم نہین، اور عنقریب معلوم ہوجائیگا، کہ آل حصن مرد ہین یا عورت؟

فان تکن النساء مخبات ۔۔۔ فحق لکل محصنۃ ھداء

اگر عورتین ہین، تو اُن کو ہدیہ کرنا چاہئے،

تو لوگون کو نہایت گران گذرا، کہ عرب مین یہ سب سے سخت ہجو لکھی گئی تھی،

حضرت حسانؓ کی ہجو سب و شتم پر مشتمل نہ تھی، بلکہ مدافعت تھی، اور وہ بھی بطریق احسن و بہ پیرایۂ مناسب، صاحب اسد الغابہ لکھتے ہین[۲]،

---

[۱] کتاب العمدہ ص ۱۳۹، ج ۲، [۲] کتاب مذکور ص ۵ ج ۲،

کَانَ حِسَّانُ وَکعب یعارضانھم مثل قولھم فی الوقائع والایام والمآثر ویذکرون مثالبھم

یعنی حسّان اور کعب مشرکین کی رزمیہ اور فخریہ نظمون کا جواب دیتے تھے، اور اُن کے مثالب کا تذکرہ کرتے تھے،

حضرت حسانؓ کی ہجوگوئی کا شانِ نزول یہ ہے کہ مشرکین مکہ مین ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب، عبداللہ بن زبعری، عمرو بن عاص، ضرار بن خطاب، آنحضرتؐ کی ہجو کرتے تھے، لوگون نے جناب امیر علیہ السلام سے درخواست کی کہ اُن کے جواب مین آپ ہجو لکھین، فرمایا کہ رسول اللہؐ ارشاد کرین تو مین بالکل آمادہ ہون آنحضرتؐ کو خبر ہوئی تو فرمایا "علی اس کام کے لئے موزون نہین، اس کو انصار کرین گے، جنھون نے میری تلوار سے مدد کی ہے" حسانؓ نے زبان پکڑ کر کہا مین یہ کام بخوشی قبول کرتا ہون

ارشاد ہوا کہ قریش کی ہجو کس طرح کروگے حالانکہ مین بھی انھین مین سے ہون، عرض کی "لاسلنک منھم کما تسل الشعرۃ من العجین" مین آپ کو اس طرح نکالونگا جیسے آٹے سے بال نکالا جاتا ہے فرمایا تو تم نسب نامون مین ابوبکر سے مدد لینا، ان کو قریش کے نسب مین اچھی واقفیت ہے، حضرت حسانؓ، حضرت ابوبکرؓ کے پاس جاتے، اور اُن سے دریافت کرتے تھے، حضرت ابوبکرؓ بتلاتے کہ فلان فلان عورتون کو چھوڑ دینا، یہ رسول اللہ کی دادیان ہین، باقی فلان فلان عورتون کا تذکرہ کرنا، ابوسفیان بن حارث کی ہجو مین یہ اشعار لکھے،

وان سنام المجد من آل ھاشم ۔۔۔ بنو بنت مخزوم ووالدک العبد

ومن ولدت ابناء زھرۃ منھم ۔۔۔ کرام ولم یقرب عجائزک المجد

ولست کعبّاس ولا کابن اُمہ ۔۔۔ ولکن لئیم لا تقام لہ زند

وان امرء اکانت سمیۃ اُمہ ۔۔۔ وسمرا ومعمورا اذ ابلغ الجھد

لہ صحیح بخاری ص ۹۰۹ ج ۲ و اسد الغابہ ص ۳ ج ۲،

وانت هجين نيط فی آل هاشم — كما نيط خلف الراكب القدح الفرد

تو بولا کہ ان شعروں میں ابوبکرؓ کا حصہ ضرور ہے، اس میں انہوں نے حضرت عبداللہ، ابوطالب، زبیر، حضرت حمزہؓ، حضرت صفیہؓ، حضرت عباسؓ اور ضرار بن عبدالمطلب کو مستثنیٰ کرکے، ابوسفیان کی ماں سمیہ اور اسکے باپ حارث کی ماں سمراء پر طنز کیا ہے[1]،

اسی ابوسفیان کی ہجو میں کہتے ہیں،

هجوت محمدا فاجبت عنه — وعند الله فی ذاک الجزاء

هجوت مطهرا بن احنيفا — امين الله شيمته الوفاء

اتهجوه ولست له بکفؤ — فشرکما لخيرکما الفداء

فان ابی ووالده وعرضی — لعرض محمد منکم وقاء

آنحضرت صلعم اس مدافعت سے نہایت خوش ہوتے تھے، ایک مرتبہ فرمایا، یا حسان اجب عن رسول الله اللهم ايده بروح القدس، اے حسان میری طرف سے جواب دے، خداوندا روح القدس کے ذریعہ اس کی تائید کر،

ایک مرتبہ ارشاد ہوا، اهجهم وجبريل معک[2] یعنی تو مشرکین کی ہجو کر، جبریل تیرے ساتھ ہے،

مشرکین پر ان شعروں کا جو اثر پڑتا تھا، اس کو آنحضرتؐ نے ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے،

انّ قوله فيهم اشدّ من وقع النبل[3] حسان کا شعر ان میں تیر و نشتر کا کام کرتا ہے،

اب ہم ہجو کے چیدہ اشعار لکھتے ہیں

اتهجوه ولست له بند — فشرکما لخيرکما الفداء

تو باوجودیکہ آنحضرتؐ کا کفو نہیں، ان کی ہجو کرتا ہے، پس تم میں کا برا اچھے پر قربان ہو،

[1] اسد الغابہ ص ۵ ج ۲، [2] صحیح بخاری ص ۹۰۹ ج ۲، [3] استیعاب ص ۱۲۹ ج ۱،

اِس شعر کا اخیر مصرع اِس قدر مقبول ہوا کہ ضرب المثل کے طور پر مستعمل ہوتا ہے،

واشہد اَنّ الاث من قریش کاَلّ السقب من رأل النعام

مین جانتا ہون کہ تیری قرابت قریش سے ہے لیکن اس طرح جیسے اونٹ کے بچہ کی شترمرغ کے بچہ سے ہوتی ہے،

ابن مفرغ نے انھین کا پہلا مصرعہ اُڑا کر امیر معاویہ کی ہجو لکھی تھی،

واشہد ان الاث من زیاد[1]

وامك سوداء مودونۃ کانَّ انامِلھا الحنظب[1]

تیری ماں کالی حبشن ہے اور بے انتہا پستہ قد ہے اُوپر گویا خنظب (ایک چھوٹا جانور ہے) ہین

مدح
مدح (انچھی) لکھتے تھے، آلِ غسان کی تعریف مین جو اشعار لکھے ہین، ان مین سے بعض ہم اس مقام پر نقل کرتے ہین،

یسقون من ورد البریص علیھم بَرَدیٰ یصفق بالرحیق السلسل

جو ان کے ہان جاتا ہے وہ اس کو بردی (نہر کا نام ہے) کا پانی، صاف شراب مین ملا کر پلاتے ہیں،

مُصعب بن زبیر کی مدح مین ابن قیس نے ایک شعر اسی کے قریب کہا ہے، لیکن جو مضمون اس مین ادا ہوا ہے، اس مین نہین ادا ہوا[2]،

اسی طرح یہ شعر،

یغشون حتی ما تھر کلابھم لا یسألون عن السواد المقبل

اِس بات مین اختلاف ہے کہ مدح کا سب سے بہتر شعر کون ہے، ۲ شاعرون کے ۲ شعر اس باب مین سب سے بہتر ہین لیکن ان مین بھی ترجیح کس کو ہے، یہ امر ناقابل انفصال ہے، حطیئہ،

---

[1] طبقات الشعر والشعراء ص ۱۲۱، [2] دیوان حسان ص ۲۰، [3] کتاب العمدہ ص ۱۰۴، ج ۲،

حضرت حسانؓ کے شعر کو ترجیح دیتا ہے، اور لوگ ابو الطمحان اور نابغہ کے شعروں کو بہتر بتاتے ہیں، عبد الملک بن مروان کہ اہل زبان اور زبان کا حاکم تھا، اُس کا فیصلہ یہ ہے کہ،

ان امدح بیت قالته العرب بیت حسان ھذا[۱] عرب نے جتنے مدح میں اشعار لکھے ان میں سب سے بہتر حسان کا شعر ہے،

اگر مضمون کے لحاظ سے دیکھا جائے تو واقعی عجیب جدت کی ہے، شاہان غسان کے جود و سخا کو اس پیرایہ میں بیان کرتے ہیں کہ مہمانوں کی اتنی کثرت رہتی ہے کہ کتے تک مانوس ہو گئے ہیں اور انکو دیکھ کر نہیں بھونکتے،

یہ جاہلیت کے اشعار تھے، آنحضرتؐ کی مدح میں جو شعر لکھے ہیں اب اُن کو بھی سُننا چاہئے،

متی یبد فی الدجی البھیم جبینه   یلح مثل مصباح الدجی المتوقد

جب آنحضرتؐ کی پیشانی اندھیری رات میں نظر آتی ہے تو اُسکی چمک نہایت روشن چراغ کی طرح ہوتی ہے[۲]

فمن کان او من قد یکون کاحمد   نظام لحق او نکال لملحد

پس آنحضرتؐ کا مثل کہ حق کا نظام اور ملحد کو عذاب جان ہیں، کون پیدا ہوا اور کون آیندہ ہو سکتا ہے،

حضرت عائشہؓ نے ایک مرتبہ آنحضرتؐ کا ذکر کیا تو فرمایا کہ آپ ایسے ہی تھے جیسا کہ حسانؓ نے کہا ہے[۳]

آنحضرتؐ مسجد نبوی میں منبر رکھوا دیتے تھے، حضرت حسانؓ اس پر کھڑے ہو کر رسول اللہ صلعم کی مدح کرتے اور آپ نہایت مسرور ہوتے تھے[۴]

بنو تمیم کا وفد آیا اور حسانؓ نے قریش کی مدح میں شعر پڑھے، تو سب کے سب بول اُٹھے کہ محمدؐ کا خطیب ہمارے خطیب سے، اور انکا شاعر ہمارے شاعر سے بہتر ہے[۵]

حصان رزان ما تزن بریبة   وتصبح غرثی من لحوم الغوافل

حضرت عائشہؓ کی مدح میں ہے، ان کو سنایا تو بولیں کہ خیر میں تو ایسی ہوں لیکن تم ایسے نہیں،[1]

انتخار | حسب ذیل اشعار فخریہ ہیں،

اهدی لهم مدحا قلب موازرها ۔۔۔ فیما احب لسان حائک صنع[2]

میں ممدوح کی ایسی مدح کرتا ہوں جس میں قلب کی اعانت شامل ہوتی ہے اور جس کو شعر کی درست کرنے والی اور ماہر زبان پسند کرتی ہے،

اس میں انھوں نے زبان کو صنعت کلام کا ماہر قرار دیا ہے،

الیک ارحنا عازب الشعر بعدما ۔۔۔ تمهل فی روض المعانی العجائب

ممدوح کے پاس وہ شعر بھیجے ہیں جو نہایت بعید المعنی ہیں اور جو معانی کے گلشن میں قیام کر چکے تھے،

غرائب لاقت فی فنائك انسها ۔۔۔ من المجد فهی الآن غیر غرائب

جو نوادر تھے، تمھارے ہاں عزت سے ایسے مانوس ہوئے کہ اب اجنبی نہیں رہے ہیں،

مقصد یہ ہے کہ میرے اشعار نہایت بلند معنی رکھتے ہیں، اور ان کو اکابر شعراء کے علاوہ دوسرا شخص نہیں باندھ سکتا ہے، یہ ممدوح کی قدردانی ہے جو اس کی مدح میں شعر نکلتے ہیں، ورنہ وہ تو گلستان معانی میں مقیم ہو گئے ہیں، کیونکہ کسی کو اپنا اہل نہیں پاتے،

وقافیة مثل السنان رزئتها ۔۔۔ تناولت من جو السماء نزولها

اور ایک قافیہ جو تیر کی طرح ہے کیا خوب ہے، میں آسمان سے اس کو اتار لایا ہوں،[3]

مرثیہ | حضرت حسانؓ نے بہت سے مرثیے لکھے ہیں، جن میں کا ہر ہر شعر مجسم سوز و گداز ہے، آنحضرتؐ کے مرثیے ہم اوپر نقل کر چکے ہیں، اس بنا پر یہاں ان کے اعادہ کی ضرورت نہیں

اخلاقی نظمیں | ایک تجربہ کار شاعر، ایک سن رسیدہ بزرگ اور سب سے بڑھ کر ایک مقدس صحابی ہونے

---

[1] صحیح بخاری ص ۵۹۷ ج ۲، [2] دلائل الاعجاز ص ۳۹۵، [3] طبقات الشعر والشعراء ص ۱۷۲،

کی حیثیت سے، حضرت حسانؓ کا موضوع شاعری، وعظ و پند، اور اعلیٰ اخلاق کی طرف قوم کو رغبت دلانا ہے، چنانچہ ادب کے متعلق فرماتے ہیں[1]،

أصون عرضي بمالي لا أدنسه | لا بارك الله بعد العرض في المال

میں اپنی آبرو مال کے ذریعہ سے بچاتا ہوں کیونکہ | جس مال سے آبرو نہ حاصل ہو، وہ اچھا نہیں

أحتال للمال إن أودى فأكسبه | ولست للعرض إن أودى بمحتال

مال اگر نہ رہے تو پھر حاصل کیا جا سکتا ہے لیکن آبرو بار بار حاصل نہیں ہو سکتی،

نرم و گرم ہونے کے متعلق کہتے ہیں[2]،

وإنّي لحلو تعتريني مرارة | وإنّي لترّاك لما لم أعوّد

میں شیریں ہوں لیکن مجھے تلخی پیش آجاتی ہے، اور میں جس چیز کا عادی نہیں اوس کو چھوڑ دیتا ہوں

ظلم کا انجام برا ہوتا ہے[3]،

ندع السؤال عن الأمور وبحثها | ولربّ حافر حفرة هو يصرع

ہم کسی بات کی کھود کرید میں نہیں پڑتے کیونکہ گڑھا کھودنے والا بسا اوقات اسی میں پچھاڑا جاتا ہے،

آدمی کو ہمیشہ ایک سان رہنا چاہئے، امیر ہو کر آپے سے باہر، اور غریب ہو کر غمگین نہ ہونا چاہئے[4]

فلا المال ينسيني حيائي وحفظتي | ولا وقعات الدهر يفللن مبردي

مال ہوتا ہے تو حیا اور حفاظت کو ہاتھ سے نہیں دیتا اور مصیبت آتی ہے تو آرام میں خلل نہیں ڈالتا،

اپنی موت بلانا[5]،

فإنك كالشاة التي كان حتفها | بحفر ذراعيها فلم ترض محفر

تم اُس بکری کی طرح ہو جاؤ جس نے اپنے کھر سے زمین کھود کر موت بلائی تھی۔

---

[1] حماسہ ابو تمام ص ۵۸ و ۵۹ ج ۲، [2] حماسۂ بحتری ص ۱۱۲، [3] ایضاً ص ۱۱۳، [4] ایضاً ص ۱۱۴، [5] ایضاً ص ۱۷۹،

بڑے لوگوں کے کینوں اور بغض کی حالت،

وقوم من البغضاء زور کأنما ـ بأجوافهم مما تجن لنا الجمر [1]

بہت سے آدمیوں کے پیٹ میں انگارے بھرے رہتے ہیں

یجیش بما فیہا لنا الغل مثلما ـ تجیش بما فیہا من اللہب القدر

ان کے اندر کینے اس طرح جوش مارتے ہیں جس طرح انگارے پر دیگ کا کھانا،

تصد اذا ما واجہتنی خدودہم ـ لدی محفل حتی کأنہم صعر

تم جب محفلوں میں ان کے متکبرانہ چہرے دیکھتے ہو تو ٹھٹھک کر رہ جاتے ہو،

بات کا پورا کرنا،

وانی اذا ما قلت قولاً فعلتہ ـ واعرض عما لیس قلبی بفاعل [2]

میں جب کوئی بات کہتا ہوں تو کر گذرتا ہوں، اور جس کام کو دل نہیں چاہتا ہے اس سے اعراض کرتا ہوں،

ومن مکرہی ان شئت الا اقولہ ـ ومنع خلیل منہ غیر طائل

اگر میں نہ کہوں تو کوئی زبردستی کرنے والا نہیں، اور دوست کا کسی بات سے روکنا بیکار نہیں ہوتا

غدر اور خیانت کی برائی

یا حار من یغدر بذمۃ جارہ ـ منکم فان محمداً لم یغدر [3]

اے حارث! تم میں جو ہمسایہ سے غدر کرتا ہے، سن لے کہ محمد غدر نہیں کرتے،

ان تغدروا فالغدر منکم شیمۃ ـ والغدر ینبت فی اصول السخبر

تم اگر غدر کرتے ہو تو وہ تمہارا شیوہ ہے، غدر سخبر کی جڑوں سے نکلتا ہے،

وامانۃ المری حیث لقیتہ ـ مثل الزجاجۃ صدعہا لم یجبر

[1] الغیاض ۲۵۰، [2] الغیاض ۲۴۱، [3] الغیاض ۱۳۸،

حارث مرّیّ کی امانت تم جہان پاؤ، اُس شیشے کی طرح ہوگی جسکا شگاف درست نہین ہوسکتا،

بُری باتون سے درگذر

اُعرِضَ عن العوراء حیث سمعتھا   واصفح کانک غافلٌ لا تسمعٗ[1]

بُری بات سن کر اعراض کیا کرو، اِس طرح کہ تُم نے اُس کو سُنا ہی نہین،

ذلّت کی زندگی بسر کرنا،

کرھوا الموت فاستبیح حماھُم   واقاموا فعل اللئیم الذلیلٖ[2]

اُنھون نے موت کو ناپسند کیا اِس بنا پر اُن کی آبرو ریزی ہوئی،

امن الموت تھربون فانّ الموت   موت الھزال غیر جمیل

اگر تم موت سے بھاگتے ہو؟ تو کم زوری کی موت اچھی نہین ہوتی،

متفرق چیدہ کلام

حضرت حسانؓ کے متفرق چیدہ اشعار حسب ذیل ہین،

قومٌ اذا حاربوا ضروا عدوھُم   اوحاولوا النفع فی اشیاعھم نفعٗ

سجیة تلک منھُم غیر مُحدثةٍ   اِنّ الخلائق فاعلم شرھا البدع

عُلم معانی مین بدیع کی ایک قسم نہایت لطیف ہے، اور بالکل وجدانی ہے اور وہ یہ کہ کلام کے تمام اجزاء متّحد، اور ایک دوسرے مین داخل ہون، ہر لفظ کا ربط نہایت شدید ہو، یہانتک کہ پورا جملہ موتی کی ایک لڑی معلوم ہو، مذکورۂ بالا شعر اسی صفت مین ہے، اور اِس مین تقسیم نے اور بھی لطف زیادہ کر دیا ہے[3]

وانّ سنام المجد من آل ھاشم   بنو بنت مخزوم ووالدک العبد

مقصود یہ ہے کہ جس کی ہجو کی ہے اُس کو غلام ثابت کرین، اور یہ بیان کرین کہ اسکا غلام ہونا

---

[1] حماسۂ بحتری ص ۱۷۲، [2] العقد ص ۲۶، [3] دلائل الاعجاز ص ۴۷،

سب پر روشن ہے، اُس کو "العبد" کے الف لام نے ظاہر کردیا ہے، اگر "والدك عبد" کہتے تو صرف خبر معلوم ہوتی، غلامی کا آشکارا و ہویدا ہونا سمجھ میں نہ آسکتا ہے[1]

اھوى حديث الندمان فى فلق الصبح وصوت المغرد

یہ شعر اس درجہ موثر ہے کہ بعض اہل مدینہ کا بیان ہے کہ میں جب پڑھتا ہوں، جذبات شجاعت برانگیختہ ہوجاتے ہیں[2]

دیوان حضرت حسانؓ کے اشعار، عرصہ تک لوگون کی زبانون اور سینون مین محفوظ رہے لیکن بعد مین زینت دہ سفینہ بھی ہوگئے، ابو سعید سکری نے اُن کو جمع کیا، اور تشریح کی، چنانچہ اصابہ مین اُس کے حوالے جابجا موجود ہین، (اصابہ ص ۸، ج ۳، ایضاً ۹ ج ۱) لیکن بعد مین کسی دوسرے شخص نے اُس کی شرح لکھی، اور ہندوستان اور ٹونس (افریقہ) مین طبع ہوا، سنہ ۱۹۱۰ء مین انگلستان کی مشہور کمیٹی "گب موریل سریز" نے نہایت اہتمام سے چھاپا، لندن، برلن، پیرس اور سینٹ پیٹرس برگ کے متعدد قلمی نسخون و نیز مطبوعہ نسخون سے مقابلہ کیا،

لیکن بایں ہمہ اُس کی صحت کے متعلق قطعی رائے نہیں دیجاسکتی، احادیث، لغت، اور ادب کی کتابون مین جو اشعار منقول ہیں بے شبہ صحیح ہیں، کیونکہ اُن کی حفاظت مین خاص اہتمام کیا جاتا تھا، باقی اشعار کے متعلق اطمینان مشکل ہے،

حضرت علیؓ کے دیوان مین پہلا شعر

الناس فى صورة التشبيه أكفاء ابوهم آدم والام حواء

ہے لیکن عبد القاہر جرجانی کہ ادب کے امام اور علم معانی و بیان کے موجد تھے، اسرار البلاغۃ مین لکھتے ہین کہ یہ اشعار محمد بن ربیع موصلی کے ہین،[3]

[1] دلائل الاعجاز ص ۱۴۰، [2] طبقات الشعراء الشعراء ص ۷۲، [3] کتاب مذکور ص ۲۴۲

دیوان حسان کو بھی اسی پر قیاس کیجئے، صاحب استیعاب لکھتے ہین[1]،

قال الاصمعی حسان احد فحول الشعراء — اصمعی نے کہا کہ حسان نہایت زبردست

فقال له ابو حاتم یاتی له اشعار لینه — شاعر تھے، ابو حاتم بولے بعض اشعار تو بہت کمزور

فقال الاصمعی تنسب الیه اشیاء — کہتے تھے، اصمعی نے جواب دیا کہ بہت سے شعر انکے

لاتصح عنه، — نہین بلکہ لوگون نے منسوب کردیئے ہین،

اصمعی، دوسری صدی ہجری مین تھا، اور تیسری صدی مین انتقال کیا، جب تیسری صدی مین اسقدر آمیزش ہوگئی تھی، تو ۱۳ صدیان گذرنے پر خدا جانے کتنے انقلاب ہوئے ہون گے،

اخلاق وعادات

حب رسولؐ، آنحضرتؐ کی طرف سے جہاد لسانی کرنے سے ظاہر ہوتی ہے، نیز دربار رسالت سے تقرب اور مخصوص تعلقات اس پر شاہد عدل ہین،

جبن وبزدلی کے باوجود اخلاقی جرأت موجود تھی، ایک مرتبہ مسجد نبوی مین شعر پڑھ رہے تھے حضرت عمرؓ نے منع کیا، تو جواب مین کہا کہ مین تم سے بہتر شخص کے سامنے پڑھا کرتا تھا[2]،

جاہلیت مین شراب پیتے تھے، لیکن جب سے مسلمان ہوئے، قطعی پرہیز کیا، ایک مرتبہ ان کے قبیلہ کے چند نوجوان مے نوشی مین مصروف تھے، حسانؓ نے دیکھا تو بہت لعنت ملامت کی، جواب ملا یہ سب آپ ہی کا فیض ہے، آپ کا شعر ہے،

ولنشربها فتتركنا ملوكا — واسدا ما ينهنها اللقاء

ہم اسی کے بموجب پیتے ہین، فرمایا یہ جاہلیت کا شعر ہے، خدا کی قسم جب سے مسلمان ہوا، شراب منہ نہیں لگائی ہے[3]،

[1] استیعاب ص ۱۳۰ ج ۱، [2] صحیح بخاری ص ۹۰۹ ج ۲ ومسند ص ۲۲۲ ج ۵، [3] متین ص ۱۲۹ ج ۱،

حضرت حارثہ بن سراقہ رضؓ

نام ونسب | حارثہ نام، قبیلۂ خزرج کے خاندان نجار سے ہیں، سلسلۂ نسب یہ ہے، حارثہ بن سراقہ بن حارث بن عدی بن مالک بن عدی بن عامر بن غنم بن عدی بن النجار، والدہ کا نام ربیع بنت نضر تھا جو نہایت جلیل القدر صحابیہ اور حضرت انس رضؓ بن مالک رضی اللہ عنہ کی حقیقی پھوپھی تھیں،

اسلام | والد ہجرت سے قبل فوت ہوئے، والدہ زندہ تھیں، اسلام لائیں، ماں کے ساتھ بیٹے نے بھی دائرۂ اسلام میں شمولیت اختیار کی،

غزوۂ بدر کی شرکت | غزوۂ بدر میں شریک تھے، جس روز کوچ کا حکم ہوا، سب سے پہلے گھوڑے پر سوار اور شہادت ہو کر نکلے[۱]، آنحضرت نے ان کو ناظر (نگران) بنا کر ساتھ لیا[۲]، ایک حوض پر پانی پی رہے تھے حبان بن عرقہ نے ایک تیر مارا جس نے گلے کے پار ہو کر اس تشنہ دہن کو شربت شہادت سے سیراب کیا، کہتے ہیں کہ انصار میں سب سے پہلے انھیں کو شرف شہادت حاصل ہوا،

بدر سے واپسی کے وقت، حارثہ کی ماں، آنحضرت کی خدمت میں آئیں، اور کہا یا رسول اللہ! حارثہ کی مجھے جس قدر محبت تھی آپ کو معلوم ہے، اگر جنت میں گئے ہوں تو خیر صبر کروں گی، ورنہ آپ دیکھیں گے کہ میں کیا کرتی ہوں، ارشاد ہوا کیا کہہ رہی ہو جنت ایک نہیں بلکہ کثرت سے ہیں، اور حارثہ تو جنت الفردوس میں ہے[۳]،

ربیع اس بشارت کو سنکر باغ باغ ہو گئیں مسکراتی ہوئی اٹھیں اور کہنے لگیں بخ بخ یا حارثہ! یعنی واہ واہ اے حارثہ[۴]

[۱] اسد الغابہ ص ۵۶ ۳ ج ۱ [۲] صحیح بخاری ص ۴۲ ۵ ج ۲ [۳] صحیح بخاری ص ۵۷۷ ج ۲ [۴] اسد الغابہ ص ۳۵۶ ج ۱

اولاد | چونکہ جوان مرے تھے، کوئی اولاد نہین چھوڑی،

اخلاق | حضرت حارثہ اپنی مان کے نہایت اطاعت گذار اور فرمان بردار تھے، مصنف اسد الغابہ لکھتے ہین،

کان عظیم البرّ بامہ[1] یعنی مان کے معاملہ مین نہایت نیکو کار تھے،

جوشِ ایمان کا نظارہ اِس واقعہ سے ہوتا ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرت صلعم کسی طرف جارہے تھے، حارثہ سامنے آئے، فرمایا حارثہ! صبح کیسی کی؟ بولے اس طرح کہ سچا مسلمان ہون، فرمایا ذرا سوچ کے کہو! کیونکہ ہر قول کی ایک حقیقت ہوتی ہے، عرض کی، یا رسول اللہ! دنیا سے منھ پھیر لیا ہے، رات کو روان اور دن کو تشنہ دہن رہتا ہون، اس وقت یہ حال ہے کہ اپنے کو عرش کی طرف جاتے ہوئے دیکھ رہا ہون، جنتی جنت اور جہنمی دوزخ مین جاتے ہوئے مجھے معلوم ہو رہے ہین، ارشاد ہوا کہ جس بندے کا قلب خدا منور کر دے، وہ پھر خدا سے جدا نہین ہوتا، حارثہ نے درخواست کی کہ میرے لئے شہادت کی دعا کیجئے، آپ نے دعا کی جس کی قبولیت غزوۂ بدر مین ظاہر ہوئی

حضرت حارث بن صمہ رضہ

نام و نسب | حارث نام، ابوسعید کنیت، قبیلۂ خزرج کے خاندان نجار سے ہین، سلسلۂ نسب یہ ہے، حارث بن صمہ بن عمرو بن عتیک بن عمرو بن عامر (مبذول) بن مالک بن نجار،

اسلام | ہجرت سے قبل اسلام لائے،

[1] ایضاً ص ۳۵۵ ج ۱،

غزوات اور دیگر صہیب رومی سے کہ راہ خدا مین سخت سے سخت مصیبتون کا مقابلہ کرچکے تھے اخوت قائم ہوئی

حالات

غزوۂ بدر مین شریک تھے، آنحضرتؐ کی معیت مین روحا، نام ایک مقام پر پہونچے، تو وہان چوٹ آئی، آنحضرتؐ نے مدینہ واپس کیا، اور غنیمت واجر مین شامل تصور فرمایا،

غزوۂ اُحد مین جب تمام لوگ منتشر ہوگئے تھے، اُنھون نے مرنے پر کمر باندھ کر نہایت پامردی سے داد شجاعت دی اور عثمان بن عبداللہ بن مغیرہ کو قتل کیا، آنحضرتؐ اس کا تمام سامان ان کو دیدیا، ان کے علاوہ اس غزوہ مین اور کسی مسلمان کو کسی کافر کا سامان نہین دیا،

اس معرکہ مین آنحضرتؐ نے ان سے پوچھا کہ تم نے عبدالرحمن بن عوف کو دیکھا ہے، بولے کہ پہاڑ کی طرف مشرکین کے نرغہ مین تھے، مین نے جانا چاہا لیکن حضور پر نظر پڑی تو اس طرف پھر پڑا ارشاد ہوا کہ ان کو فرشتے بچا رہے ہین، حارثؓ، عبدالرحمن بن عوف کے پاس گئے، دیکھا تو ان کے سامنے سات آدمی بچھڑے ہین، پوچھا یہ سب تمھین نے مارے ؟ بولے ارطاۃ اور فلان فلان کو مین نے قتل کیا، باقی ان لوگون کے قاتل مجھکو نظر نہین آئے، حارثؓ نے کہا کہ رسول اللہ نے بالکل صحیح فرمایا تھا،

وفات

بیرمعونہ کے معرکہ مین عمرو بن امیہ کیسا کسی درخت کے نیچے بیٹھے تھے، چیلین اور دوسرے پرند نظر آئے، عمرو کو ساتھ لیکر اسی سمت چلے، دیکھا تو مسلمانون کی لاشین خاک وخون مین تڑپ رہی ہین، عمرو سے کہا بولو کیا ارادہ ہے، اُنھون نے جواب دیا، یہ تو ظاہر ہے کہ آنحضرتؐ حق پر ہین، کہا تو پھر کیا دیکھتے ہو؟ جہان منذر مارے جائین، مین کس طرح وہان سے ہٹ سکتا ہون! عمرو کو ساتھ لیکر کفار کیطرف بڑھے، کافرون نے تیرون کی بوچھار کی، جو بدن مین ہر جگہ پیوست ہوگئے، اُن کی روح مطہر نے داعی اجل کو لبیک کہا، اور عمرو اسیر ہوگئے،

اولاد — دو بیٹے یادگار چھوڑے، سعد، اور ابو بہم جو دونوں کے دونوں صحابی تھے،

فضل وکمال — اشعارِ ذیل حضرت حارث کے طبعزاد ہیں،

یا رب ان الحارث بن صمہ — اقبل فی مہامہ مہمہ

یسوق بالنبی ھادی الامۃ

حضرت حنظلہ بن ابی عامر رضہ

نام ونسب — حنظلہ نام، غسیل الملائکہ، تقی القاب، قبیلۂ اوس کے خاندان عمرو بن عوف سے ہیں، سلسلۂ نسب یہ ہے، حنظلہ بن ابی عامر عمرو بن صیفی بن مالک بن امیہ بن ضبیعہ بن زید بن عوف بن عمرو بن عوف بن مالک بن اوس، والدہ کا نام معلوم نہین، اتنا معلوم ہے کہ عبد اللہ بن ابی رئیس خزرج کی ہمشیر تھین،

ابو عامر (حنظلہ کا باپ) قبیلۂ اوس مین نہایت شریف اور باثر شخص تھا، بعثت نبوی کا قائل تھا، اسی اخلاقی قوت نے رہبانیت کی طرف مائل کیا، ریاست وسیادی سے دست کش ہو کر مذہبی سیادت حاصل کی اور پلاس پہنکر گوشۂ عزلت اختیار کیا راہب اسی وجہ سے لقب پڑا،

لیکن جب آنحضرت صلعم مبعوث ہوئے، اور مدینہ مین خلافت الہی کی بنا ڈالی گئی، تو ابو عامر اور ابن اُبی دونون کی سیادت مین رخنہ پڑا، چنانچہ ابن اُبی نے منافقانہ طرز عمل اختیار کیا اور مدینہ ہی مین مقیم رہا، ابو عامر کا پیمانۂ صبر نہایت لبریز تھا، مدینہ مین نہ ٹھہر سکا، اور مکہ کی سکونت اختیار کی، غزوۂ احد مین قریش مکہ نہایت سروسامان سے اٹھے، تو ابو عامر بھی جوش حسد مین ان کے ساتھ آیا، آنحضرت صلعم نے اس کیلئے

فاسق کا لقب تجویز کیا جس سے تاریخ اسلام مین وہ اب تک مشہور ہے،

اُحد کے بعد پھر مکہ کو مراجعت کی اور وہین مقیم رہا، سنہ ۸ھ مین جب فضائے بطحا پر توحید کا علم لہرایا تو اُس پر یہ زمین بھی تنگ ہوگئی، مکہ سے نکل کر روم پہونچا، اور ہرقل کے دامن مین پناہ لی، اور اسی جگہ سنہ ۹ھ یا سنہ ۱۰ھ مین مرگیا

ابو عامر کی شدتِ کفر کا یہ عالم تھا، اب اُس کے بیٹے (حنظلہ) کی حرارتِ ایمان بھی ملاحظہ ہو، اُنھون نے اسلام قبول کیا، اور مسلمانون مین خاص عزت پیدا کی، آنحضرتؐ سے عرض کی کہ حکم ہو تو اپنے باپ کا خاتمہ کردون، لیکن آنحضرتؐ نے منظور نہین کیا، عبد اللہ بن اُبی کے فرزند حضرت عبد اللہؓ نے بھی یہی درخواست کی تھی، ان کو بھی یہی جواب عنایت ہوا[1]

غزوۂ بدر مین کسی سبب سے شریک نہ تھے، اُحد مین شرکت کی جو اُن کے لئے پہلا اور آخری غزوہ ثابت ہوا

شہادت بیوی سے ہم بستر تھے، نفیرِ عام سنی، اُسی وقت جوش مین اُٹھ کھڑے ہوئے نہانا یاد نہ رہا تھا، شمشیر بکف میدان مین پہونچے، ابو سفیان بن حرب رئیس کفر سے مقابلہ ہوا اُس کو اُٹھا کر دے مارا چاہتے تھے کہ کام تمام کردین، کہ شداد بن اسود لیثی (ابن شعوب) نے دیکھ لیا، جھپٹ کر بڑھا، اور ایسا صاف ہاتھ مارا کہ حنظلہ کا سر دھڑ سے الگ ہوگیا، ابو سفیان کہتا ہے،

ولو شئت نجتنی کمیت طمرۃ ولم احمل النعماء لابن شعوب

بعض کا خیال ہے کہ ابو سفیان نے ابن شعوب کیساتھ ملکر مارا تھا، مار کر بولا حنظلۃ بحنظلۃ یعنی حنظلہ، حنظلہ کے مقابلہ مین ہے،

بدر مین ابو سفیان کا ایک لڑکا حنظلہ مسلمانون کے ہاتھ سے مارا گیا تھا، یہ اسی کیطرف اشارہ تھا،

---

[1] اصابہ ص ۵۴ ج ۲،

چونکہ حالتِ جنابت مین شہید ہوئے تھے، آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا کہ ان کی بیوی سے دریافت کرو، بات کیا تھی؟ بیوی نے واقعہ بیان کیا، فرمایا اسی وجہ سے فرشتے غسل دیرہے تھے، الغسیل ملائکہ کا لقب اسی وجہ سے اُن کو حاصل ہوا

اولاد — حضرت عبد اللہؓ ایک فرزند تھے، جن کا آنحضرتؐ کی وفات کے وقت سات سال کا سن تھا، سن شعور کو پہونچکر باپ کے خلف الرشید ثابت ہوئے، یزید بن معاویہ کی شرمناک حرکتون سے بیزار ہوکر نقض بیعت کی۔ اور حضرت عبد اللہ بن زبیر کے آستانۂ خلافت پر سر نیاز خم کیا، شام سے فوجین آئین جنھون نے حرہ کا وہ خونین منظر رونما کیا جن کے تصور سے آج بھی مدینۃ الرسولؐ کے در و دیوار کانپ اُٹھتے ہین، حضرت عبد اللہؓ نے جرأت کرکے تمام مدینہ کو اُبھارا اور خود سپہ سالار بنکر میدان مین نکلے، انصار کثرت سے شہید ہوئے، حضرت عبد اللہؓ نے اپنے بیٹون کو کہ تعداد مین ۸ تھے یکے بعد دیگرے آگے بڑھایا سب قتل ہوئے اور وہ اپنی آنکھون سے یہ دردانگیز منظر دیکھتے رہے، آخر خود بھی مقابلہ کے لئے بڑھے جہین وہ ردائے خونین ملبوس بدن ہوئی جس کو ان کے پدر بزرگوار جنگ اُحد مین اُوڑھ چکے تھے، یہ واقعۂ روح فرسا، ذی الحجہ ۶۳ھ مین ہوا،

اخلاق — اخلاق و عادات کی عظمت و بلندی، احاطۂ تحریر مین کب آسکتی ہے، "پدر فاسق" کا "فرزند تقی"، اپنی قوم کے ناصیۂ کمال پر غرۂ عظمت بنکر چمکا، قبیلۂ اوس ہمیشہ اُس کے وجود باجود پر فخر کرتا تھا، ایک مرتبہ انصار کے دونون قبیلے اپنے فضائل فخریہ بیان کررہے تھے، آدمیون نے اس موقع پر نہایت عظیم المرتبت اصحاب کو پیش کیا تھا، جن مین سب سے پہلے حضرت حنظلہؓ کا نام نامی تھا،

"خ"

حضرت خبیبؓ بن عدی

نام و نسب نام نامی خبیب تھا، اور قبیلۂ اوس سے تھے، سلسلۂ نسب یہ ہے، خبیب بن عدی بن مالک بن عامر بن مجدعہ بن حجبی بن عوف بن کلفہ بن عوف بن عمرو بن عوف بن مالک بن اوس

اسلام ہجرت سے قبل مسلمان ہوئے،

غزوات غزوۂ بدر مین شریک تھے، اور مجاہدین کے اسباب کی نگرانی سپرد تھی[1]، اس غزوہ مین انھون نے حارث بن عامر بن نوفل کو قتل کیا[2]،

سنہ ۳ھ مین غزوۂ رجیع ہوا، آنحضرت صلعم نے عاصم بن ثابت انصاری کو دس آدمیون پر امیر بنا کر جاسوسی کے لئے روانہ فرمایا تھا، عسفان اور مکہ کے درمیان بنی ہذیل کا ایک قبیلہ لحیان رہتا تھا، اس کو خبر ہوگئی، سو تیر اندازون نے اس مختصر جماعت کو آکر گھیر لیا، ۷ آدمی اسی جگہ لڑکر شہید ہوگئے، تین شخص جن مین ایک حضرت خبیبؓ بھی تھے، زندہ بچے، ان کی جان بخشی کا عہد و پیمان ہوا اور پہاڑی پر سے نیچے اترے، ان لوگون نے کمانون کے تار کھول کران کے ہاتھ باندھے، ایک غیرت مند اس بے عزتی کو نہ دیکھ سکا اور مردانہ وار جان دی، اب صرف دو شخص باقی رہ گئے، ان کو لیجا کر مکہ کے بازار مین فروخت کیا، اسلام کے اس یوسف کو حارث بن عامر کے بیٹون نے خریدا جسے غزوۂ بدر مین انھون نے قتل کیا تھا[3]،

عقبہ بن حارث نے اپنے گھر مین لاکر قید کیا[4]، ہاتھ مین ہتکڑیان پہنائین[5]، اور موہب کو نگرانی پر مقرر کیا[6]

۱؎ صحیح بخاری ص ۴۰ ج ۲، ۲؎ ایضاً ص ۵۶۸، ۳؎ ایضاً ۴؎ استیعاب ص ۱۶۸ ج ۱، ۵؎ بخاری ص ۵۸۵ ج ۲، ۶؎ طبقات ابن سعد

عقبہ کی بیوی کھانا کھلاتے وقت ہاتھ کھول دیا کرتی تھی[1]،

کئی مہینہ قید رہے، اشہر حرم گذر گئے تو قتل کی تیاریاں ہوئین[2]،

حضرت خبیب رضؓ نے موہب سے ۳- باتون کی درخواست کی تھی[3]،

۱- آب شیرین پلانا،

۲- بتون کا ذبیحہ نہ کھلانا،

۳- قتل سے پہلے خبر کردینا،

یہ اخیر درخواست عقبہ کی بیوی سے بھی کی تھی، قتل کا ارادہ ہوا تو اس نے[4] ان کو آگاہ کردیا، انھون نے طہارت کے لئے اس سے استرہ مانگا اس نے لاکر دیدیا، اسکا بچہ کھیلتا کھیلتا ان کے پاس چلا آیا، انھون نے اسکو اپنی ران پر بٹھایا، مان کی نظر پڑی تو دیکھا ننگا استرہ ان کے ہاتھ مین ہے اور بچہ ان کے زانون پر ہے، یہ منظر دیکھ کر کانپ اٹھی، حضرت خبیبؓ نے فرمایا! کیا تمہارا خیال ہے کہ مین اپنے خون کا اس بچہ سے انتقام لونگا، حاشا یہ ہماری شان نہین[5]،

پھر مزاح مین کہا کہ اب اللہ نے تم پر مجکو قادر کردیا، بولی کہ تم سے تو یہ امید نہ تھی، انھون نے استرہ اسکے آگے ڈالدیا، اور کہا کہ مین مذاق کر رہا تھا[6]،

حضرت خبیب رضؓ کی باتونکا اس پر خاص اثر ہوا، کہتی تھی کہ مین نے خبیبؓ سے بہتر کسی قیدی کو نہ دیکھا، مین نے بارہا ان کے ہاتھ مین انگور کا خوشہ دیکھا، حالانکہ اس زمانہ مین انگور کی فصل بھی نہ تھی، اس کے علاوہ وہ بندھے ہوئے تھے، اس لئے یقیناً وہ خدا کا دیا ہوا رزق تھا، جو خزانۂ غیب سے ان کو ملتا تھا[7]،

---

[1] استیعاب ص ۱۶۹، ج ۱، [2] طبقات ابن سعد ص ۴۰، [3] ایضاً [4] استیعاب ص ۱۶۸، ج ۱، [5] بخاری ص ۵۸۵، ج ۲،

[6] استیعاب ص ۱۶۸، ج ۱، [7] بخاری ص ۵۸۵، ج ۲،

شہادت | حضرت خبیبؓ کے قتل مین مشرکین نے بڑا اہتمام کیا، حرم سے باہر تنعیم مین سولی[1] لٹکائی گئی، کثرت سے آدمی جمع کئے گئے، مرد، عورتین، بوڑھے، بچے، امیر وغریب، وضیع وشریف، غرض، ساری خلقت تماشائی تھی، لوگ عقبہ کے گھر اِن کو لینے کے لئے آئے، فرمایا ذرا ٹھہر جاؤ، دو رکعت[2] نماز پڑہ لون، زیادہ پڑھونگا تو کہو گے کہ موت سے گھبرا کر بہانہ ڈھونڈھ رہے ہین، نماز سے فارغ ہو کر مقتل کی طرف روانہ ہوئے، راستہ مین کہہ رہے تھے، اللّٰھمّ احصھم عددا واقتلھم بددا ولا تبق منھم احدا! پھر یہ شعر پڑھتے ہوئے ایک بڑے درخت کے نیچے پہونچے،

وذالک فی ذات الالہ وان یشأ ... یبارک علی اوصال شلو ممزع

یہ جو کچھ ہو رہا ہے خدا کی محبت مین اگر وہ چاہے ... تو ان کٹے ٹکڑون پر برکت نازل کرے گا،

ولست ابالی حین اقتل مسلماً ... علی ای جنب کان اللہ مصرعی

اگر مسلمان رہ کر مین مارا جاؤن تو مجھے ... غم نہین کہ کس پہلو پر خدا کی راہ مین بچھاڑا جاتا ہون،

عقبہ بن حارث اور ہبیرہ عبدری نے گلے مین پھندا ڈالا، چند منٹ کے بعد سر اقدس دار پر تھا[3]، آہ! یہ کیسا عجیب منظر تھا، اسلام کے ایک غریب الوطن فرزند پر غربت مین کیسے ظلم وستم ہوئے تھے، بطحاء کفر کا خونی قاتل، توحید کو کس طرح ذبح کر رہا تھا، یہ سب کچھ تھا، لیکن مجسمۂ اسلام اب بھی پیکر صبر ورضا بنا ہوا تھا، مسیح ناصری سے اِس فرزند توحید کا مقابلہ کرو، تو اسلام ونصرانیت کی اخلاقی تعلیم پر صاف روشنی پڑے گی، ایلی ایلی لما سبقتنی (اے خدا تو نے مجھے کیون چھوڑ دیا تھا[4]) زبان پر تھا، اور یہان خدا کی رضا جوئی مین اطمینان ومسرت کا اظہار تھا،

یہ موجودہ انجیل کے بیان ... قرآن مجید سے اس ... تعلق نہین

آنحضرت صلعم کو اِس فاجعۂ عظمیٰ کی خبر وحی کے ذریعہ سے ہوئی، فرمایا اے خبیب! تجھ پر سلام! پھر عمرو ابن امیہ ضمری کو مکہ بھیجا کہ اس شہید وفا کی لاش کا پتہ لگائین، عمرو رات کو سولی کے پاس ڈرتے

۱؎ استیعاب ص ۱۴۰ ج ۱، ۲؎ بخاری ص ۵۶۹ ج ۲، ۳؎ استیعاب ص ۱۶۸ ج ۱، ۴؎ فتح الباری ج ۷ ص ۲۹۵،

ڈرتے گئے، اور درخت پرچڑھ کر رسی کاٹی، جسد اطہر زمین پر گرا، چاہا کہ اُتر کر اُٹھالیں، لیکن یہ جسم زمین کے قابل نہ تھا، فرشتوں نے اُٹھا کر اُس مقام پر پہونچایا جہاں شہیدانِ راہِ خدا کی روحیں رہتی ہیں، اعمرو بن اُمیہ کو سخت حیرت ہوئی، بولے کہ کیا زمین تو نہیں نگل گئی؟

قتل کرتے وقت مشرکین نے قبلہ رُخ نہیں رکھا تھا، لیکن جو چہرہ قبلہ کی طرف رُخ کر چکا تھا وہ کبھی دوسری طرف کیونکر پھر سکتا تھا، مشرکین نے بار بار پھیرنے کی کوشش کی مگر ناکامی ہوئی،[2]

حضرت خبیبؓ نے جو دُعا کی تھی، اسکا اثر ایک سال کے اندر ظاہر ہوگیا، جو لوگ ان کے قتل میں شریک تھے، نہایت بے کسی کی حالت میں مارے گئے،[3]

دیدی کہ خونِ ناحق پروانہ شمع را
چندان امان نہ داد کہ شب را سحر کند

حضرت خارجہ بن زید بن ابی زہیر

نام ونسب خارجہ نام، قبیلۂ خزرج کے خاندان اغر سے ہیں، نسب نامہ یہ ہے، خارجہ بن زید بن ابی زہیر بن مالک بن امرء القیس بن مالک اغر بن ثعلبہ بن کعب بن خزرج بن حارث بن خزرج اکبر، رئیسِ قبیلہ اور کبار صحابہ میں تھے،

اسلام عقبہ میں بیعت کی،

غزوات اور عام حالات ہجرت کے وقت حضرت ابوبکرؓ نے مدینہ آکر انھیں کے ہاں قیام کیا تھا،[4] اور انھیں سے مواخات ہوئی،

بدر میں شریک تھے، اور اُمیہ بن خلف کو کئی آدمیوں کے ساتھ ملکر مارا تھا، اُمیہ کے بیٹے

[1] اصابہ ص ۴۰ ج ۲، [2] ایضاً [3] فتح الباری ص ۲۹۵ ج ۷، [4] بعض کا خیال ہے کہ خبیب بن اساف کے ہاں ٹھہرے تھے

صفوان نے اپنے باپ کے قاتلون کو تاڑ لیا تھا، اِس بناء پر دوسرے سال جب غزوۂ احد واقع ہوا اسکو ان لوگون کی فکر لاحق ہوئی،

شہادت | حضرت خارجہؓ نہایت بہادری سے لڑے تھے، ۱۳ سے اُوپر نیزون کے زخم کھائے، اور آخر زمین پر گر گئے، صفوان نے ان کو شناخت کر کے ناک، کان، اور دیگر اعضا کاٹے اور کہا کہ آج کلیجہ ٹھنڈا ہوا، میرے باپ کے عوض محمدؐ کے بڑے بڑے بہادر کام آئے،

سعد بن ربیع کہ اِن کے برادر زادے تھے، اور اِسی معرکہ مین دادِ شجاعت دیکر قتل ہوئے تھے، اِن کے ساتھ، ایک قبر مین دفن کئے گئے،

اولاد | دو اولاد چھوڑی، ایک زیدؓ، جنھون نے حضرت عثمانؓ کے زمانۂ خلافت مین انتقال کیا، مشہور ہے کہ مرنے کے بعد بولے تھے،

دوسری حبیبہؓ جو حضرت ابوبکرؓ سے منسوب تھین، اُم کلثوم بنت ابی بکرؓ انھین کے بطن سے تولد ہوئین، اِس بناء پر حضرت خارجہؓ، حضرت ابوبکرؓ کے اسلامی بھائی ہونے کے ساتھ خسر بھی تھے[۱]،

حضرت خزیمہ بن ثابتؓ

نام و نسب | خزیمہ نام، ابو عمارہ کنیت، ذو الشہادتین لقب، سلسلۂ نسب یہ ہے، خزیمہ بن ثابت ابن فاکہ بن ثعلبہ بن ساعدہ بن عامر بن غیان بن عامر بن خطمہ (عبد اللہ) بن جشم بن مالک بن اوس، والدہ کا نام کبشہ بنت اوس تھا اور قبیلۂ خزرج کے خاندان ساعدہ سے تھین،

اسلام | ہجرت سے پیشتر مشرف باسلام ہوئے، اور عمیر بن عدی بن خرشہ کو لیکر اپنے قبیلے (خطمہ کے

[۱] از اسد الغابہ ص ۸۰ ج ۲، و اصابہ ص ۱۴۴ ج ۲ و استیعاب ص ۱۶۲، و ۶۳ ج ۱،

بت توڑے،

غزوات اور شہادت | بدر اور تمام غزوات مین شریک تھے، فتح مکہ مین بنو خطمہ کا علم ان کے پاس تھا، جناب امیر علیہ السلام کی دو لڑائیون مین شریک ہوئے، جنگ جمل مین محض رفاقت کی، صفین مین بھی اولاً خاموش رہے، لیکن جب حضرت عمارؓ بن یاسر افواجِ شام کے ہاتھ سے شہید ہوئے، تو حضرت خزیمہؓ نے تلوار نیام سے نکالی اور حسب ذیل رجز پڑھتے ہوئے میدان مین آئے،

اذا نحن بايعنا عليا فحسبنا   ابو حسن مما نخاف من الفتن

جب ہم نے علی سے بیعت کرلی، تو یہ بالکل کافی ہے، اور اب ہم کو کسی چیز کا خیال نہین،

وفيه الذي فيهم من الخير كله   وما فيهم بعض الذي فيه من حسن

علیؓ مین اہلِ شام کی تمام بھلائیان جمع ہین، لیکن شامیون مین علیؓ کی بعض خوبیان بھی موجود نہین،

فرماتے تھے کہ اب گمراہی آشکار ہوگئی، مین نے آنحضرتؐ سے سُنا تھا کہ عمارؓ کو باغی گروہ قتل کریگا، چنانچہ خود بھی لڑکر شہادت حاصل کی، یہ ۳۷ھ کا واقعہ ہے،

اولاد | حسب ذیل اولاد چھوڑی، عمارہ، عمرو، عمرة،

فضل وکمال | احادیث مرویہ کی تعداد ۳۸ ہے، حضرت جابر بن عبد اللہ، عمارہ بن عثمان، ابن حنیف عمرو بن میمون اودی، ابراہیم بن سعد بن ابی وقاص، ابو عبد اللہ جدلی، عبد الرحمن بن ابو لیلیٰ، عطاء بن یسار، راویانِ حدیث کے زمرہ مین ہین،

مسائل فقہ مین دقیق النظری سے کام لیتے تھے، ایک مرتبہ یہ حدیث بیان کی کہ موزون پر ۳ دن تک مسح کرنا چاہیے، تو فرمایا کہ اگر ہم آنحضرتؐ سے مدت بڑھانے کی خواہش کرتے تو آپ اضافہ فرما دیتے، اصل الفاظ یہ ہین،

---

[1] مسند احمد ج ص ۲۱۴،

ولوامتشنادناه لنزادنا،

اخلاق | جوشِ ایمان، اور حبّ رسول، بیاضِ اخلاق کے چمکتے ہوئے حروف ہین، جوشِ ایمان کا اندازہ ذیل کے واقعہ سے ہوسکتا ہے،

آنحضرتؐ نے ایک بدو سے گھوڑا خریدا اور دام طے کرکے چلے آئے، لوگون کو اس کی خبر نہ تھی، اُس سے بات چیت کی اور قیمت زیادہ کردی، اس نے آنحضرتؐ کو آواز دی کہ لینا ہو تو لو، ورنہ مین دوسرے سے سودا کرچکا، آنحضرتؐ آئے اور کہا، تم مجھ سے فروخت کرچکے تھے، بولا واللہ مین نے نہین بیچا، اور اگر تمھارے ہاتھ بیچا ہو تو کوئی گواہ لاؤ، مسلمان اس گفتگو کو سنکر جمع ہو گئے، اور کہا رسول اللہؐ سچ کہتے ہین، حضرت خزیمہ بھی آپہونچے، اُس نے گواہ مانگا تو بولے مین گواہ ہون، تم نے آنحضرتؐ کے ہاتھ فروخت کیا تھا، اس جرأت پر خود آنحضرتؐ کو حیرت ہوئی فرمایا بم تشهد؟ تم کس طرح گواہی دیرہے ہو، عرض کی بتصدیقك یارسول اللہ! آپ کی بات کی تصدیق کررہا ہون،

آنحضرتؐ نے اسی روز سے خزیمہ کی شہادت، دو آدمیون کی شہادت کے برابر کردی[۱] اور انکا ذوالشہادتین لقب پڑگیا،

صحیح بخاری مین بھی ضمناً اس کا ذکر آگیا ہے، حضرت زید بن ثابتؓ[۲] سے روایت ہے، کہ جب ہم نے مصاحف نقل کئے، سورۂ احزاب کی ایک آیت جس کو ہم آنحضرتؐ سے سنتے تھے، نہین پائی، خزیمہ انصاری جن کی شہادت رسول اللہ صلعم نے دو آدمیون کے برابر کی تھی، ان کے پاس تھی[۳] اور وہ یہ ہے،

مِنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ،

اوس وخزرج مین جب باہم مفاخرت ہوئی، تو اوسیون نے حضرت خزیمہ کا نام بھی فخر کے طور پر

[۱] مسند ابن حنبل ص ۲۱۶ ج ۵، [۲] مسند ابن حنبل ص ۲۱۵ و ۲۱۶ ج ۵، [۳] صحیح بخاری ص ۷۰۵ ج ۲،

پیش کیا تھا۔[1]

حُبِ رسُول کے لئے یہ بالکل کافی ہے، کہ ایک مرتبہ خواب دیکھا کہ مین رسول اللہ کی جبینِ مُبارک کا بوسہ لے رہا ہون، آنحضرتؐ سے بیان کیا تو فرمایا کہ تُم اپنے خواب کی تصدیق کر سکتے ہو، خزیمہؓ نے اٹھ کر پیشانی اطہر چوم لی۔[2]

بعض روایتون مین ہے کہ سجدہ کرتے دیکھا تھا، آنحضرتؐ نے اپنی جبینِ مقدس سے ان کی پیشانی مس کی،[3] اور اس طرح پر اس خواب کی تعبیر پوری ہوئی،

حضرت خوات بن جبیرؓ

نام ونسب	خوات نام، ابو عبداللہ وابو صالح کنیت، قبیلۂ اوس سے ہین، نسب نامہ یہ ہے، خوات بن جبیر بن نعمان بن امیہ بن امرء القیس (بُرک) بن ثعلبہ بن عمرو بن عوف بن مالک بن اوس،
اسلام	ہجرت سے قبل اسلام لائے، بدر مین شریک تھے، صفراء پہونچکر پیر مین پتھر لگا، آنحضرتؐ نے مدینہ واپس کیا، اور مجاہدین کیساتھ غنیمت مین حصہ لگایا، اُحد او رباقی غزوات مین شرکت کی، جناب امیر علیہ السلام کی خانہ جنگیون مین سے صفین مین شریک تھے،
وفات	سنہ ۴۰ھ مین بمقام مدینہ انتقال کیا، اسوقت ۷۴ سال کا سن تھا،
حلیہ	حُلیہ یہ تھا، قد میانہ، مہندی کا خضاب لگاتے تھے، آنکھین جاتی رہی تھین۔
اولاد	ایک بیٹا یادگار چھوڑا، صالح نام تھا،

---

[1] اصابہ ص ۱۱۱ ج ۲، [2] مسند ص ۲۱۴ ج ۵، [3] مسند ۲۱۵ ج ۵،

فضل وکمال | عبداللہ بن ابی لیلیٰ، بسر بن سعید، صالح وغیرہ نے اُن سے چند حدیثیں روایت کی ہیں
امام بخاریؒ نے اِن کا ایک حکیمانہ مقولہ بھی نقل کیا ہے، اور وہ یہ ہے،

نوم اوّل النھار خرق واوسطہ | دِن کے پہلے حصّہ میں سونا بے تمیزی، درمیانی حصّہ میں
خلق وآخرہ حمق .... | مناسب، اور آخری حصّہ میں بے وقوفی ہے،

نہایت غیرت مند اور باحیا تھے، مرالظہران ایک مقام پر آنحضرتؐ کا نزول اجلال ہوا، یہ بھی ساتھ تھے، خیمہ سے نکلے، کچھ عورتیں نظر پڑیں، یہ کپڑا اوڑھ کر انھیں میں بیٹھ گئے، اتفاق یہ کہ آنحضرتؐ کا اُدھر سے گذر ہوا، آپ کو دیکھ کر اٹھے، اور کہنے لگے، یا رسول اللہ! میرا اونٹ کھو گیا ہے، اُس کے لئے بند تلاش کرتا ہوں، پھر کچھ سوچ کر ساتھ ہو گئے، آپ نے استنجا کیا اور ان سے پانی طلب فرمایا اور پوچھا کہو اونٹ ملا، یہ شرما کر چپ ہو رہے، راستہ میں جب آنحضرتؐ سے ملاقات ہوئی آپ نے یہی سوال کیا، آخر عرق کی وجہ سے گھر بیٹھ رہے، آنحضرتؐ کے پاس آنا جانا، اور مسجد نبوی کی جماعت بالکل چھوڑ دی، کچھ دنوں کے بعد جب یہ واقعہ پرانا ہو گیا، نماز پڑھنے کے لئے مسجد آئے، آنحضرتؐ بھی حجرے سے باہر تشریف لائے اور نماز پڑھی، اُنھوں نے رکعتیں لمبی کر دیں کہ آنحضرتؐ واپس چلے جائیں اور میرا سامنا نہ ہو، لیکن آپ بیٹھے رہے اور فرمایا، ابو عبداللہ! خواہ کتنی ہی طویل نماز پڑھو مگر میں تمھارے ساتھ ہی اٹھوں گا، دِل میں کہا کہ رسول اللہ سے معذرت کرنی چاہئے، نماز ختم کر کے خدمت اقدس میں پہونچے تو وہی مرحلہ درپیش تھا، آنحضرتؐ نے سلام کر کے فرمایا ابو عبداللہ! اونٹ کہاں گیا، اب صفائی کا وقت آگیا تھا، عرض کی اس خدا کی قسم جس نے آپ کو حق مذہب دیکر مبعوث کیا جب سے مسلمان ہوا ہوں میرا اونٹ نہیں کھویا، (یعنی زنا نہیں کی) فرمایا خدا تجھ پر اپنا رحم کرے، اِس کے بعد آنحضرتؐ نے ان سے یہ سوال چھوڑ دیا[۱]

نہایت شجاع تھے، آنحضرت صلعم نے اُن کو اپنا سوار بنایا تھا[۲]

---

[۱] اسد الغابہ ص ۱۲۶ ج ۲، [۲] الیضاً ص ۱۲۵ ج ۲،

زندہ دلی کا یہ حال تھا کہ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ کے ساتھ حج کو جارہے تھے، ابو عبیدہؓ اور عبد الرحمن بن عوف بھی ساتھ تھے، لوگوں نے فرمائش کی کہ ضرار کے اشعار گاؤ، حضرت عمرؓ نے کہا نہیں، بلکہ اپنے شعر سنائیں، چنانچہ تمام رات گاتے رہے، سپیدۂ سحر نمودار ہوا، تو حضرت عمرؓ نے فرمایا، خوات بس کرو، اب صبح ہوگئی،[1]

حضرت خلاد بن سویدؓ

نام و نسب خلاد نام، قبیلۂ خزرج سے ہیں، نسب نامہ یہ ہے، خلاد بن سوید بن ثعلبہ بن عمرو بن حارثہ بن امرء القیس بن مالک اغر بن ثعلبہ بن کعب بن الخزرج بن الحارث بن الخزرج الاکبر،

اسلام عقبۂ ثانیہ سے قبل مسلمان ہوئے، اور بیعت میں شرکت کی،

غزوات اور شہادت بدر، احد، خندق، میں آنحضرت صلعم کے ہمرکاب تھے، قریظہ کی جنگ میں غزوہ کی نیت سے نکلے، ایک قلعہ کے نیچے کھڑے تھے، نبانہ نام ایک یہودی عورت نے دیکھ لیا، اور خلاد کے اس زور سے پتھر مارا کہ سر پھٹ گیا، اور اسی صدمہ سے انتقال ہوگیا، آنحضرت صلعم نے فرمایا ان کو دو شہیدوں کا ثواب ملیگا، لڑائی ختم ہونے کے بعد جب قبیلۂ قریظہ اسیر ہو کر سامنے آیا تو آنحضرتؐ نے اس عورت کو ڈھونڈھ کر قتل کروا دیا، اس واقعہ میں عورتیں قتل سے محفوظ رہی تھیں،

اولاد دو لڑکے چھوڑے، اور دونوں صحابی تھے، اُن کے اسماء گرامی یہ ہیں، ابراہیمؓ، سائبؓ،[2]

---

[1] اصابہ ص ۴۲۳ ج ۲، [2] اسد الغابہ ص ۱۲۱، ج ۲، اصابہ ص ۱۴۰، ج ۲،

"ر"

حضرت رافع بن مالک بن عجلان رضؓ

نام و نسب
رافع نام، ابومالک وابورفاعہ کنیت، قبیلۂ خزرج سے ہین، نسب نامہ یہ ہے، رافع بن مالک بن العجلان بن عمرو بن عامر بن زریق بن عامر بن عبد حارثہ بن مالک بن غضب بن جشم بن خزرج،

اسلام
انصار مدینہ مین اگرچہ خوش نصیبون کی ایک جماعت ہے جس کا شمار ۷۰ تک ہے، لیکن ان مین بھی الاقدم فالاقدم کے لحاظ سے ترتیب اور اختلاف مدارج ہے، انصار مین بنو نجار اور قبیلۂ خزرج سبقت ایمانی مین سب سے پیش پیش تھا لیکن اسکا یہ تمام تقدم، یہ تمام شرف اور یہ تمام فضیلت، صرف دو ہستیون کے شرف وعظمت پر منحصر ہے، اور وہ دونون بزرگ حضرت معاذ بن عفراءؓ اور حضرت رافع بن مالکؓ ہین،

قبیلۂ خزرج کے ۶۔ آدمی عمرہ کی غرض سے مکہ گئے تھے، آنحضرتؐ ان کے قیام گاہ پر تشریف لائے اور اسلام کی تبلیغ کی، تو سب سے پہلے اس دعوت کو انھین دونون نے لبیک کہا،[1] یہ اسد الغابہ کی روایت ہے، طبقات مین ہے، کہ صرف دو شخص گئے تھے، آنحضرت صلعم کی خبر ملی تو خدمت مین حاضر ہوئے، اور مذہب اسلام اختیار کرنے کا شرف حاصل کیا،[2]

ان دونون بزرگون مین بھی جیسا کہ سعد بن عبد الحمید کا قول ہے حضرت رافعؓ نے پہلے بیعت کی تھی، اسلام قبول کرکے پلٹے تو مدینہ مین نہایت سرگرمی سے اشاعت اسلام کی خدمت انجام دی، مصنف اسد الغابہ لکھتے ہین،

---

[1] اسد الغابہ ص ۱۵۷ ج ۲، [2] طبقات ابن سعد ص ۱۴۶ ج ۱ قسم ۱،

فلما قدموا المدینة ذکروا لقومھم الاسلام ودعوھم الیه ففشا فیھم فلم تبق دار من دور الانصار الا وفیھا ذکر من رسول اللہ صلعم[1]

یعنی جب یہ لوگ مدینہ آئے اور اپنی قوم مین اسلام کا چرچا کیا، اور اُس کی دعوت دی تو اسلام تمام انصار مین پھیل گیا اب کوئی گھر نہ تھا جہان رسول اللہ کا ذکر خیر نہ ہوتا ہو،

دوسرے سال حضرت رافعؓ ۱۲- آدمیون کے ساتھ اور تیسرے سال ۷۰- آدمیون کے ساتھ مکہ گئے اور اس اخیر بیعت مین بنوزریق کے نقیب منتخب ہوئے،

صحیح بخاری مین بھی رافعؓ کے عقبہ مین شریک ہونے کا ذکر آیا ہے، چنانچہ ان کا قول ہے، مایسرنی انی شھدت بدرا بالعقبة[2] یعنی مجھے یہ خوش نہین آتا کہ عقبہ کے مقابلہ مین بدر مین شریک ہوتا،

غزوات | حضرت رافعؓ کی اسلامی زندگی کے دوران مین صرف دو لڑائیان پیش آئین، بدر اور احد، بدر مین وہ شریک تھے یا نہ تھے، ابن اسحاق نے انکو اصحاب بدر مین شمار نہیں کیا ہے، اور موسیٰ بن عقبہ نے امام ابن شہاب زہری سے نقل کیا ہے کہ وہ شریک تھے، اس بارہ مین بہترین حکم خود انکا قول ہوسکتا ہے، ابھی بخاری کی جو عبارت اوپر گذری ہے کہ "مجھے یہ خوش نہیں آتا کہ عقبہ کے مقابلہ مین مین بدر مین شریک ہوتا" اس قول سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ شریک بدر نہ تھے،

شہادت | غزوۂ بدر کے بعد شوال ۳ھ مین غزوۂ احد ہوا، حضرت رافعؓ نے اسی مین شہادت پائی

خدمات مذہبی | اشاعت اسلام کے علاوہ اور بھی متعدد مذہبی خدمتیں انجام دین، سورۂ یوسف مدینہ مین سب سے پیشتر انھین نے پہونچائی، مسجد بنی زریق مین مدینہ کی تمام مسجدون سے قبل، قرآن مجید پڑھا گیا اس کے پڑھنے والے بھی بزرگ تھے، بیعت سے واپسی کے وقت آنحضرت صلعم نے مکہ مین جس قدر قرآن نازل ہوا تھا، لکھ کر ساتھ لیتے آئے تھے، اور اپنی قوم کو جمع کرکے سنایا تھا،

[1] اسد الغابہ ص ۱۵۷، ج ۲، [2] صحیح بخاری ص ۵۶۹ ج ۲،

ایک روایت یہ بھی ہے کہ مکہ میں مقیم ہو گئے تھے، جب سورۂ طٰہٰ نازل ہوئی، تو لکھ کر مدینہ لائے تھے،
غرض یہ عظیم الشان کا نامے انصار کے اس جلیل المنزلت بزرگ کے تھے جس نے دولتِ ایمان کے لازوال خزانے کو سب سے پہلے اپنے آغوش میں جگہ دی، فنضر اللّٰہ عبد انصر الاسلام بنفسه وماله ودمه،

حضرت رفاعہ بن رافع زرقیؓ

نام ونسب رفاعہ نام، ابومعاذ کنیت، سلسلۂ نسب یہ ہے، رفاعہ بن رافع بن مالک بن العجلان بن عمرو، بن عامر بن زریق بن عبد حارثہ بن غضب بن جشم بن خزرج، والدہ کا نام ام مالک بنت ابی بن سلول تھا، جو حبلی سے تھیں، اور عبداللہ بن ابی راس المنافقین کی ہمشیر تھیں۔

اسلام حضرت رفاعہؓ کے پدر بزرگوار حضرت رافع، قبیلۂ خزرج کے سب سے پہلے مسلمان تھے، بیعتِ عقبہ سے دو سال پیشتر ۵۔۶ آدمیوں کے ہمراہ مکہ جا کر آنحضرتؐ سے بیعت کی تھی، ماں بھی مسلمان ہو چکی تھیں، انکا بھائی عبداللہ بن ابی مرجع کفر ونفاق تھا، لیکن بہن دودمانِ صداقت و راستی کا سراجِ منیر بنی ہوئی تھیں، حضرت رفاعہؓ اسی مبارک خاندان میں پلے تھے، عقبۂ ثانیہ میں اپنے باپ کیساتھ، مکہ جا کر آنحضرتؐ کے دست مبارک پر بیعت کی، اور دولتِ ایمان سے بہرہ یاب ہو کر مدینہ واپس ہوئے،

غزوات تمام غزوات میں شرکت کی، بدر کی شمولیت صحیح بخاری سے ثابت ہے[1]،

---

[1] کتاب مذکور ص ۵۶۹ ج ۲،

غزوۂ احد، خندق، بیعت الرضوان اور تمام اہم واقعات، آنحضرتؐ کے ساتھ مشاہدہ کئے،

دیگر حالات جنگ جمل اور صفین میں جناب امیر علیہ السلام کے ہمرکاب تھے، جنگ جمل، جناب امیرؑ کی پہلی لڑائی ہے، حضرت عائشہؓ، طلحہؓ، اور زبیرؓ کی باہمی شرکت نے معاملہ کو نازک تر بنادیا تھا، ام الفضل بنت حارث (حضرت عباسؓ عم رسول اللہؐ کی بیوی) کا مکہ سے خط پہونچا، کہ طلحہؓ اور زبیرؓ بصرہ گئے ہیں تو حضرت علی علیہ السلام نہایت غمزدہ ہوئے، اور فرمایا ان سے تعجب ہے، آنحضرتؐ کا انتقال ہوا تو، ہم اہل بیت نبوت ہونے کی وجہ سے خلافت کا سب سے زیادہ اپنے کو مستحق سمجھتے تھے، ہماری قوم کے لوگون نے دوسرونکو خلیفہ بنایا، ہم فتنہ وفساد کے خوف سے چپ ہو رہے، اور صبر کیا، خدا کا شکر ہے کہ اسکا نتیجہ نہایت اچھا رہا ہے، اس کے بعد لوگون نے عثمانؓ پر خروج کر کے، ان کو قتل کیا اور مجھ سے بلاجبر واکراہ بیعت کی، جس مین طلحہؓ اور زبیرؓ بھی شریک تھے، ابھی ایک مہینہ بھی نہیں گذرا کہ ان کے بصرہ لشکر لیجانے کی خبر پہونچ رہی ہے، اے خدا! تو اس فتنہ وفساد کو دیکھ،

رفاعہ بن رافعؓ اس تقریر کو سُن رہے تھے بولے، یا امیرالمؤمنین! جب رسول اللہؐ نے وفات پائی، تو ہم اپنے مرتبہ ونیز نصرتِ دین کے لحاظ سے اپنے کو خلافت کے لئے سب سے زیادہ موزون جانتے تھے، آپ لوگون نے رسول اللہؐ سے اپنے قریبی تعلقات اور سبقت ایمانی اور ہجرت جیسی فضیلتین بیان کر کے، ہم سے اس حق کو منوالیا، ہم نے یہ خیال کر کے کہ حق پر عمل ہو رہا ہے، کتاب وسنت قائم ہین، آپ لوگون کے دعویٰ کو تسلیم کرلیا، اور خلافت قریش کے سپرد کردی، اور ہمین یہی کرنا چاہئے تھا، اب دیکھتا ہون کہ آپ کے ہاتھ پر بیعت کرنے سے کچھ لوگ مقابلہ مین کھڑے ہوگئے ہین، جن سے یقیناً آپ افضل اور ہماری نگاہ مین پسندیدہ تر ہین، اب فرمائیے! جناب کا کیا ارشاد ہے؟ ہم لوگ صرف حکم کے منتظر ہین

رفاعہؓ کی تقریر ختم ہوئی تو حجاج بن عزیہ انصاری نے بڑھ کر کہا، یا امیرالمؤمنین! اس کا ابھی فیصلہ کیجئے، مین اس راہ مین جان تک دینے کے لئے تیار ہون، اس کے بعد انصار کو مخاطب کیا،

کہ امیر المؤمنین کی اب مدد کرو، جس طرح پہلے رسول اللہ کی مدد کر چکے ہو، یہ اخیر اس پہلے سے بالکل مشابہ ہے اگرچہ پہلا افضل واشرف تھا،

جناب امیر ان تقریرون کے بعد ایک لشکر لیکر عراق روانہ ہوگئے، رفاعہؓ بھی ہمراہ رکاب ہوئے،

وفات | سنہ۴۱ھ یا سنہ۴۲ھ مین وفات پائی، یہ امیر معاویہ کی حکومت کا ابتدائی زمانہ تھا،

اولاد | دو لڑکے چھوڑے، معاذ اور عبید،

فضل وکمال | حضرت رفاعہؓ سے بہت سی حدیثیں مروی ہین صحیحین مین چند احادیث ہین، جن مین سے ۳ مین امام بخاریؒ منفرد ہین،

حضرت رفاعہؓ نے آنحضرت صلعم کے ماسوا حضرت ابو بکرؓ اور عبادہؓ بن صامت سے بھی حدیث سنی تھی، راویون مین یحییٰ بن خالد (برادرزادہ) علی بن یحییٰ، معاذ، اور عبید (بیٹے) ہین،

حضرت رافع بن خدیجؓ

نام ونسب | رافع نام، ابو عبداللہ کنیت، قبیلۂ اوس سے ہین، سلسلۂ نسب یہ ہے، رافع بن خدیج بن رافع بن عدی بن زید بن جشم بن حارثہ بن حارث بن خزرج بن عمرو بن مالک بن اوس، والدہ کا نام حلیمہ بنت عروہ بن مسعود بن سنان بن عامر بن عدی بن امیہ بن بیاضہ ہے،

قبیلۂ اوس مین عبدالاشہل اور حارثہ دو برابر کی طاقتین تھین، چنانچہ جنگ وجدل کا بازار ان مین گرم رہتا تھا، اسید بن حضیر کے دادا سماک بن رافع کو انھیں لوگون نے ایک معرکہ مین قتل کیا تھا، اور انکے خاندان کو شہر بدر کردیا تھا حضیر بن سماک نے بنو حارثہ کا محاصرہ کرکے اپنے باپ کا انتقام لیا اور ان کو شکست دیکر خیبر مین جلاوطن کردیا، چنانچہ بنو حارثہ ایک سال تک خیبر مین سکونت پذیر رہے اس کے بعد

حضیر کو رحم آیا اور مدینہ میں بودوباش کرنے کی اجازت دی،

حضرت رافعؓ کے آباء واجداد بنو حارثہ کے رئیس اور سردار تھے، باپ اور چچا کے بعد یہ مسند، حضرت رافعؓ کے لئے خالی ہوئی، اور وہ تمام عمر اس پر متمکن رہے، لیکن چونکہ اسلام نے پست وبلند سب کو ایک کردیا تھا، اور اُس کے حقیقی رئیس جناب سرورِ کائناتؐ تھے، اس بنا پر حضرت رافعؓ کو رئیس کے بجائے دعیم (لیفٹ) کارگذار کہنا ہمارے نزدیک زیادہ موزون ہے،

اسلام — ہجرت کے وقت صغیر السن تھے، تاہم اسلام کا نغمہ، دل مین گھر کر چکا تھا، اس کے علاوہ ان کے دو چچا ظہیر اور مظہر بھی شرف ایمان حاصل کر چکے تھے،

غزوات — غزوۂ بدر مین ۱۴ سال کا سن تھا، آنحضرت صلعم کے سامنے لڑائی مین شریک ہونے کے ارادہ سے حاضر ہوئے، آنحضرت صلعم نے کمسن خیال کرکے واپس کیا،

آنحضرت صلعم کے سامنے انصار کے لڑکے ہر سال پیش ہوتے تھے، دوسرے سال وہ بھی پیش ہوئے، اس وقت وہ پانزدہ سالہ تھے، شرکت کی اجازت ملی تو ایک عجیب واقعہ پیش آیا،

سمرہ بن جندب ایک صحابی ہین وہ بھی لڑکون کی جماعت مین تھے، اور اُن کو آنحضرت صلعم نے چھوٹا سمجھا تھا، بولے کہ آپ نے انھین اجازت دی اور مجھ کو چھوڑ دیا، حالانکہ کشتی مین، انھیں مین دے مارونگا، آنحضرت صلعم نے کہا بہتر ہے کشتی لڑو، سمرہ دیکھنے میں چھوٹے تھے لیکن طاقتور تھے، رافعؓ کو پچھاڑ دیا، آنحضرت صلعم نے ان کو بھی میدان کی اجازت دیدی[۲]

ہم نے یہ روایت طبری سے لی ہے، اسماء الرجال کی کتابون مین بھی یہ واقعہ موجود ہے، لیکن ان میں رافع کے نام کی تصریح نہیں[۳]،

اس غزوہ مین ان کے سینہ پر ایک تیر لگا جو ہڈیون کو توڑ کر اندر گھس گیا، لوگون نے کھینچا تو نوک

---

[۱] اسد الغابہ ص ۱۵۲ ج ۲ [۲] ایضاً [۳] طبری ص ۱۳۹۲ ج ۳،

اندر رہ گئی، آنحضرتؐ نے فرمایا کہ "میں تمہاری نسبت قیامت میں شہادت دونگا"،

غزوۂ خندق اور اکثر معرکوں میں شامل رہے

معرکۂ صفین میں جناب امیر علیہ السلام کے ساتھ تھے،

وفات — تیر کی نوک جو اندر رہ گئی تھی موت کا وہی باعث ہوئی، زخم پھٹا اور اسی صدمہ سے جان بحق تسلیم ہوئے، نہلانے میں عصر کا وقت آگیا، ابن عمرؓ نے کہا کہ مغرب سے پیشتر نماز جنازہ پڑھ لینی چاہئے، جنازہ کفنا کر باہر لایا گیا، اور اس پر سرخ چادر ڈالی گئی[1] حضرت ابن عمرؓ نے نماز پڑھائی، جنازہ کے ساتھ آدمیوں کی کثرت تھی، عورتیں بین کرتی اور چیختی ہوئی نکلیں، ابن عمرؓ نے کہا خدا کے لئے ان کے حال پر رحم کرو، یہ پیر مرد عذاب الٰہی برداشت نہ کرسکیں گے،

وفات کے وقت ۸۰ برس کا سن تھا، سنہ وفات میں اختلاف ہے، امام بخاریؒ نے تاریخ اوسط میں لکھا ہے کہ امیر معاویہ کے زمانہ میں انتقال کیا، باقی مؤرخین کی رائے ہے کہ ۷۴ھ کی ابتدا تھی اور عبدالملک بن مروان سریر خلافت پر جلوہ فرما تھا،

ترکہ میں حسب ذیل چیزیں چھوڑیں،

لونڈی، غلام، اونٹ، زمین[2]

حلیہ — مفصل حلیہ معلوم نہیں، اتنا علم ہے کہ مونچھ باریک رکھتے تھے، اور زرد خضاب لگاتے تھے،

اہل وعیال — حسب ذیل اولاد چھوڑی، عبداللہ، رفاعہ، عبدالرحمن، عبیداللہ، سہل، عبید، ان میں اول الذکر اپنی مسجد کے امام تھے، عبید ام ولد سے تولد ہوئے تھے، باقی لڑکے دو بیبیوں سے پیدا ہوئے جن کے نام یہ ہیں،

لبنٰی بنت قرۃ بن علقمہ بن علاثہ، اسماء بنت زیاد بن طرفہ بن معاذ بن حارث بن مالک بن

---

[1] مسند ابن حنبل ص ۴۱۱ ج ۴، [2] ایضاً

نمر بن قاسط بن ربیعہ؟

ان لوگون کی اولاد مدینہ اور بغداد مین سکونت پذیر تھی،

فضل وکمال حدیث کی کتابون مین ان کے سلسلہ سے ۷۸، روائتین منقول ہین، راویون مین صحابہ اور تابعین دونون گروہ کے لوگ شامل ہین، جن کے نام یہ ہین،

ابن عمرؓ، محمود بن لبیدؓ، سائبؓ بن یزید، اسیدؓ بن ظہیر، مجاہدؒ، عطاء، شعبی، عبایہ بن رفاعہ، عمرہ بنت عبدالرحمن، سعید بن مسیب، نافع بن جبیر، ابوسلمہ بن عبدالرحمن، ابوالنجاشی، سلیمان بن یسار، عیسیٰ، عثمان بن سہل، ہریر بن عبدالرحمن، یحییٰ بن اسحاق، ثابت بن انس بن ظہیر، حنظلہ بن قیس، نافع، واسع بن حبان، محمد بن یحییٰ بن حبان، عبیداللہ بن عمرو بن عثمان،

اخلاق امر بالمعروف اور اطاعت رسول، معدن اخلاق کے نہایت تابناک جواہر پارے ہین،

امر بالمعروف کا یہ عالم تھا کہ نعمان انصاری کے غلام نے چھوہارے کا ایک چھوٹا سا درخت کسی کے باغ سے اکھیڑ دیا، مروان کی عدالت مین مقدمہ پیش ہوا، اور اس نے چوری کا جرم عائد کرکے ہاتھ کاٹنے کا فیصلہ کر دیا تو، رافعؓ نے کہا کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ پھل مین قطع ید نہین[1]

عبداللہ بن عمرؓ اپنی زمین کرایہ پر اٹھا دیتے تھے، آنحضرت صلعم حضرت ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ اور امیر معاویہ کے ابتدائی زمانۂ خلافت مین یہی کرتے رہے، بعد مین خبر ملی کہ آنحضرت صلعم نے اس کی ممانعت فرمائی ہے اور رافع کے پاس حدیث ہے، نافع کو لیکر حضرت رافعؓ کے پاس گئے اور حدیث سنی، اس کے بعد کرایہ لینا چھوڑ دیا، یہ مسلم کی روایت ہے، مسند مین ہے کہ خود رافعؓ نے انکو یہ حدیث[2] سنائی تھی،

مروان نے ایک مرتبہ خطبہ دیا جس مین کہا، کہ مکہ حرم ہے، رافع موجود تھے پکار کر کہا اگر مکہ حرم ہے تو مدینہ بھی حرم ہے اور اسکو رسول اللہ نے حرم قرار دیا ہے، میرے پاس حدیث لکھی ہوئی موجود ہے، اگر چاہو

[1] مسند ابن حنبل ص ۴۶۴، ج ۳، [2] صحیح مسلم ص ۱۵، ج ا و مسند ۴۶۳ ج ۳،

تو دکھا سکتا ہون، مروان نے جواب دیا ہان وہ حدیث مین نے سنی ہے[1]،

اطاعتِ رسول کے لئے واقعات ذیل کافی ہین،

ایک مرتبہ ان کے چچا ظہیر نے آکر بیان کیا کہ آج آنحضرتؐ نے ایک چیز کی ممانعت فرمائی ہے حالانکہ ہملوگونکو اس سے کچھ آسانی تھی، رافعؓ نے جواب دیا، عم محترم! جو کچھ رسول اللہ نے فرمایا وہی حق ہے[2]،

آنحضرتؐ کیساتھ کسی سفر مین تھے، ایک مقام پر قیام ہوا، سب نے اونٹون کو مع کجاوہ چرنے کے لئے چھوڑ دیا، اور آنحضرت صلعم کے پاس آکر بیٹھ گئے، نظر اٹھی تو سُرخ دھاری دار کمبل کجاوہ پر پڑے تھے، آپنے ان کو بُرا سمجھا تو سب نے اٹھ اٹھ کر کمبل سامنے سے ہٹادئے[3]، کیا عجیب بات ہے، جس چیز کو آنحضرت صلعم نے ناپسند کیا تھا، اسی کو حضرت رافعؓ کے جنازہ پر ڈالا گیا، تمام لوگ اس واقعہ پر متعجب تھے،

ایک روز بیوی سے ہم بستر تھے، عین اسی حالت مین رسول اللہ نے آواز دی، فوراً اٹھ کھڑے ہوئے اور غسل کرکے باہر نکل آئے[4]،

حضرت رُوَیفع بن ثابتؓ

نام ونسب | رُوَیفع نام، قبیلۂ خزرج کے خاندانِ نجّار سے ہین، سلسلہ نسب یہ ہے، رویفع بن ثابت بن سکن بن عدی بن حارثہ،

غزوۂ حنین مین شریک تھے[5]،

آنحضرت صلعم کی وفات کے بعد مصر کی سکونت اختیار کی، اور وہان ایک مکان بنایا[6]۔

[1] مسند ص ۱۴۱ ج ۴، [2] مسلم ص ۱۶ ج ۱، [3] مسند ص ۴۶۳ ج ۳، [4] مسند ص ۱۴۳ ج ۴، [5] مسند ابن حنبل ص ۱۰۸ ج ۴، [6] استیعاب ص ۱۸۱ ج ۱